”بائیں بازو“ کا کمیونزم:
ایک طفلانہ بیماری

ولادیمیر لینن

دنیا بھر کے محنت کشو ایک ہو جاؤ!

نام کتاب: ’’بائیں بازو‘‘ کا کمیونزم: ایک طفلانہ بیماری
مصنف: ولادیمیر لینن
ناشر: طبقاتی جدوجہد پبلی کیشنز
105 منگل مینشن، رائل پارک، لکشمی چوک لاہور
فون: 042-36365659
ای میل: strugglepakistan@gmail.com
پرنٹر: یاسر عمیر پرنٹرز
تاریخ اشاعت: جولائی 2016ء
تعداد: 1100
قیمت: 200 روپے

فہرست

2016ء اردو ایڈیشن کا تعارف 7

(1) کس معنی میں ہم روسی انقلاب کی بین الاقوامی اہمیت کا ذکر کر سکتے ہیں؟ 16

(2) بالشویکوں کی کامیابی کی ایک بنیادی شرط 19

(3) بالشویزم کی تاریخ میں خاص منزلیں 22

(4) مزدور تحریک کے اندر کس طرح دشمنوں سے جدوجہد میں بالشویزم پروان چڑھا‘ تپا اور پختہ ہوا؟ 28

(5) جرمنی میں ’’بائیں بازو‘‘ کا کمیونزم۔ لیڈر‘ پارٹی‘ طبقہ اور عوام 36

(6) کیا انقلابیوں کو رجعتی ٹریڈ یونینز میں کام کرنا چاہیے؟ 44

(7) کیا ہمیں بورژوا پارلیمنٹوں میں شریک ہونا چاہیے؟ 55

(8) کوئی سمجھوتے نہیں؟ 65

(9) ’’بائیں بازو‘‘ کا کمیونزم برطانیہ میں 77

(10) بعض نتائج 91

ضمیمہ 106

(1) جرمن کمیونسٹوں میں پھوٹ 107

(2) جرمنی میں کمیونسٹ اور انڈیپینڈنٹ 109

(3) اٹلی میں توراتی اینڈ کمپنی 112

(4) صحیح مقدمات سے غلط نتائج 114

(5) 119

(6) وائن کوپ کا خط 120

2016ء اردو ایڈیشن کا تعارف

1917ء کے بالشویک انقلاب (انقلابِ روس) کے قائد ولادیمیر لینن نے یہ کتاب 1920ء کے اپریل اور مئی میں تحریر کی تھی اور پہلی بار جون 1920ء میں ہی روس سے شائع ہوئی۔ پاکستان میں یہ کتاب اردو میں دوسری بار طبقاتی جدوجہد پبلی کیشنز کی جانب سے شائع کی جا رہی ہے۔

’’’بائیں بازو‘ کا کمیونزم: ایک طفلانہ بیماری‘ بنیادی طور پر بائیں بازو کی پارٹیوں اور تحریکوں میں ابھرنے والے مہم جوئی اور انتہا پسندی کے رجحانات پر ایک کڑی تنقید ہے۔ یہ کتاب لینن کی کلیدی اور کلاسیکی تصانیف میں شمار ہوتی ہے۔ اس کتاب میں لینن نے بالشویک پارٹی کے لائحہ عمل اور حکمت عملی کا نچوڑ اور نتائج پیش کئے ہیں جو 12 سال کے عرصے میں روس میں برپا ہونے والے تین انقلابات سے اخذ کئے گئے ہیں (1907-1905ء، فروری 1917ء اور پھر نومبر 1917ء)۔ پہلی بار اشاعت کے بعد اس کتاب کا فوراً دنیا کی متعدد زبانوں میں ترجمہ ہوا اور 1920ء میں منعقد ہونے والی کمیونسٹ انٹرنیشنل (تیسری انٹرنیشنل) کی کانگریس میں ایک دستاویز کے طور پر مندوبین کے سامنے رکھی گئی۔

اردو میں اس کتاب کو دوبارہ شائع کرنے کا مقصد آج کے انقلابیوں کے لئے ایک واضح لائحہ عمل اور طریقہ کار استوار کرنے کی ایک کاوش ہے۔ ہر معاشرہ ایک سمت، ایک رفتار اور ایک ہی لکیر پر تغیر اور ارتقا کے عمل سے نہیں گزرتا۔ اس عمل میں بے شمار اتار چڑھاؤ اور عروج و زوال آتے ہیں۔ تحریکیں ابھرتی ہیں اور پھر پسپا بھی ہوتی ہیں۔ کئی تحریکیں ایک قبل از انقلابی یا انقلابی صورتحال کو جنم دیتی ہیں اور کبھی ایک نیم بغاوت کی سطح پر پہنچ کر بکھرنے لگتی ہیں۔ ہر طبقاتی معاشرے اور سماج میں طبقاتی کشمکش موجود رہتی ہے۔ یہ کشمکش کبھی بھڑک کر طبقاتی تضادات اور ٹکراؤ کو ملک کی سیاست، ثقافت اور تہذیب پر حاوی کر کے معمول کے ادوار کی ہر قدر کو مسمار کر دیتی ہے۔ لیکن انقلابی تحریکوں کا دورانیہ عام طور پر طویل نہیں ہوتا، وہ صدا جاری نہیں رہ سکتیں۔

انقلابی صورتحال کی سب سے اہم علامت ریاستی اور سیاسی طاقت کا بٹ جانا اور دوطرفہ ہو جانا ہے۔ پرانی حاکمیت اور نظام ریاست کے پاس ماضی کی طاقت کا ایک حصہ رہ جاتا ہے جب کہ

اپنے مقدر بدلنے کے لئے تاریخ کے میدان میں اترنے والے محنت کش طبقے کو اپنی سماجی، معاشی اور سیاسی قوت کا احساس ہوتا ہے۔ یہ طاقت ان کے پاس موجود تو ہمیشہ ہوتی ہے لیکن اس کا ادراک اور اظہار معمول کے ادوار میں نہیں ہوتا۔ ایسی انقلابی صورتحال کی ایک جھلک ہمیں پاکستان میں برپا ہونے والے 69-1968ء کے انقلاب کے دوران واضح طور پر نظر آتی ہے۔ پاکستان کی تاریخ کے سب سے مضبوط اور مستحکم ترین آمر فیلڈ مارشل ایوب خان نے 25 مارچ 1969ء کو اپنی آخری نشری تقریر میں اس دوطرفہ طاقت کو ان الفاظ میں بیان کیا تھا: ''میں صدر پاکستان کی حیثیت سے آپ سے آخری بار خطاب کر رہا ہوں۔ مملکت کے سبھی انتظامی ادارے مفلوج کر کے رکھ دیئے گئے ہیں۔ جابجا عوام اپنی مرضی سے گھیراؤ کر رہے ہیں اور زور زبردستی سے اپنے مطالبات منوا رہے ہیں۔ مملکت کا کام سرانجام دینے والے اہلکار عوام کے خلاف کچھ کرنے سے ڈر گئے ہیں... جس قسم کے حالات ملک میں پیدا ہو چکے ہیں ان میں قومی اسمبلی کا اجلاس بلانا ممکن ہی نہیں۔ اکثر اراکین تو اجلاس میں شرکت سے ہی انکاری ہیں۔ صورتحال اب حکومت کے کنٹرول سے بے قابو ہو چکی ہے۔ ریاست کے سبھی ادارے انتشار، ٹوٹ پھوٹ اور خوف کی زد میں آ چکے ہیں۔ آج ملک کے تمام مسائل سڑکوں، گلیوں اور کھلیانوں میں عوام حل کرنا شروع ہو گئے ہیں...'' (ایوب خان کی ڈائری 72-1966ء، آکسفورڈ پبلشرز)

مارکس کے الفاظ میں ایسے انقلابی معروض میں محنت کش طبقہ ''اپنے اندر طبقہ ہونے کی کیفیت سے بڑھ کر 'اپنے لئے' ایک طبقہ'' بن جاتا ہے۔ معمول اور ''عام'' حالات میں معاشرے کی تمام اقدار، اخلاقیات، سوچیں، رویے، ریت رواج وہی ہوتے ہیں جو حکمران طبقے کے مفادات کی مطابقت سے مسلط ہوتے ہیں۔ اس لئے محنت کش طبقے کی خصوصاً پسماندہ پرتیں اور 'عوام' حکمران طبقات کی سیاست اور ثقافت کے پیروکار ہوتے ہیں۔ بلکہ یہاں تک کہ طبقاتی کشمکش میں حکمران طبقات سماج کے ان پسماندہ حصوں کو اپنے اوزار کے طور پر استعمال بھی کرتے ہیں۔ ایسے ادوار میں مذہبی رجحانات، معاشرے کی اقدار اور اخلاقیات پر حاوی ہوتے ہیں، قومی شاؤنزم سماج کی نفسیات میں سرائیت کر کے حکمرانوں کے لئے حاکمیت کا ذریعہ بن جاتا ہے، درمیانہ طبقہ رسموں اور طرز زندگی میں حکمرانوں کے ریت رواج کی پیروی کو ٹھونستا رہتا ہے۔ اس طرح کے ادوار طوالت بھی اختیار کر سکتے ہیں لیکن انقلابی تحریکیں آخر کار اس معمول کو توڑ دیتی ہیں

اور نئے سماجی عوامل کا آغاز ہوتا ہے۔

محنت کش طبقہ بھی کوئی اکائی نہیں ہوتا بلکہ جدلیاتی تجزیہ کیا جائے تو معمول کے حالات میں اس کی مختلف پرتوں کے شعور اور نفسیات کی کیفیات مختلف ہوتی ہیں۔ طبقے کی مختلف پرتوں میں بہت سے رجحانات متضاد کیفیت میں پائے جاتے ہیں۔ ایک انقلابی مارکسی تنظیم اور پارٹی کا بنیادی مقصد اس طبقے کو انقلاب کے لئے جیتنا ہوتا ہے۔ جہاں معروض اس عمل میں اہم کردار ادا کرتا ہے وہاں طبقے کی جانب انقلابیوں کا رویہ، طریقہ کار اور حکمت عملی بھی فیصلہ کن کردار کی حامل ہوتی ہے۔ ''معمول'' یا جمود کے ادوار میں بھی سماجی ارتقا رک نہیں جاتا بلکہ پیچیدہ، متضاد اور پرانتشار ہو جاتا ہے۔ معاشرے کی بحرانی کیفیات مثلاً معیشت کی تنزلی سے یہ ارتقا مزید خلفشار کا شکار ہو جاتا ہے۔ علاوہ ازیں معمول کے ادوار بھی قطعاً ایک ہی طرز، کیفیات اور کردار کے حامل نہیں ہوتے۔ ان میں ترقی اور تنزلی کے معیار اور مقدار بدلتے رہتے ہیں۔ کہیں رجعت زیادہ گہری ہو جاتی ہے تو کہیں ترقی پسندانہ رجحانات میں معیاری نہ سہی مقداری تبدیلی مسلسل جاری رہتی ہے۔ اس پس منظر میں مارکسسٹوں کا طبقے کی مختلف پرتوں میں شعوری تبدیلیوں اور بحیثیت مجموعی پورے طبقے کی کیفیت کو سمجھنا اور اس کے ارتقا کا تناظر استوار کرنا لازمی ہو جاتا ہے۔

معمول اور جمود کے ادوار اگر طوالت اختیار کر جائیں تو انقلابیوں کے لئے بہت کڑے امتحانات لاتے ہیں اور تاریخ کی کسوٹی ان کے صبر، ثابت قدمی اور جرات کی پرکھ کرتی ہے۔ افراد کے ساتھ انقلابی تنظیم یا پارٹی کو بھی ایسے امتحانات سے گزرنا پڑتا ہے اور آگے بڑھنا اس کے لئے تاریخ کا چیلنج بن جاتا ہے۔ ایسے ہی وقتوں میں پارٹیوں اور انقلابیوں کے کردار، نظریاتی پختگی اور انقلابی لگن کی جانچ ہوتی ہے۔ بعض اوقات ایسے حالات سے گھبرا کر جو بے صبری پیدا ہوتی ہے وہ بہت سے انقلابیوں کو مہم جوئی اور انتہا پسندی کی جانب دھکیل دیتی ہے جس سے پارٹی کو ناقابل تلافی نقصان پہنچتا ہے۔ مہم جوئی اور انتہا پسندی کی شکار قیادت تحریکوں اور بغاوتوں کو بھی شکست اور بربادی سے دوچار کر دیتی ہے۔ ایسی کیفیات میں انتہا پسندی کا ہی دوسرا رخ یعنی مفاد پرستی اور موقع پرستی کا رجحان بھی سر اٹھا سکتا ہے۔ مختلف جواز تلاش کر کے مشکلات اور کٹھنائیوں کا سامنا نہ کر سکنے والے مفاد پرستی کے راستے سے انقلابی سفر اور جدوجہد سے فرار حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں یا پھر طبقاتی مصالحت اور حکمران طبقات کی کاسہ لیسی کے نظریات اپنا کر بدترین

غداریوں کے مرتکب ہوتے ہیں۔

1848ء میں لکھے گئے ’کمیونسٹ مینی فیسٹو‘ میں کارل مارکس اور فریڈرک اینگلز نے انقلابی سوشلزم کی جدوجہد کا لائحہ عمل اور اصول بہت واضح انداز میں بیان کئے تھے۔ انتہا پسندی اور مہم جوئی کے خلاف مارکس اور اینگلز نے لکھا تھا: ’’کمیونسٹ محنت کش طبقے کی پارٹیوں کے خلاف اور ان سے الگ پارٹی نہیں بناتے۔ پرولتاریہ کے مفادات سے الگ اور ہٹ کر ان کے کوئی مفادات نہیں ہوتے۔ وہ کوئی فرقہ پرور اصول نہیں بناتے جن کے ذریعے پرولتاریہ کی تحریک کو کوئی خاص شکل دی جائے اور کسی خاص سانچے میں ڈھالا جائے۔‘‘ اسی طرح انہوں نے مفاد پرستی کے رجحانات کے خلاف یہ تحریر کیا تھا: ’’اپنے خیالات اور مقاصد کو چھپانا کمیونسٹ اپنی شان کے خلاف سمجھتے ہیں۔ وہ برملا اعلان کرتے ہیں کہ ان کا اصلی مقصد اسی وقت پورا ہوسکتا ہے جب موجودہ سماجی نظام کا تختہ بزور طاقت الٹ دیا جائے۔‘‘

یہ اصول قطعاً کوئی خیالی بنیادوں پر مرتب نہیں کئے گئے تھے اور نہ ہی ان کو سمجھنا اور ان پر عمل پیرا ہونا عقیدہ پرستی کے زمرے میں آتا ہے۔ یہ طریقہ کار اور لائحہ عمل کی ٹھوس سائنسی بنیادیں ہیں جو ان مارکسی استادوں نے واضح کی تھیں اور جن پر چل کر ہی انقلابی پارٹی کی تعمیر کا عمل آگے بڑھ سکتا ہے۔ لینن نے بھی مفاد پرستی و موقع پرستی اور انتہا پسندی و مہم جوئی کو ایک ہی سکے کے دو رخ قرار دیا تھا۔

اس حوالے سے اگر پاکستان میں کمیونسٹ تحریک کا جائزہ لیا جائے تو اس کی ایک بڑی سماجی اور عوامی طاقت نہ بن سکنے کی بہت سی وجوہات ہیں۔ برصغیر کے خونی بٹوارے سے قبل ہی کمیونسٹ پارٹی آف انڈیا کی قیادت نے سٹالنزم کے اثر اور جبر کے تحت دوسری عالمی جنگ میں ’’فاشزم کے خلاف جنگ‘‘ کا جواز گھڑ کر برطانوی سامراج کی حمایت کر دی حالانکہ اس سے قبل تک کمیونسٹ پارٹی کا قومی آزادی کی تحریک میں ایک اہم کردار تھا۔ ایم این رائے جو کمیونسٹ پارٹی کے بانی رہنماؤں میں سے تھے انہوں نے 1920ء کی دہائی میں قومی آزادی کی جدوجہد کو براہ راست سماجی و معاشی آزادی کی جدوجہد سے منسلک کرنے کی پالیسی جاری کی تھی۔ لیکن سوویت یونین میں سٹالنزم کے ابھار اور انقلاب کی افسر شاہانہ زوال پزیری کے آغاز کے بعد ہندوستان میں بھی کمیونسٹ پارٹی کی بعد میں آنے والی قیادتوں نے نہ صرف جنگ میں انگریز سامراج کی حمایت کر کے محنت کشوں میں اپنی بنیادیں بڑے پیمانے پر کھودیں اور نہرو، گاندھی اور جناح جیسے

بورژوازی کے لیڈروں کے سامنے تحریک پلیٹ میں رکھ کر پیش کردی بلکہ بٹوارے کی بھی بالواسطہ حمایت کردی۔ 1946ء میں جہازیوں کی بغاوت سے شروع ہوکر برصغیر کے طول و ارض میں پھیل جانے والی تحریک کو مقامی بالادست طبقات کی وساطت سے انگریز سامراج کچلنے میں کامیاب ہوا جس کے بعد بٹوارے کے ذریعے قومی آزادی کی تحریک کے سماجی آزادی یعنی سوشلسٹ انقلاب میں تبدیل ہونے کے امکان کو کاٹ کر رکھ دیا گیا۔ 1947ء کا بٹوارہ بہت ہی خونریز رد انقلاب ثابت ہوا۔ یہ مشکل معروض تھا جس میں کمیونسٹوں کا بڑی طاقت بننا ممکن نہ تھا۔ لیکن کمیونسٹ پارٹی (یا پارٹیوں) کی ناکامی کی سب سے بڑی وجہ وہ نظریاتی ابہام تھا جس کی وجہ سے کسی بھی تحریک کو انقلابی سوشلزم کی منزل سے ہمکنار کرنے کی نظریاتی صلاحیت سے پارٹی قیادت یکسر عاری تھی۔ یہ 'مرحلہ وار انقلاب' کا منشویک نظریہ تھا جسے بعد میں سٹالنزم نے اپنایا اور دنیا بھر میں کمیونسٹ پارٹیوں پر مسلط کیا۔ اس نظریئے کے مطابق نومبر 1917ء کی طرز پر سوشلسٹ انقلاب کے برعکس پہلے 'قومی جمہوری انقلاب' یا 'عوامی جمہوری انقلاب' کے ناموں سے ایک مصنوعی، بے جان اور ناقابل عمل مرحلہ مسلط کر دیا گیا۔ اس کے معنی یہ تھے کہ تیسری دنیا میں نئی ''ترقی پسند'' بورژوازی کی حمایت کر کے پہلے قومی جمہوری انقلاب کے فرائض کو سرمایہ داری میں رہ کر پورا کیا جائے اور اس کے بعد ہی اگلے مرحلے میں سوشلسٹ انقلاب کا تناظر دیا جا سکتا ہے۔ ہندوستان کی طرح پاکستان میں بھی یہی نظریہ کمیونسٹ پارٹی نے اپنایا اور یہی وہ بنیادی وجہ تھی جس کے تحت یہاں نومبر 1968ء میں اٹھنے والی انقلابی تحریک سے کمیونسٹ پارٹی یکسر بیگانہ ہوگئی۔ اس تحریک کا کردار اور مطالبات جمہوری نہیں بلکہ سوشلسٹ تھے۔ تاریخ میں ہونے والے کئی حادثات کی طرح (جو آخری تجزیئے میں لمبے عرصے کی ضرورت کا اظہار ہوتے ہیں) اس انقلابی تحریک کا سیاسی اظہار پیپلز پارٹی کے ابھار کی شکل میں تاریخ کے اوراق پر ہوا۔ کئی انداز کی ثقافتی پسماندگی میں شخصیت کے مبالغہ آرائی پر مبنی کردار کی وجہ سے ذوالفقار علی بھٹو اس تحریک اور پیپلز پارٹی کا تشخص بن گیا۔ پیپلز پارٹی کوئی بالشویک یا لینن اسٹ پارٹی نہیں تھی بلکہ اس دور میں خصوصاً سابق نوآبادیاتی دنیا میں سیاسی خلا کو پر کرنے والی پاپولسٹ پارٹیوں کی طرز کی ایک پارٹی تھی۔ یہ خلا بنیادی طور پر ماسکو اور بیجنگ نواز کمیونسٹ پارٹیوں کے انقلابی سوشلزم سے نظریاتی انحراف کی وجہ سے ہر طرف تحریکوں کو درپیش تھا۔

پیپلز پارٹی کے اندر ابتدا سے ہی مختلف افراد اور گروپوں نے بائیں بازو کے رجحانات کے طور پر ابھرنے کی کوشش کی لیکن کہیں مبہم جوئی کی وجہ سے (معراج محمد خان، مختار رانا وغیرہ) اور کہیں مفاد پرستی کی وجہ سے (خورشید حسن، شیخ رشید وغیرہ) پارٹی کا یہ بایاں بازو بڑی قوت نہ بن سکا اور پاپولسٹ پارٹی میں سرمایہ داروں، جاگیرداروں، کیریئرسٹ عناصر اور خوش آمدیوں کا غلبہ بڑھتا چلا گیا۔

لیکن پاکستان میں محنت کشوں کی ایک سیاسی روایت کے طور پر پیپلز پارٹی کا ظہور بہر حال ہو چکا تھا اور 1970ء کے انتخابات مغربی پاکستان میں اس عمل کا اظہار تھے۔ 1971ء میں اقتدار حاصل کرنے کے بعد پیپلز پارٹی کی پہلی حکومت کو تحریک کے دباؤ کے تحت نیشنلائزیشن اور محنت کش طبقے کے حق میں ریڈیکل اصلاحات کرنا پڑیں۔ لیکن پاکستان کی زبوں حال اور کھوکھلی سرمایہ داری میں ان اصلاحات کی گنجائش موجود نہ تھی۔ پاکستان کی تاریخ کے شاید سب سے گہرے معاشی تجزیہ کار اور بورژوا معیشت دان ڈاکٹر محبوب الحق نے پاکستان کی سرمایہ داری میں اصلاحات کی کامیابی کے امکان کو ان الفاظ میں مسترد کیا تھا: ’’سرمایہ دارانہ نظام میں محض اصلاحات اب کوئی قابل عمل حل نہیں۔ 1969ء کے عوامی ابھار نے سرمایہ دارانہ ڈھانچے کو مسترد کیا تھا۔ ایسا اصلاح شدہ نظام جس کی خواہش کی جا رہی ہے، جس میں سبھی محنت کشوں کو مناسب اجرت دی جائے، منافعوں میں محنت کشوں کی شراکت ہو، سرمایہ داروں کی سماجی ذمہ داری ہو، وغیرہ وغیرہ... یہ سب سویڈن یا پھر یوگوسلاویہ میں تو ہو سکتا ہے مگر پاکستان جیسے ملک میں یہ عمل ارتقائی مراحل کے ذریعے ممکن نہیں۔‘‘

پیپلز پارٹی کی تنزلی کی ایک اور اہم وجہ یہ تھی کہ 1971ء کی جنگ سے شکست خوردہ سرمایہ دارانہ ریاست کے ٹوٹے پھوٹے ڈھانچے کو بھٹو نے دوبارہ تعمیر کیا۔ بورژوا ریاست جب پسپائی سے سنبھلتی ہے تو حتمی فیصلے بھی وہی کرتی ہے نہ کہ اس کے ذریعے اور اس کی حدود میں سیاسی اقتدار حاصل کرنے والے۔ پیپلز پارٹی کی اسی حکومت میں بلوچستان میں جابرانہ ملٹری آپریشن کیا گیا، اسلامی سربراہی کانفرنس بلائی گئی، ایٹمی پروگرام کو تیز کیا گیا۔ اس طرح کے دائیں بازو کی طرف جھکاؤ رکھنے والے اقدامات سے یہ حکومت مضبوط ہونے کی بجائے کمزور ہی ہوئی۔ لیکن پھر محنت کشوں کے دباؤ کے تحت اسی حکومت میں سرمایہ داروں کو جو خراشیں لگائی گئی تھیں یا پھر امریکی سامراج کے کچھ احکامات کو مسترد کیا گیا تھا اس کے ردعمل میں موقع ملنے پر پیپلز پارٹی کی حکومت کو

اکھاڑ پھینکا گیا۔ بھٹو کا عدالتی قتل کیا گیا اور جبر کے ذریعے پیپلز پارٹی کو کچلنے کی ہر کوشش کی گئی۔ اس جبر کے اقدامات سے عوام میں بلوچستان کے علاوہ ملک کے تقریباً ہر حصے میں دوبارہ پیپلز پارٹی کی حمایت تیزی سے ابھری۔ لیکن پارٹی کی نئی قیادت نے تحریک کو محدود کرنے اور انقلابی لائحہ عمل سے کاٹنے کا کام کیا۔ 1988ء میں برسر اقتدار آنے کے بعد پیپلز پارٹی نے ان اصلاحات سے بھی انحراف کیا جو بھٹو دور میں کی گئی تھیں۔ الٹا مارگریٹ تھیچر کی نیولبرل پالیسیاں اپنائی گئیں۔ کئی تضادات کی وجہ سے اس حکومت کو معزول کیا گیا اور مسلم لیگ کو اقتدار میں لایا گیا۔ کوئی سیاسی متبادل نہ ہونے کی وجہ سے محنت کش عوام نے اپنی جدوجہد کا اظہار پیپلز پارٹی کو ہی بنایا لیکن اب اس کی حمایت میں وہ تڑپ نہیں تھی جو 72-1968ء کے دور میں نظر آئی تھی۔ تاہم بینظیر کے ادوارِ اقتدار میں پارٹی کی بنیادی دستاویزات اور سوشلسٹ منشور سے انحراف بڑھتا چلا گیا اور عوام میں مزید مایوسی نے جنم لیا۔ لیکن محنت کشوں کے پاس سیاسی افق پر کوئی متبادل بہر حال موجود نہیں تھا۔ بینظیر کے دوسرے اقتدار کی معزولی کے بعد پارٹی کو نسبتاً زیادہ لمبے عرصے کے لئے اقتدار سے باہر رہنا پڑا۔ مشرف دور کی بلند معاشی شرح نمو کے باوجود سماجی تضادات میں اضافہ ہی ہوتا چلا گیا۔ وسیع تر پسے ہوئے عوام کا غم و غصہ 18 اکتوبر 2007ء کو بے نظیر کی جلاوطنی سے واپسی پر کراچی سے ابھر کر الیکشن مہم کے ساتھ ساتھ پورے ملک میں پھیلنے لگا۔ یہ انتخابی مہم ایک تحریک کی شکل اختیار کرنے لگی اور ریاست کے ایک دھڑے نے تحریک کے محور کو ختم کرنا ضروری سمجھا۔ بینظیر کے قتل کے بعد آنے والی پیپلز پارٹی کی حکومت میں عوام پر اتنے شدید اقتصادی اور سماجی حملے ہوئے کہ وہ گھائل اور شل ہو کر رہ گئے۔ روایتی قیادت کی ان بے وفائیوں سے جنم لینے والی سیاسی بیگانگی اور محنت کشوں کی کچھ پرتوں کی انتقامی کیفیت میں 2013ء کے انتخابات میں پیپلز پارٹی کو بھاری شکست اٹھانا پڑی لیکن اس کے بعد بھی پارٹی قیادت نے بائیں جانب کوئی جھکاؤ نہیں کیا بلکہ جمہوریت کے نام پر سرمایہ داری کو تقویت دینے والی پالیسیاں ہی جاری رکھیں۔

اس کیفیت میں آج عمومی طور پر سیاسی بے حسی شدت اختیار کر گئی ہے۔ پاکستان میں صرف 12 فیصد لوگ اس وقت رائج الوقت سیاست میں دلچسپی یا شراکت رکھتے ہیں۔ پیپلز پارٹی قیادت کے موجودہ تذبذب، نظریاتی انحراف اور محنت کش عوام کے حقیقی مفادات اور مطالبات سے لاتعلقی کی صورتحال میں پارٹی کے لئے عوامی حمایت کا حصول ممکن نہیں۔ لیکن سیاسی افق پر محنت کشوں اور

وسیع تر عوام کے سامنے بائیں بازو کا کوئی متبادل بھی موجود نہیں ہے۔ اس سیاسی جمود میں عدم دلچسپی بھی ہے اور عدم استحکام بھی ہے۔ اب کئی پیپلز پارٹیاں ابھرنے کی کوشش کر رہی ہیں۔ ان میں زیادہ سے زیادہ بائیں بازو کی اصلاح پسندی کی بات ہی کی جاتی ہے۔ تاہم سماجی بگاڑ اور معاشی بحران اس قدر شدید ہے کہ عوام کسی ریڈیکل انقلابی پالیسی کے بغیر کچھ حاصل نہیں کر سکتے۔

حالات و واقعات موجودہ سیاسی جمود اور بے حسی کو توڑیں گے لیکن محنت کشوں کی طبقاتی تحریک اگر ابھرے گی تو اپنا سیاسی اظہار کہاں اور کیسے کرے گی؟ حتمی تناظر اس وقت کلی طور پر ممکن نہیں ہے۔ اس کا دارومدار تحریک کی اپنی کیفیت، کردار اور شدت پر بھی ہوگا۔ پیپلز پارٹی کو چیر کر ایک نئی پارٹی کی شکل بھی ابھر سکتی ہے اور پیپلز پارٹی کو مروجہ قیادتوں سے آزاد کروا کر ایک نئی پیپلز پارٹی بھی تشکیل پا سکتی ہے۔ تاہم ایک بات واضح ہے کہ سرکاری پیپلز پارٹی کی تنزلی بہت شدید ہو چکی ہے۔

فی الوقت مختلف شعبوں اور اداروں (بالخصوص سرکاری اداروں) میں محنت کشوں کی تحریکیں ابھرتی ہیں لیکن مقداری طور پر بہت محدود اور زمان و مکان اور مطالبات کے لحاظ سے علیحدہ علیحدہ ابھرتی ہیں۔ اس قسم کے حالات میں مارکسسٹوں کے لئے انقلابی پارٹی کی تعمیر کٹھن اور صبر آزما عمل بن جاتی ہے۔ لیکن ایسے ہی وقتوں کے لئے لینن نے بار بار اپنی تحریروں میں "صبر، استقلال اور مستقل مزاجی" سے جدوجہد کی ضرورت پر زور دیا ہے۔ اس کتاب میں لینن نے بنیادی طور پر محنت کش طبقے اور عوام کی تحریکوں، تنظیموں، ٹریڈ یونینز، پارٹیوں، انتخابات اور ان کے اجتماع، جدوجہد اور سیاسی اظہار کے دوسرے اداروں اور مظاہر کے ساتھ کمیونسٹوں کے مسلسل جڑے رہنے کا لائحہ عمل اور طریقہ کار مرتب کیا ہے۔ لینن نے محنت کش طبقے کی تنظیموں کے برخلاف "انقلابی" تنظیمیں کھڑی کرنے کے طریقہ کار کی بھی مذمت کی ہے۔ اسی طرح پارلیمانیت اور دوسرے قانونی سیاسی طریقہ ہائے کار کو یکسر مسترد کر دینے کے رویے اور رجحان کو بھی آڑے ہاتھوں لیا ہے اور اسے "طفلانہ پن" قرار دیا ہے۔ اس کتاب کی افادیت آج بھی 1920ء کی نسبت کم نہیں ہے۔ آج کے عہد میں انقلابی طریقہ کار کی تخلیق اور ترتیب میں لینن کی یہ کتاب یقیناً بہت کارآمد ثابت ہوگی۔

لال خان

22 جون 2016ء

نئے ایڈیشن کے بارے میں

ولادیمیر لینن کی یہ شہرہ آفاق اور مارکسی نقطہ نظر سے انتہائی اہم کتاب طبقاتی جدوجہد پبلی کیشنز کی جانب سے تقریباً 15 سال بعد دوبارہ شائع کی جا رہی ہے۔ نئے ایڈیشن میں پروف ریڈنگ کے دوران ترجمے کو مزید آسان فہم اور جامع بنانے کی ہر ممکن کاوش کی گئی ہے۔اس کتاب میں لینن نے درجنوں جگہوں پر مختلف سیاسی مظاہر، شخصیات اور پارٹیوں کا حوالہ دیا ہے جن کی تشریح بوقت ضرورت چوکور بریکٹوں میں کی گئی ہے۔ علاوہ ازیں ابہام سے بچنے کے لئے کچھ پیچیدہ یا ہمہ رخی اصطلاحات کا انگریزی ترجمہ بھی ساتھ لکھا گیا ہے۔ہم امید کرتے ہیں کہ ہماری یہ کاوش کتاب کی روح کو سمجھنے میں قارئین کی معاون ثابت ہوگی۔

(1)

کس معنی میں ہم روسی انقلاب کی بین الاقوامی اہمیت کا ذکر کر سکتے ہیں؟

روس میں پرولتاریہ کے سیاسی اقتدار حاصل کرنے کے بعد (25 اکتوبر 1917ء) [نئے کیلنڈر کے مطابق 7 نومبر 1917ء] پہلے مہینوں کے دوران یہ محسوس ہو سکتا تھا کہ پسماندہ روس اور مغربی یورپ کے ترقی یافتہ ملکوں کے درمیان زبردست فرق کی وجہ سے ان موخر الذکر ملکوں میں پرولتاریہ کا انقلاب ہمارے ملک کے انقلاب سے بہت کم ملتا جلتا ہوگا۔ اب ہم ایسا کافی زیادہ بین الاقوامی تجربہ رکھتے ہیں جو انتہائی یقینی طور پر بتاتا ہے کہ ہمارے انقلاب کی بعض اہم خصوصیات مقامی، قومی، محض روسی نہیں ہیں بلکہ بین الاقوامی اہمیت رکھتی ہیں۔ میں یہاں بین الاقوامی اہمیت کا ذکر اس کے وسیع معنی کے لحاظ سے نہیں کر رہا ہوں: بعض ہی نہیں بلکہ ہمارے انقلاب کی ساری بنیادی اور بہت سی ثانوی خصوصیات تمام ملکوں پر اپنے اثر کے معنی میں بین الاقوامی اہمیت رکھتی ہیں۔ نہیں، میں نے یہاں ان الفاظ کا ذکر انتہائی محدود معنی میں کیا ہے یعنی بین الاقوامی اہمیت کے تحت بین الاقوامی پیمانے پر اس بات کے دہرائے جانے کی تاریخی ناگزیریت کو سمجھتے ہوئے جو ہمارے ملک میں ہوئی ہے، یہ بات ماننا پڑتی ہے کہ ہمارے انقلاب کی بعض خصوصیات اس اہمیت کی حامل ہیں۔

لیکن اس حقیقت کے بارے میں مبالغے سے کام لینا اور ہمارے انقلاب کی محض بعض بنیادی خصوصیات سے اس کو آگے لے جانا بہت بڑی غلطی ہوتی۔ ٹھیک اسی طرح یہ بھی نظر انداز کرنا غلطی ہوتی کہ پرولتاری انقلاب کی فتح کے بعد چاہے وہ ایک ہی ترقی یافتہ ملک میں کیوں نہ ہوتی غالباً زبردست تبدیلی ہوتی یعنی روس اس کے بعد جلد ہی مثالی نہ رہتا اور پھر پسماندہ ہو جاتا ("سوویت" اور سوشلسٹ دونوں معنی میں)۔

لیکن موجودہ تاریخی لمحے میں صورت حال یہ ہے کہ روسی مثال سب ملکوں کو کچھ نہ کچھ دکھا رہی ہے جو ان کے ناگزیر مستقبل قریب کیلئے بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ سارے ملکوں کے ہراول محنت کش

اس کو بہت عرصہ قبل سمجھ چکے ہیں اور انہوں نے اس کو اکثر دریافت کرنے کے بمقابلہ اپنی انقلابی طبقے کی حس سے زیادہ سمجھا ہے۔ یہی وجہ ہے سوویت اقتدار کی بین الاقوامی ''اہمیت'' کی (لفظ کے محدود معنی میں) اور بالشویک نظریئے اور طریقہ ہائے کار کے بنیادی اصولوں کی بھی۔ اس کو جرمنی میں کاؤتسکی اور آسٹریا میں اوٹو باؤیر اور فریڈرک ادلیر قسم کے دوسری انٹرنیشنل کے ''انقلابی'' لیڈروں نے نہیں سمجھا اور اسی وجہ سے وہ رجعت پرست اور انتہائی بڑی قسم کی موقع پرستی اور سماجی غداری کی وکالت کرنے والے ثابت ہوئے۔ برسبیل تذکرہ ''عالمی انقلاب'' (Weltevolution) کا گمنام پمفلٹ جو وی آنا میں 1919ء میں شائع ہوا* ان کے سارے طریقہء فکر اور سارے خیالات کے سلسلے کو زیادہ واضح کرکے دکھاتا ہے بلکہ یہ کہنا زیادہ ٹھیک ہوگا کہ ان کی حماقت علمیت کی نمائش، ذلالت اور مزدور طبقے کے مفادات سے غداری کی پوری گہرائی کو دکھاتا ہے--- اور وہ بھی ''عالمی انقلاب'' کے نظریئے کی ''وکالت'' کے پردے میں۔

بہرحال، ہم اس پمفلٹ پر کبھی دوسری بار تفصیلی روشنی ڈالیں گے۔ یہاں ہم صرف ایک اور بات کی طرف توجہ دینگے۔ بہت زمانے گزرے، جب کاؤتسکی ابھی مارکسسٹ تھا اور غدار نہیں بنا تھا، اس نے مورخ کی حیثیت سے اس سوال کو لیتے ہوئے اس صورتحال کے پیدا ہونے کے امکان کی پیش بینی کی تھی جس میں روسی پرولتاریہ کی انقلابیت مغربی یورپ کیلئے مثال بن جائے گی۔ یہ 1906ء کی بات ہے جب کاؤتسکی نے انقلابی ''اسکرا'' میں ''سلاف اور انقلاب'' نامی مضمون لکھا تھا۔ اس نے اس مضمون میں یہ لکھا تھا:

''موجودہ زمانے میں'' (1848ء کے برعکس) ''یہ خیال کیا جاسکتا ہے کہ نہ صرف سلاف انقلابی قوموں کی صفوں میں آگئے ہیں بلکہ انقلابی خیالات اور انقلابی عمل کا مرکز بھی زیادہ سے زیادہ سلاف لوگوں کی طرف منتقل ہوتا جارہا ہے۔ انقلابی مرکز مغرب سے مشرق کی طرف منتقل ہورہا ہے۔ انیسویں صدی کے پہلے نصف میں وہ فرانس میں اور عارضی طور پر انگلستان میں تھا۔ 1848ء میں جرمنی بھی انقلابی قوموں کی صفوں میں آ گیا... نئی صدی ایسے واقعات سے شروع ہوئی ہے جو اس خیال کی طرف لے جاتے ہیں کہ ہم انقلابی مرکز کی مزید منتقلی کی طرف لے جارہے ہیں یعنی روس کی طرف اس کی منتقلی... روس نے مغرب سے بہت کچھ انقلابی پیش قدمی حاصل کی ہے اور اب ممکن ہے وہ خود انقلابی سرچشمے کی حیثیت سے اس کی خدمت کیلئے تیار

ہو۔ممکن ہے کہ روسی انقلابی تحریک کا لپکتا ہوا شعلہ بے جان تنگ نظری اور نپی تلی سیاست کے اس رجحان کو صاف کر دینے کا زوردار ذریعہ ثابت ہو جو ہماری صفوں میں پھیلنا شروع ہو گیا ہے اور پھر جدوجہد کی پیاس اور ہمارے عظیم مقصد کے لئے پر جوش وفاداری کو بھڑکا دے۔مغربی یورپ کیلئے روس بہت دنوں سے محض رجعت پرستی اور مطلق العنانی کا گڑھ نہیں رہا ہے۔ بلکہ اب واقعات اس کے ٹھیک برعکس ہیں۔روس کے لئے مغربی یورپ رجعت پرستی اور مطلق العنانی کا گڑھ بن گیا ہے ... شاید روسی انقلابیوں نے زار سے مدت ہوئے نبٹ لیا ہوتا اگر ان کو بیک وقت اس کے اتحادی یعنی یورپی سرمائے کے خلاف بھی جدوجہد نہ کرنی پڑتی۔ہم امید کرتے ہیں کہ اس بار وہ دونوں دشمنوں سے نبٹنے میں کامیاب ہوں گے اور نیا ''مقدس اتحاد'' پہلے والوں کے مقابلے میں زیادہ جلدی ٹوٹے گا۔بہرحال روس کی موجودہ جدوجہد چاہے جس طرح ختم ہو اس میں شہیدوں کا (افسوس' کہ وہ کافی سے زیادہ ہوں گے) جو خون بہے گا اور مصیبتیں پیش آئیں گی وہ رائیگاں نہ ہوں گی۔وہ ساری مہذب دنیا میں سماجی انقلاب کی کونپلوں کو پروان چڑھائیں گی اور ان کو تیزی کے ساتھ زیادہ گداز بنائیں گی۔ 1848ء میں سلاف لوگ وہ جان لیوا پالا تھے جس نے عوامی بہار کے پھولوں کو مار دیا۔ممکن ہے کہ اب انکا نوشتہ تقدیر وہ طوفان بننا ہو جو رجعت پرستی کی برف کو توڑ دے اور قطعی طور پر اپنے ساتھ قوموں کیلئے نئی خوشگوار بہار لائے۔'' (کارل کاؤتسکی ''سلاف اور انقلاب'' نامی مضمون' روسی سوشل ڈیموکریٹ انقلابی اخبار ''اسکرا'' کے شمارے 18، 10 مارچ 1902ء میں)

18 سال پہلے کاؤتسکی نے خوب لکھا تھا!

(2)

بالشویکوں کی کامیابی کی ایک بنیادی شرط

غالباً اب تقریباً ہر شخص یہ دیکھتا ہے کہ بالشویک ڈھائی سال تو کیا' ڈھائی مہینے تک بھی برسر اقتدار نہیں رہ سکتے تھے' ہماری پارٹی میں سخت اور واقعی آہنی ڈسپلن کے بغیر' سارے محنت کش طبقے کی طرف سے اس کی بھرپور اور بے دریغ حمایت کے بغیر یعنی ان تمام محنت کشوں کی حمایت کے بغیر جو سوچنے سمجھنے والے' ایماندار' پر ایثار اور بااثر ہیں اور پسماندہ لوگوں کی پرت کو اپنے پیچھے لئے چلنے یا رغبت دینے کی صلاحیت رکھتے ہیں [کے بغیر ایسا ممکن نہ تھا]۔

پرولتاریہ کی ڈکٹیٹر شپ [آمریت] نئے طبقے کی انتہائی پر ایثار اور انتہائی بے دریغ جنگ ہے ایک بہت ہی طاقتور دشمن کے خلاف' بورژوازی کے خلاف' جس کی مزاحمت اس کا تختہ الٹنے سے (خواہ وہ ایک ہی ملک میں کیوں نہ ہو) دس گنا ہو جاتی ہے اور جس کی طاقت کا راز صرف بین الاقوامی سرمائے کی طاقت' بورژوازی کے بین الاقوامی روابط کی مضبوطی اور استحکام ہی نہیں ہے بلکہ رسم و رواج کی طاقت' چھوٹے پیمانے کی پیداوار کی طاقت بھی ہے۔ کیونکہ چھوٹے پیمانے کی پیداوار اب بھی دنیا میں باقی ہے اور بدقسمتی سے بہت ہے' اور چھوٹے پیمانے کی پیداوار متواتر' روزانہ' ہر گھنٹے' ہنگامی طور پر اور بڑے پیمانے پر سرمایہ داری اور بورژوازی کو جنم دیتی رہتی ہے۔ یہ تمام اسباب پرولتاریہ کی ڈکٹیٹر شپ کو ضروری بناتے ہیں اور بورژوازی پر فتح طویل' سخت اور زندگی و موت کی پر ایثار جنگ کے بغیر ناممکن ہے۔ یہ جنگ تحمل' ضابطے' پائیداری اور قوت ارادی کی استواری اور وحدت کا تقاضہ کرتی ہے۔

میں دہراتا ہوں' روس میں پرولتاریہ کی فتح یاب ڈکٹیٹر شپ کے تجربے نے ان لوگوں کو بھی صاف دکھا دیا ہے جو سوچنے کی صلاحیت نہیں رکھتے یا جن کو اس سوال کے بارے میں سوچنے کا موقع نہیں ملا ہے کہ قطعی مرکزیت اور پرولتاریہ کا سخت ضابطہ بورژوازی پر فتح کی ایک بنیادی شرط ہے۔

اس کے بارے میں اکثر کہا جاتا ہے۔ لیکن اس کے بارے میں بہت ناکافی سوچا جاتا ہے کہ اس کے معنی کیا ہیں اور کن حالات میں یہ ممکن ہے؟ کیا یہ بہتر نہ ہوتا کہ سوویت اقتدار اور بالشویکوں کی جو تعریفیں ہوتی ہیں ان کے ساتھ اکثر ان اسباب کا سنجیدہ تجزیہ بھی ہوتا کہ بالشویک

اس ڈسپلن کو کیوں قائم کر سکے جو انقلابی پرولتاریہ کیلئے ضروری تھا۔

بالشویزم کا وجود' سیاسی خیال کے رجحان اور سیاسی پارٹی کی حیثیت سے 1903ء سے ہے۔صرف بالشویزم کے وجود کی ساری مدت کی تاریخ ہی اس کی وضاحت قابل اطمینان طور پر کر سکتی ہے کہ وہ انتہائی مشکل حالات میں آہنی ڈسپلن کیوں قائم کر سکا اور برقرار رکھ سکا جو پرولتاریہ کی فتح کیلئے ضروری تھا۔

اور سب سے پہلے یہ سوال پیدا ہوتے ہیں: پرولتاریہ کی انقلابی پارٹی کا ڈسپلن کیسے برقرار رکھا جاتا ہے؟ اس کو کیسے آزمایا جاتا ہے؟ اس کو کیسے مضبوط کیا جاتا ہے؟ اول' پرولتاریہ کی ہراول پرتوں کے شعور اور انقلاب کیلئے اس [انقلابی پارٹی] کی وفاداری' اس کے تحمل' قربانی اور بہادری سے۔دوسرے' محنت کشوں کی زیادہ سے زیادہ تعداد سے' سب سے پہلے پرولتاریہ سے لیکن اسی طرح محنت کش لوگوں میں غیر پرولتاریہ کے ساتھ بھی پارٹی کے مربوط ہونے' قریب ترین رابطہ قائم رکھنے اور ان میں ایک حد تک مدغم ہونے کی صلاحیت سے۔تیسرے' سیاسی رہنمائی کی صحت [درستی] سے جو یہ ہراول دستہ [پارٹی] کر رہا ہے' اس کی حکمت عملی اور طریقہ کار کی صحت سے' بشرطیکہ وسیع پیمانے پر لوگ خود اپنے تجربے سے اس کی صحت کا یقین کر لیں۔ان حالات کے بغیر اس انقلابی پارٹی میں ڈسپلن نہیں حاصل کیا جا سکتا جو ہراول طبقے کی پارٹی ہونے کی حقیقی صلاحیت رکھتی ہو' جس کا مقصد بورژوازی کا تختہ الٹنا اور سارے سماج کی تشکیل نو کرنا ہے۔ان حالات کے بغیر' ڈسپلن قائم کرنے کی تمام کوششیں بے معنی' زبانی اور مضحکہ خیز ہوتی ہیں۔دوسری طرف یہ حالات یکدم نہیں پیدا ہو سکتے۔ان کی تخلیق طویل محنت اور سخت تجربے سے ہوتی ہے۔ان کی تخلیق میں صحیح انقلابی نظریئے سے آسانی ہوتی ہے جو اپنی جگہ پر کوئی جامد عقیدہ نہیں ہوتا بلکہ واقعی عوامی اور واقعی انقلابی تحریک کی عملی سرگرمیوں سے قریبی تعلق رکھنے سے حتمی شکل اختیار کرتا ہے۔

اگر 1917-20ء کے برسوں میں بالشویزم بے نظیر سخت حالات میں' انتہائی سخت مرکزیت اور آہنی ڈسپلن کی تخلیق کر سکا اور اس کو کامیابی سے قائم رکھا تو اس کا سبب روس کی متعدد تاریخی خصوصیات ہیں۔

ایک طرف 1903ء میں بالشویزم مارکسی نظریئے کی بہت ہی مضبوط بنیاد پر نمودار ہوا۔اسی

اورصرف اسی انقلابی نظریئے کی صحت کو نہ صرف ساری انیسویں صدی کے عالمی تجربے نے ثابت کیا بلکہ خاص طور سے روس میں انقلابی خیالات میں گمراہیوں، تذبذب، غلطیوں اور ناامیدیوں کے تجربے نے بھی۔ تقریباً نصف صدی کے دوران پچھلی صدی کی تقریباً پانچویں سے دسویں دہائی تک روس میں انتہائی وحشیانہ اور رجعت پرست زارشاہی کے ظلم کے حالات میں ترقی پسند خیالات رکھنے والے لوگ ایک صحیح انقلابی نظریئے کے بڑے شوق کے ساتھ متلاشی تھے اور امریکہ اور یورپ میں اس شعبے میں تمام اور ہر "آخری لفظ" کا بے نظیر کوشش اور گہرائی سے مطالعہ کرتے تھے۔ مارکس ازم کے اس واحد صحیح انقلابی نظریئے کو روس نے آدھی صدی کی تاریخ میں بے نظیر مصیبتوں اور قربانیوں کو جھیل کر، بے نظیر انقلابی بہادری، ناقابل یقین توانائی، پرایثار تلاش، مطالعہ، عملی آزمائش، ناامیدی، تصدیق اور یورپ کے تجربے سے حاصل کیا۔ زارشاہی سے مجبور ہو کر جو سیاسی جلاوطنی نصیب ہوئی اس کی بدولت انیسویں صدی کے دوسرے نصف میں انقلابی روس نے بین الاقوامی روابط کی ایسی دولت اور انقلابی تحریک کے عالمی اشکال اور نظریات کے بارے میں ایسی لاجواب معلومات حاصل کیں جو کسی دوسرے ملک کو نصیب نہیں ہوئی تھیں۔

دوسری طرف، بالشویزم جو نظریئے کی اس سنگلاخ بنیاد پر نمودار ہوا تھا عملی تاریخ کے ایسے پندرہ برسوں (17-1903ء) سے گزرا جن کی نظیر اپنے تجربے کی دولت کے لحاظ سے دنیا میں نہیں ملتی۔ کیونکہ کوئی بھی ملک ان پندرہ سال کے دوران ایسے بڑے انقلابی تجربے کے قریب تک نہیں پہنچا، تحریک کی ایسی مختلف شکلوں --- قانونی اور غیر قانونی، پرامن اور طوفانی، پوشیدہ اور اعلانیہ، مقامی حلقوں اور عوامی تحریکوں، پارلیمانی اور دہشت انگیز شکلوں کے تیز اور نوع بنوع سلسلے سے نہیں گزرا۔ کسی دوسرے ملک میں ایسے مختصر وقت میں جدید سوسائٹی کے تمام طبقوں کی جدوجہد کی شکلوں، رنگوں اور طریقوں کا ایسا ذخیرہ نہیں اکٹھا ہوا تھا، ایسی جدوجہد جو ملک کی پسماندگی اور زارشاہی کی سختی کی وجہ سے غیر معمولی تیزی کے ساتھ پختہ ہوئی اور امریکہ اور یورپ کے سیاسی تجربے کے معقول "آخری لفظ" کو بڑے شوق اور کامیابی کے ساتھ اپنے میں ضم کرلیا۔

(3)

بالشویزم کی تاریخ میں خاص منزلیں

انقلاب کی تیاری کے سالوں میں (1903-5ء) ہر جگہ یہ محسوس کیا گیا کہ ایک بڑا طوفان قریب آ رہا ہے۔ تمام طبقوں میں ابال اور تیاری کی حالت تھی۔ بیرون ملک تارکین وطن کا پریس انقلاب کے سارے بنیادی مسائل پر نظریاتی بحث کر رہا تھا۔ تین بنیادی طبقوں کے نمائندے، تین اہم سیاسی رجحانات --- یعنی اعتدال پرست بورژوا، پیٹی بورژوا ڈیموکریٹک (جو ''سوشل ڈیموکریٹک'' اور ''سوشل انقلابی'' رجحانات کے لیبل میں تھے) اور پرولتاری انقلابی --- نے لائحہ عمل اور طریقہ کار کے ایشو پر انتہائی سخت جدوجہد کرتے ہوئے اس اعلانیہ طبقاتی جدوجہد کی پیش بینی اور تیاری کی جو سامنے کھڑی تھی۔ ان تمام مسائل کا جائزہ جن کیلئے عوام نے 1905-7ء میں، اور 1917-20ء میں مسلح جدوجہد کی، ابتدائی شکل میں، اس وقت کے پریس کے ذریعہ لیا جا سکتا ہے (اور لینا چاہئے)۔ ان تین خاص رجحانات کے درمیان، درحقیقت، بہت سی درمیانی، عبوری اور نیم یقینی شکلیں تھیں۔ یہ کہنا زیادہ صحیح ہوگا کہ پریس کے ترجمانوں، پارٹیوں، جتھوں اور گروہوں کی جدوجہد میں ان سیاسی اور نظریاتی رجحانات نے جو واقعی طبقاتی نوعیت رکھتے تھے معین شکل اختیار کر لی تھی، طبقات نے آنے والی لڑائیوں کیلئے اپنے آپ کو نظریاتی سیاسی اسلحہ سے لیس کر لیا تھا۔

انقلاب کے سال (1905-7ء)۔ سارے طبقے کھل کر میدان میں آ گئے۔ لائحہ عمل اور طریقہ کار کے متعلق سارے خیالات کو عوام کے اقدام سے آزمایا گیا۔ ہڑتالوں کی جدوجہد اپنی شدت اور وسعت کے لحاظ سے دنیا میں بے نظیر تھی۔ معاشی ہڑتال نے سیاسی ہڑتال کی شکل اختیار کی اور سیاسی ہڑتال نے بغاوت کی۔ رہنما پرولتاریہ اور متزلزل پیچھے چلنے والے کسانوں کے درمیان تعلقات کی عملی طور پر آزمائش ہوئی۔ جدوجہد کے ہنگامی ارتقا کے دوران تنظیم کی سوویت شکل پیدا ہوئی۔ سوویتوں کی اہمیت کے بارے میں اس زمانے کے بحث مباحثوں نے 1917-20ء کے برسوں کی عظیم جدوجہد کی پیش بینی کی۔ جدوجہد کی پارلیمانی اور غیر پارلیمانی شکلوں میں، پارلیمنٹ کے بائیکاٹ کی جگہ پارلیمنٹ میں حصہ لینے کے طریقہ کار، اور جدوجہد کی

قانونی اور غیر قانونی شکلوں میں ادل بدل اور ساتھ ہی ان کے باہمی تعلقات اور روابط --- یہ سب اپنے مواد کی حیرت انگیز دولت کی وجہ سے نمایاں تھا۔ اس دور کا ہر مہینہ سیاسی سائنس کی بنیادوں کی تعلیم کے لحاظ سے، عوام اور لیڈروں، طبقوں اور پارٹیوں کیلئے ''پر امن'' اور ''آئینی'' ارتقا کے ایک پورے سال کے برابر تھا۔ 1905ء کے ''ڈریس ریہرسل'' کے بغیر 1917ء کے اکتوبر انقلاب کی فتح ممکن نہ ہوتی۔

رجعت پرستی کے سال (1907-10ء)۔ زارشاہی کی فتح ہوئی۔ ساری انقلابی اور مخالف پارٹیاں ٹوٹ پھوٹ گئیں۔ یاس، بددلی، پھوٹ، تفرقہ، غداری اور فحش نگاری نے سیاست کی جگہ لے لی۔ فلفسیانہ آئیڈیلزم کی طرف کشش زیادہ بڑھ گئی، عرفانیت (Mysticism) انقلاب دشمن جذبات کا پردہ بن گئی۔ لیکن اسی وقت اس زبردست شکست نے ہی انقلابی پارٹیوں اور انقلابی طبقے کو سچا اور کارآمد سبق دیا، تاریخی جدلیات کا سبق، سیاسی جدوجہد کو سمجھنے اور اس کو ماہرانہ اور فنکارانہ طور سے کرنے کا سبق۔ دوستوں کی پہچان مصیبت میں ہوتی ہے۔ شکست خوردہ فوجیں اچھا سبق حاصل کرتی ہیں۔

فتح یاب زارشاہی کو مجبور ہونا پڑا کہ وہ روس میں بورژوا سماج سے قبل والی اور سرقبیلی زندگی کی باقیات کا جلد از جلد خاتمہ کر دے۔ روس کا بورژوا ارتقا لا جواب تیزی کے ساتھ ہو رہا تھا۔ طبقات سے علیحدہ اور طبقات سے اوپر جو واہمے (Illusions) تھے، سرمایہ دارنظام سے گریز کے امکانات کے جو واہمے تھے وہ خاک میں مل گئے ہیں۔ طبقاتی جدوجہد بالکل نئے اور زیادہ واضح روپ میں آئی۔

انقلابی پارٹیوں کو آخر تک سبق لینا چاہیے۔ انہوں نے حملہ کرنا سیکھا۔ اب یہ سمجھنا پڑا کہ اس سائنس میں ایسی سائنس کا اضافہ کرنا چاہئے کہ کس طرح صحیح طور پر پسپائی اختیار کی جائے۔ یہ سمجھنا پڑا اور انقلابی طبقے نے اپنے تلخ تجربے سے یہ سمجھنا سیکھا کہ صحیح طور پر حملہ کرنے اور صحیح طور پر پسپائی اختیار کرنے کا فن سیکھے بغیر فتح حاصل کرنا ناممکن ہے۔ تمام ٹوٹی پھوٹی مخالف اور انقلابی پارٹیوں میں بالشویک سب سے زیادہ منظم انداز میں اور اپنی ''فوج'' کے سب سے کم نقصان کے ساتھ، اس کے قلب کو سب سے زیادہ محفوظ رکھ کر، سب سے کم تفرقوں (Splits) کے ساتھ، سب سے کم بددلی اور زیادہ سے زیادہ وسیع، صحیح اور زوردار طور پر اپنے کام کو دوبارہ شروع کرنے کی

صلاحیت کے ساتھ پسپا ہوئے۔اور بالشویکوں نے اس کو صرف اس لئے حاصل کیا کہ انہوں نے بے حد سختی سے انقلابی لفاظی کرنے والوں کا پردہ چاک کیا اوران کو نکال باہر کیا جو یہ سمجھنا نہیں چاہتے تھے کہ پیچھے ہٹنے کی ضرورت ہے‘ کہ پیچھے ہٹنے کی مہارت کی ضرورت ہے‘ کہ انتہائی رجعت پرست پارلیمنٹوں میں‘انتہائی رجعت پرست ٹریڈ یونینوں‘ کوآپریٹو اور بیمے وغیرہ کی تنظیموں میں قانونی کام کرنا سیکھنے کی قطعی ضرورت ہے۔

ابھار کے سال (1910-14ء)۔ابتدا میں پیش رفت ناقابل یقین طور پر سست رفتار تھی‘ پھر 1912ء کے دریائے لینا کے واقعہ کے بعد کچھ زیادہ تیز ہوگئی۔بے نظیر مشکلات پر قابو حاصل کر کے بالشویکوں نے منشویکوں کو پیچھے دھکیلا جن کا رول مزدور تحریک میں بورژوا ایجنٹوں کی حیثیت سے 1905ء کے بعد ساری بورژوازی نے خوب سمجھ لیا تھااور اسی لئے ساری بورژوازی نے بالشویکوں کے خلاف ہزاروں طرح سے ان کی حمایت کی تھی۔لیکن بالشویک ایسا کرنے میں کبھی کامیاب نہ ہوتے اگر وہ غیر قانونی کام کے ساتھ ساتھ ’’قانونی امکانات‘‘ کو لازمی طور پر استعمال کرنے کے صحیح طریقہ کار کو نہ اپناتے۔انتہائی رجعت پرست ڈوما [روسی پارلیمنٹ] میں بالشویکوں نے سارے مزدور گروپ کو جیت لیا۔

پہلی عالمی سامراجی جنگ (1914-17ء)۔قانونی پارلیمانیت نے انتہائی رجعت پرست ’’پارلیمنٹ‘‘ کے حالات میں ’انقلابی پرولتاریہ کی پارٹی‘ بالشویکوں کی انتہائی کارآمد خدمت کی۔بالشویک ممبروں کو سائبیریا بھیج دیا گیا۔سوشل سامراجیت [لفاظی میں سوشلسٹ اور عمل میں سامراجی] ‘سوشل شاونزم [خود کو سوشلسٹ قرار دینے والوں کی طرف سے جنگ میں قوم پرستی اور ’’اپنے ملک‘‘ کی حمایت] ‘سوشل حب الوطنی [سوشلزم اور حب الوطنی کا ملغوبہ] ‘ بااصول اور بے اصول بین الاقوامیت‘ امن پرستی (Pacifism) اور امن پرستوں کے واہموں کی انقلابی تردید کے خیالات کے تمام رنگوں کو تارکین وطن کے پریس میں پوری طرح پیش کیا گیا۔دوسری انٹرنیشنل کے پڑھے لکھے احمق اور بوڑھی عورتیں جنہوں نے حقارت اور غرور سے روسی سوشلسٹ تحریک میں ’’گروہوں‘‘ (Factions) کی افراط اوران کے درمیان شدید جدوجہد پر ناک بھوں سکوڑی تھیں جب جنگ نے تمام ترقی یافتہ ملکوں میں ان کو ڈینگ بھری ’’قانون پرستی‘‘ [یعنی صرف نظام کے قانون ڈھانچوں میں رہتے ہوئے سیاسی کام] سے

محروم کر دیا تو وہ ایسے آزاد (غیر قانونی) تبادلہ خیال اور صحیح نظریات کی ایسی آزاد (غیر قانونی) ترتیب کے قریب تک بھی نہ پہنچ سکے جیسا کہ روسی انقلابیوں نے سوئٹزرلینڈ اور معتدد دوسرے ملکوں میں کیا تھا۔ اسی لئے تمام ملکوں کے کھلے ہوئے سوشل حب الوطن اور ''کاؤتسکی کے حامی'' بھی پرولتاریہ کے انتہائی زبردست غدار ثابت ہوئے۔ اور اگر 1917-20ء کے برسوں میں بالشویکوں کی فتح ہوئی تو اس فتح کا ایک بنیادی سبب یہ تھا کہ بالشویکوں نے 1914ء کے آخر میں ہی سوشل شاونزم اور ''کاؤتسکی ازم'' (جن سے فرانس میں لونگے ازم' انگلستان میں انڈپنڈٹ لیبر پارٹی اور فیبئن لوگوں کے لیڈروں کے خیالات اٹلی میں توراتی وغیرہ وغیرہ کے خیالات مطابقت رکھتے ہیں) کی گندگی' ذلالت اور خباثت کا پردہ انتہائی سختی کے ساتھ چاک کرنا شروع کر دیا تھا اور بعد میں عوام کو خود اپنے تجربے سے بالشویک نظریات کے صحیح ہونے کا زیادہ سے زیادہ یقین ہوتا گیا۔

روس میں دوسرا انقلاب (فروری سے اکتوبر 1917ء تک)۔ زارشاہی کی ناقابل یقین ضعیفی اور متروکیت نے (مصیبت بھری جنگ کی ضربوں اور صعوبتوں کی مدد سے) اس کے خلاف ناقابل یقین بربادی کی طاقت پیدا کر دی۔ چند دنوں کے اندر روس بورژوا جمہوری ریپلک میں تبدیل ہو گیا جو' جنگ کی حالت میں' دنیا کے ہر ملک سے زیادہ آزاد تھی۔ حزب مخالف اور انقلابی پارٹیوں کے لیڈر حکومت منظّم کرنے لگے جیسا کہ انتہائی ''صحیح معنوں میں پارلیمانی'' رپبلکوں میں ہوتا ہے۔ اس واقعہ نے کہ کوئی پارلیمنٹ میں حزب مخالف کا لیڈر رہا ہے' چاہے وہ انتہائی رجعت پرست ہو' انقلاب میں اس لیڈر کے آئندہ رول کو آسان بنا دیا۔

منشویکوں اور ''سوشلسٹ انقلابیوں'' نے چند ہفتوں میں دوسری انٹرنیشنل کے یورپی ہیروز' وزرات کے حامیوں اور دوسرے ایسے ویسے موقع پرستوں کے طور طریقوں' دلیلوں اور دھوکے کی باتوں کو لاجواب طور پر اپنا لیا۔ اب ہم جو کچھ شیڈ مانوں اور نوسکیوں' کاؤتسکی اور ہلفرڈنگ کے بارے میں' اینیر اور اوسترلتز' اوٹو باؤیر اور فریتس ادلیر' توراتی اور لونگے کے بارے میں' فیبئو ں اور برطانیہ کی انڈپنڈٹ لیبر پارٹی کے لیڈروں کے بارے میں پڑھتے ہیں' وہ سب ہم کو اکتا دینے والی تکرار اور جانے پہچانے' پرانے موضوع کا اعادہ معلوم ہوتا ہے (اور واقعی ہے بھی)۔ ہم یہ سب منشویکوں میں [پہلے ہی] دیکھ چکے ہیں۔ تاریخ نے مذاق کیا اور پسماندہ ملک کے موقع پرستوں کو

بعض ترقی یافتہ ملکوں کے موقع پرستوں کا پیش رو بنا دیا۔

[فلپ 'شیڈ مان' جرمن سوشل ڈیموکریٹک پارٹی (SPD) کا رہنما تھا جس نے بورژوازی کا ساتھ دیتے ہوئے 19-1918ء کے جرمن انقلاب سے غداری کی۔ وہ 1919ء میں جرمنی کا چانسلر یا وزیراعظم بھی بنا۔ گستاؤ 'نوسکی' بھی SPD کا رہنما تھا جس کا کردار شیڈ مان سے مختلف نہ تھا اور وہ 1919ء میں جرمنی کا وزیر دفاع بنا اور روزا لکسمبرگ کے قاتلوں میں سے تھا۔ کارل کاؤتسکی پہلی عالمی جنگ تک مارکسی تھیوری کا سب سے بڑا استاد مانا جاتا تھا تاہم بعدازاں وہ بالشویزم اور سوویت ریاست کا سب سے مخالف بلکہ دشمن ثابت ہوا۔ اوپر کے پیراگراف میں لینن نے مختلف سیاسی رہنماؤں کا ذکر انقلاب دشمنی، موقع پرستی اور سوشل ڈیموکریسی کی روایتی غداری کے تناظر میں کیا ہے۔]

اگر دوسری انٹرنیشنل کے سارے ہیرو دیوالئے ہو گئے ہیں اور سوویتوں اور سوویت اقتدار کی اہمیت اور رول کے بارے میں اپنے آپ کو رسوا کر چکے ہیں، اگر اس مسئلے میں تین بہت اہم پارٹیوں کے لیڈروں نے جو اب دوسری انٹرنیشنل کو چھوڑ چکی ہیں (یعنی جرمن انڈیپنڈنٹ سوشل ڈیموکریٹک پارٹی، فرانسیسی لونگے کے حامی اور برطانوی انڈیپنڈنٹ لیبر پارٹی) خاص کر ''نمایاں'' طور سے بدنامی مول لی ہے اور گمراہی اختیار کی ہے، اگر ان سب نے اپنے آپ کو پیٹی بورژوا ڈیموکریسی کے تعصّبات کا غلام ثابت کیا ہے (بالکل 1848ء کے پیٹی بورژوا لوگوں کے جذبے میں جو اپنے کو ''سوشل ڈیموکریٹ'' کہتے تھے)، تو ہم یہ سب منشویکوں کی مثال سے دیکھ چکے ہیں۔ تاریخ نے یہ مذاق کیا کہ روس میں 1905ء کی سوویتوں کا جنم ہوا، فروری تا اکتوبر 1917ء میں منشویکوں نے سوویتوں کے رول اور اہمیت کو نہ سمجھ کر اپنے دیوالیہ پن کا اظہار کیا اور ان کو جعلی بنا دیا، اب سوویت اقتدار کا خیال ساری دنیا میں ابھرا ہے اور سارے ملکوں کے پرولتاریہ کے درمیان بے نظیر تیزی سے پھیل رہا ہے اور دوسری انٹرنیشنل کے پرانے ہیرو سوویتوں کے رول اور اہمیت کو سمجھنے کی عدم صلاحیت کی وجہ سے بھی ہمارے منشویکوں کی طرح ہر طرف دیوالیہ ہو گئے ہیں۔ تجربے نے ثابت کیا ہے کہ پرولتاری انقلاب کے بعض اہم سوالوں کے بارے میں سارے ملکوں کو ناگزیر طور پر وہی کرنا ہوگا جو روس نے کیا ہے۔

ان خیالات کے باوجود جو آجکل یورپ اور امریکہ میں اکثر ملتے ہیں' بالشویکوں نے پارلیمانی اور (درحقیقت) بورژوا ریپبلک کے خلاف اور منشویکوں کے خلاف اپنی فاتحانہ جدوجہد بہت ہوشیاری سے شروع کی اوراس کی تیاری کوئی آسان کام نہ تھا۔ مذکورہ دور کی ابتدا میں ہم نے حکومت کا تختہ الٹنے کی اپیل نہیں کی بلکہ سوویتوں کی ترتیب وتشکیل اور مزاج میں تبدیلی کے بغیر اس طرح تختہ الٹنے کے ناممکن ہونے کی وضاحت کی۔ ہم نے بورژوا پارلیمنٹ' آئین ساز اسمبلی کے بائیکاٹ کا اعلان نہیں کیا بلکہ کہا--- اور ہماری پارٹی کی اپریل (1917ء) کانفرنس کے بعد سرکاری طور پر پارٹی کی طرف سے کہا--- کہ آئین ساز اسمبلی رکھنے والی بورژوا ریپبلک بہتر ہے آئین ساز اسمبلی نہ رکھنے والی بورژوا ریپبلک سے' لیکن ''مزدوروں اور کسانوں کی ریپبلک'' یعنی سوویت ریپبلک کسی بھی بورژوا ڈیموکریٹک پارلیمانی ریپبلک سے بہتر ہوگی۔ بغیر ایسی محتاط ہمہ گیر' ہوشیارانہ اور طویل تیاری کے ہم نے نہ تو اکتوبر 1917ء میں فتح حاصل کی ہوتی اور نہ اس فتح کو برقرار رکھ سکتے۔

(4)

مزدور تحریک کے اندر کس طرح دشمنوں سے جدوجہد میں بالشویزم پروان چڑھا' تپا اور پختہ ہوا؟

سب سے پہلے اور زیادہ تر اس موقع پرستی کے خلاف جدوجہد میں جو 1914ء میں قطعی طور پر سوشل شاؤنزم [یعنی جنگ کے دوران خود کو ”سوشلسٹ“ کہنے والوں کی طرف سے قوم پرستی اور ”اپنے ملک“ کی حمایت کا رجحان] میں تبدیل ہوگئی اور جس نے قطعی طور پر پرولتاریہ کے خلاف بورژوازی کی طرفداری کی۔ قدرتی طور پر' مزدور طبقے کی تحریک کے اندر بالشویزم کی یہی خاص دشمن تھی۔ یہ اب بھی بین الاقوامی پیمانے پر خاص دشمن ہے۔ بالشویک اس دشمن کی طرف بڑی توجہ دیتے رہے تھے اور اب بھی دے رہے ہیں۔ بالشویکوں کی سرگرمی کا یہ پہلو اب غیر ملکوں میں بھی کافی شہرت حاصل کر چکا ہے۔

مزدور طبقے کے اندر بالشویزم کے دوسرے دشمن کی بات اور ہے۔ دوسرے ملکوں میں اس کے بارے میں بہت کم معلومات ہیں کہ بالشویزم اس پیٹی بورژوا انقلابیت کے خلاف جدوجہد کے طویل برسوں میں پروان چڑھا' مضبوط ہوا اور پختہ بنا جو انارکزم (Anarchism) [انقلابی پارٹی اور عبوری مراحل یعنی سوشلزم، مزدور ریاست یا پرولتاری آمریت کے بغیر براہ راست نجی ملکیت اور ریاست کے خاتمے کی بات کرنے والے] کی مہک رکھتی ہے یا اس سے کچھ نہ کچھ مستعار لیتی ہے' جو پائیدار پرولتاری طبقاتی جدوجہد کی شرائط اور تقاضوں پر کسی طرح پوری نہیں اترتی ہے۔ مارکسسٹوں کیلئے نظریاتی طور پر یہ پوری طرح ثابت ہوگیا ہے۔ اور یورپ کے تمام انقلابوں اور انقلابی تحریکوں کے تجربے نے اس کی پوری تصدیق کی ہے کہ چھوٹا صاحب جائیداد' چھوٹا مالک (ایک سماجی ٹائپ جس کی بہت سے یورپی ملکوں میں کافی وسیع اور کثیر تعداد میں نمائندگی ہے) جو سرمایہ دارانہ نظام میں مستقل جبر و تشدد کا اور اکثر حالات زندگی میں انتہائی شدید اور تیز ابتری و بربادی کا شکار رہتا ہے' آسانی سے انقلابی انتہائیوں تک پہنچ سکتا ہے' لیکن تحمل' تنظیم' ضابطے اور استقلال کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ سرمایہ داری کی دہشت سے ”بدحواس“ پیٹی بورژوازی' یہ ایسا معاشرتی مظہر ہے جو انارکزم کی طرح سارے سرمایہ دار ملکوں کی

خصوصیت ہے۔ایسی انقلابیت کی ناپائیداری اوراس کا بانجھ پن، تابعداری، بددلی، اورحتیٰ کہ کسی نہ کسی بورژوا "فیشن ایبل" رجحان کی طرف "جنون آمیز" کشش میں تیزی سے اس کی تبدیلی کی صلاحیت--- یہ ساری باتیں عام طور پر ہمارے ساتھ ساتھ سب کو معلوم ہیں۔لیکن ان حقائق کا نظریاتی یا تجریدی اعتراف انقلابی پارٹیوں کو پرانی غلطیوں سے بری طرح نہیں کردیتا جو ہمیشہ غیر متوقع مواقع پر نمودار ہوتی ہیں، کچھ نئی شکل میں، ایسے بھیس یا ماحول میں جو پہلے نہیں دیکھا گیا تھا، انوکھی--- کم وبیش انوکھی صورتحال میں۔

انارکزم اکثر مزدور طبقے کی تحریک کے موقع پرست گناہوں کیلئے ایک طرح کی سزا رہا ہے۔ دونوں نقائص میں تال میل رہا ہے۔اور اگر روس میں، بمقابلہ یورپی ملکوں کے اس کی آبادی کی زیادہ پیٹی بورژوا تشکیل کے باوجود، انارکزم کا اثر دو انقلابوں (1905ء اور 1917ء) اور ان کی تیاری کے دوران بہت ہی کم تھا تو اس کیلئے بلاشبہ بالشویزم ایک حد تک قابل تعریف ہے جس نے موقع پرستی کے خلاف ہمیشہ انتہائی اور غیر مصالحانہ جدوجہد کی ہے۔میں "ایک حد تک" کہتا ہوں کیونکہ روس میں انارکزم کو کمزور کرنے کے کام میں اور زیادہ اہم رول اس بات نے ادا کیا کہ ماضی میں (19ویں صدی کی آٹھویں دھائی میں) انارکزم نے غیر معمولی طور پر ترقی کی اور آخری حد تک اپنی غلطیوں کے ذریعے اپنی نامعقولیت انقلابی طبقے کے سامنے آشکار کی۔

1903ء میں جب بالشویزم نمودار ہوا تو اس نے پیٹی بورژوازی، نیم انارکسٹ انقلابیت کے خلاف شدید جدوجہد کی روایت کو اپنایا، ایسی روایت کو جو ہمیشہ سے انقلابی سوشل ڈیموکریسی میں موجود تھی اور 3-1900ء کے دوران ہمارے ملک میں خاص طور سے مضبوط ہوگئی تھی جبکہ روس میں انقلابی پرولتاریہ کی ایک عوامی پارٹی کی بنیادیں ڈالی جارہی تھیں۔بالشویزم نے اس پارٹی کے خلاف جدوجہد کو سنبھالا اور جاری رکھا جو سب سے زیادہ پیٹی بورژوا انقلابیت کے رجحانات کا اظہار کرتی تھی یعنی "سوشلسٹ انقلابیوں" کی پارٹی سے۔یہ جدوجہد تین اہم نکات پر ہورہی تھی۔اول تو یہ پارٹی جو مارکسزم کو مسترد کرتی تھی، کوئی سیاسی اقدام کرنے سے پہلے طبقاتی طاقتوں اوران کے باہمی تعلقات کے سخت معروضی جائزے کی ضرورت کو سمجھنے سے ضد کے ساتھ منکر تھی۔(یہ کہنا زیادہ ٹھیک ہوگا کہ نہیں سمجھ سکتی تھی)۔دوسرے یہ پارٹی اپنی خاص "انقلابیت" یا "بایاں پن" انفرادی دہشت گردی اور قاتلانہ اقدامات کو تسلیم کرنے میں سمجھتی تھی جس کو ہم

مارکسسٹ قطعی طور پر مسترد کرتے تھے۔ ظاہر ہے کہ ہم نے انفرادی دہشت گردی کو صرف مصلحتاً مسترد کیا جبکہ وہ لوگ جنہوں نے ’’اصولی طور پر‘‘ عظیم فرانسیسی انقلاب کی دہشت کی یا عام طور پر، ساری دنیا کی بورژوازی سے گھری ہوئی فتحیاب انقلابی پارٹی [یعنی انقلاب کے بعد کے حالات میں بالشویک پارٹی] کی دہشت کی مذمت کی ان کا مذاق و مضحکہ پلیخانوف نے 3-1900ء میں ہی اڑایا تھا جب وہ مارکسسٹ اور انقلابی تھا۔ تیسرے ’’سوشلسٹ انقلابی‘‘ جرمن سوشلسٹ ڈیموکریٹک پارٹی کی نسبتاً غیر اہم موقع پرست خامیوں پر ہنسنے کو ’بایاں پن‘‘ سمجھتے تھے جبکہ وہ اس پارٹی کے شدید موقع پرستوں کی خود نقل کرتے تھے مثلاً زرعی مسئلے میں یا پرولتاریہ کی ڈکٹیٹرشپ کے مسئلے میں۔

برسبیل تذکرہ، تاریخ نے اب وسیع اور عالمی پیمانے پر اس رائے کی تصدیق کر دی ہے جس کی وکالت ہم نے ہمیشہ کی یعنی یہ کہ انقلابی جرمن سوشل ڈیموکریسی (غور کیجئے کہ 3-1900ء میں ہی پلیخانوف نے برنسٹائن کو پارٹی سے نکالنے کا مطالبہ کیا تھا اور 1913ء میں بالشویکوں نے اس روایت کو جاری رکھتے ہوئے لیگین کی ساری ذلالت، کمینگی اور غداری کا پردہ چاک کیا) ایسی پارٹی سے بالکل قریب ہو گئی تھی جو انقلابی پرولتاریہ کو فتح حاصل کرنے کیلئے چاہئے تھی۔ اب 1920ء میں جنگ کے دوران اور جنگ کے بعد کے پہلے برسوں کی تمام شرمناک تباہیوں اور بحرانوں کے بعد یہ بات صاف دکھائی دیتی ہے کہ تمام مغربی پارٹیوں میں سے جرمن انقلابی سوشل ڈیموکریسی نے ہی زیادہ اچھے لیڈر دیئے اور دوسروں کے مقابلے میں جلدی سنبھالا لیا، صحت مند بنی اور دوبارہ مضبوط ہو گئی۔ یہ اسپارٹک والوں (Spartacists) کی پارٹی [روزا لکسمبرگ کی پارٹی] اور ’’جرمن انڈیپنڈنٹ سوشل ڈیموکریٹک پارٹی‘‘ کے بائیں پرولتاری بازو میں دیکھا جا سکتا ہے جو کاؤتسکیوں، ہلفر ڈنگوں، لیڈروں اور کریسپیوں کی موقع پرستی اور بے کرداری کے خلاف اٹل جدوجہد کر رہی ہے۔ اگر ایک مکمل تاریخی دور پر نظر ڈالی جائے یعنی پیرس کمیون سے لے کر پہلی سوشلسٹ سوویت ریپبلک تک تو انارکزم کی طرف مارکس ازم کا عام رویہ قطعی واضح اور مسلمہ ہو جاتا ہے۔ آخر کار مارکسزم صحیح ثابت ہوا اور اگر انارکسٹوں نے زیادہ تر سوشلسٹ پارٹیوں کے درمیان ریاست کے بارے میں پھیلے ہوئے موقع پرست نظریات کو بجا طور پر آشکار کیا تو اول، اس موقع پرستی کا تعلق ریاست کے بارے میں مارکس کے خیالات کی توڑ مروڑ اور حتیٰ کہ ان کو چھپانے سے

تھا(میں نے اپنی کتاب ''ریاست اور انقلاب'' میں یہ بتایا ہے کہ ببیل نے اینگلز کا ایک خط 36 سال تک 1875ء سے 1911ء تک چھپائے رکھا جس میں ریاست کے بارے میں رائج سوشل ڈیموکریٹک خیالات کی موقع پرستی کا خاص وضاحت' شدت' صفائی اور صراحت کے ساتھ پردہ چاک کیا گیا تھا)' دوسرے ان موقع پرست خیالات کی تصحیح اور سوویت اقتدار کی بورژوا پارلیمانی جمہوریت پر برتری کا اعتراف سب سے زیادہ وسیع پیمانے پر اور تیزی سے یورپی اور امریکی سوشلسٹ پارٹیوں کے مارکسی رجحانات کے اندر ہوا۔

بالشویزم نے خود اپنی پارٹی کے اندر ''بائیں'' انحرافات کے خلاف جو جدوجہد چلائی اس نے دو مواقع پر خاص طور سے وسیع صورت اختیار کر لی: 1908ء میں اس سوال پر کہ آیا انتہائی رجعتی ''پارلیمنٹ'' اور مزدوروں کی ان جائز انجمنوں میں شرکت کی جائے یا نہیں جن پر انتہائی رجعت پرست قوانین کے ذریعہ پابندیاں عائد کی جا رہی تھیں اور پھر 1918ء میں (بریسٹ لیٹوسک کا معاہدہ) [جس کے ذریعے انقلاب کے بعد جرمنی کے ساتھ جنگ بندی کر کے بالشویکوں نے روس کو پہلی عالمی جنگ سے نکالا] اس سوال پر کہ کون سا ''سمجھوتہ'' ٹھیک ہوگا۔

1908ء میں ''بائیں بازو'' کے بالشویکوں کو ہماری پارٹی سے نکال دیا گیا کیونکہ انہوں نے انتہائی رجعت پرست ''پارلیمنٹ'' میں شریک ہونے کی ضرورت کو ضد کے ساتھ سمجھنے سے انکار کر دیا۔ ''بائیں بازو'' والوں نے جن میں بہت سے شاندار انقلابی تھے جو بعد میں کمیونسٹ پارٹی کے قابل تعریف ممبر ہوئے (اور اب بھی ہیں)---1905ء کے بائیکاٹ کے کامیاب تجربے کو خاص طور سے اپنی بنیاد بنایا۔ جب اگست 1905ء میں زار نے ایک مشاورتی ''پارلیمنٹ'' [انقلاب کو ٹھنڈا کرنے کے لئے یہ برائے نام پارلیمنٹ قائم کی گئی تھی] کے انعقاد کا اعلان کیا تو بالشویکوں نے تمام مخالف پارٹیوں اور منشویکوں کی شدید مخالفت کی حالت میں اس کے بائیکاٹ کی اپیل کی اور 1905ء کے اکتوبر انقلاب نے واقعی اس ''پارلیمنٹ'' کا صفایا کر دیا۔ اس وقت بائیکاٹ صحیح ثابت ہوا' اس وجہ سے نہیں کہ رجعت پرست پارلیمنٹوں میں شرکت نہ کرنا عام طور پر صحیح ہے بلکہ اس وجہ سے کہ ہم نے معروضی حالات کا صحیح اندازہ لگایا جو تیزی کے ساتھ عوامی ہڑتال کو پہلے سیاسی ہڑتال اور پھر انقلابی ہڑتال بنا رہے تھے اور آخر کار اس کو بغاوت میں تبدیل کر رہے تھے [یعنی عوام خود پارلیمنٹ کو مسترد کر کے انقلاب کے میدان میں اتر رہے تھے]۔ علاوہ ازیں اس وقت

جدوجہد اس سوال پر مرکوز تھی کہ آیا پہلی نمائندہ اسمبلی کا انعقاد زار پر چھوڑ دیا جائے یا پرانی حکومت سے اس کے انعقاد کو چھین لینے کی کوشش کی جائے۔ جب اس بات کا یقین قطعی نہیں رہا اور نہ ہو سکتا تھا کہ معروضی حالت اسی طرح کی ہوگی اور اس حالت کے ارتقا کا اسی سمت میں اور اسی رفتار سے قطعی یقین بھی نہ رہا تو اب بائیکاٹ ٹھیک نہیں تھا۔

1905ء میں ''پارلیمنٹ'' کے بالشویک بائیکاٹ نے انقلابی پرولتاریہ کو بیش بہا سیاسی تجربے سے مالا مال کیا اور دکھایا کہ جب جدوجہد کی جائز پارلیمانی اور غیر پارلیمانی شکلیں مخلوط (Combine) کر دی جاتی ہیں تو کبھی کبھی پارلیمانی شکلوں کو مسترد کرنا کارآمد بلکہ ضروری ہوتا ہے۔ بہر حال اس تجربے کو اندھوں کی طرح نقل کر کے اور بلا سمجھے بوجھے دوسرے حالات اور دوسرے مواقع پر استعمال کرنا بہت بڑی غلطی ہوگی۔ [1905ء کے برعکس] 1906ء میں ''ڈوما'' کا بائیکاٹ غلطی تھی، اگرچہ ایک چھوٹی اور آسانی سے ٹھیک کی جانے والی غلطی*۔ 1907ء، 1908ء اور بعد کے برسوں میں ''ڈوما'' کا بائیکاٹ ایک انتہائی سنگین غلطی تھی جس کو ٹھیک کرنا مشکل تھا کیونکہ اس وقت ایک طرف انقلابی لہر کے تیزی سے اٹھنے اور اس کے بغاوت میں تبدیل ہونے کی توقع نہیں کی جا سکتی تھی اور دوسری طرف بورژوا شاہی [بورژوازی اور بادشاہت کا الحاق] کی تجدید سے تعلق رکھنے والی ساری تاریخی صورتحال کا تقاضہ یہ تھا کہ قانونی اور غیر قانونی سرگرمیوں کو متحد کر دیا جائے۔ آج، جب ہم اس مکمل تاریخی دور پر نظر ڈالتے ہیں، جس کا تعلق بعد کے ادوار سے بالکل واضح ہو گیا ہے، یہ بات انتہائی صاف ہو جاتی ہے کہ 14-1908ء میں بالشویک پرولتاریہ کی انقلابی پارٹی کا قلب [مرکزی یا بنیادی حصہ] برقرار بھی نہیں رکھ سکتے تھے (اس کو مضبوط کرنے اور فروغ دینے کی بات تو جانے دیجئے) اگر انہوں نے انتہائی شدید جدوجہد میں یہ نقطہ نظر نہ اختیار کیا ہوتا کہ جدوجہد کی قانونی اور غیر قانونی شکلوں کو متحد کرنا لازمی

---

*جس بات کا اطلاق افراد پر ہوتا ہے اس کا اطلاق، ضروری تبدیلیوں کے ساتھ، سیاست اور پارٹیوں پر بھی ہوتا ہے۔ سمجھدار وہ نہیں ہوتا جو غلطی نہ کرے۔ نہ تو ایسے کوئی لوگ ہیں اور نہ ہو سکتے ہیں [جو بالکل غلطیاں نہ کریں]۔ [بلکہ] سمجھدار وہ ہے جس کی غلطیاں بہت سنگین نہیں ہوتیں اور جو ان کو آسانی اور تیزی کے ساتھ ٹھیک کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

ہے اور انتہائی رجعت پرست پارلیمنٹ اور معتدد دوسرے اداروں میں (بیماروں کی سہولتوں کی انجمنوں وغیرہ) جو رجعت پرست قوانین تک محدود تھے شرکت کرنا لازمی ہے۔

1918ء میں حالات پھوٹ تک نہیں پہنچے تھے۔ اس وقت ”بائیں بازو“ کے کمیونسٹوں نے ہماری پارٹی کے اندر صرف ایک علیحدہ گروہ یا ”جتھا“ (Faction) بنالیا تھا اور وہ بھی بہت دنوں کیلئے نہیں۔ اسی سال‘ 1918ء میں ”بائیں بازو کے کمیونزم“ کے انتہائی نمایاں نمائندوں مثلاً کامریڈ راڈیک اور بخارین نے کھلم کھلا اپنی غلطی کا اعتراف کیا۔ ان کی نظر میں بریسٹ لیٹوسک کا معاہدہ سامراجیوں سے سمجھوتہ تھا جو اصولی طور پر ناقابل معافی اور انقلابی پرولتاریہ کی پارٹی کیلئے نقصان دہ تھا۔ یہ واقعی سامراجیوں سے سمجھوتہ تھا۔ لیکن یہ ایسا سمجھوتہ تھا جس کو ان حالات میں کرنا ہی تھا۔

آج‘ جب بریسٹ لیٹوسک کے معاہدے پر دستخط کرنے کے بارے میں اپنے طریقہء کار پر مثال کیلئے ”سوشلسٹ انقلابیوں“ کے حملے کے بارے میں سنتا ہوں یا جب میں کامریڈ لینسبیری کو اپنے ساتھ ایک گفتگو میں یہ کہتے سنتا ہوں کہ ”ہمارے برطانوی ٹریڈ یونین لیڈر کہتے ہیں کہ اگر بالشویکوں کیلئے سمجھوتہ کرنا جائز تھا تو ان کیلئے بھی سمجھوتہ کرنا جائز ہے“ تو میں عام طور پر اس کا جواب سب سے پہلے اس سادہ اور ”مقبول عام“ مثال سے دیتا ہوں:

تصور کیجئے کہ آپ کی موٹر کار مسلح ڈاکوؤں نے روک لی۔ آپ نے ان کو اپنے پیسے‘ پاسپورٹ‘ ریوالور اور کار حوالے کر دی۔ اس کے بدلے میں آپ کو ڈاکوؤں کے خوشگوار ساتھ [طنز] سے چھٹکارہ مل گیا۔ یہ بلاشبہ سمجھوتہ ہے۔ ”Do ut des“ (”میں تم کو اپنے پیسے‘ اسلحہ اور کار ”دیتا“ ہوں تا کہ تم مجھ کو اپنے پاس سے صحیح سلامت نکل جانے کا موقع ”دو“)۔ بہرحال کوئی ایسا سمجھدار آدمی پانا مشکل ہوگا جو ایسے سمجھوتے کو ”اصولی طور پر ناقابل قبول“ قرار دے یا جو سمجھوتہ کرنے والے کو ڈاکوؤں کا معاون کہے (چاہے ڈاکو کار اور اسلحہ کو مزید ڈکیتیوں کیلئے کیوں نہ استعمال کریں)۔ جرمن سامراج کے ڈاکوؤں سے ہمارا سمجھوتہ بھی ٹھیک اسی قسم کا سمجھوتہ تھا۔

لیکن جب 18-1914ء میں اور پھر 20-1918ء میں‘ روس میں منشویکوں اور سوشلسٹ انقلابیوں نے اور جرمنی میں شیڈ مان والوں (اور بڑی حد تک کاؤتسکی کے حامیوں) نے‘ آسٹریا میں اوٹو باؤیر اور فریڈرک ادلیر نے (رینیر اور کمپنی کا تو کوئی ذکر نہیں)‘ فرانس میں

رینا ڈیل اور لونگے اینڈ کمپنی نے‘ برطانیہ میں فیبئیوں‘ انڈیپنڈنٹس اور لیبرائیٹس [مختلف ممالک میں طبقاتی مصالحت کے رجحانات] نے اپنی بورژوازی اور کبھی کبھی ’’اتحادی‘‘ بورژوازی کے ساتھ اپنے ملکوں کے انقلابی پرولتاریہ کے خلاف سمجھوتے کئے تو یہ سب حضرات واقعی ڈاکوؤں کے معاونوں کی حیثیت سے کام کررہے تھے۔

نتیجہ صاف ہے: سمجھوتوں کو ’’اصولی طور پر‘‘ مسترد کرنا‘ عام طور پر سمجھوتوں کے جواز کو مسترد کرنا‘ وہ چاہے جس طرح کے ہوں‘ یہ ایسی طفلانہ بات ہے جس پر سنجیدگی سے غور کرنا بھی مشکل ہے۔ ایک ایسے سیاسی لیڈر کو جو انقلابی پرولتاریہ کیلئے کارآمد بننا چاہتا ہے ایسے ہی سمجھوتوں میں ٹھوس انداز میں فرق کرنا چاہئے جن کا کوئی جواز نہیں بنتا اور جو موقع پرستی اور دغابازی کا اظہار ہیں؛ اس کو چاہیے کہ ایسے سمجھوتوں کے خلاف تنقید اور پردہ دری (Exposure) کی بے رحم جنگ لڑے اور ’’عملیت پسند‘‘ سوشلزم کے ماہرین اور پارلیمانی جغادریوں کو ایسے سمجھوتوں کے ذریعے اپنی ذمہ داری سے فرار کی اجازت نہ دے۔ اسی طریقے سے برطانوی ٹریڈ یونینز کے ’’لیڈر‘‘ صاحبان اور فیبئن سوسائٹی اور ’’انڈیپنڈنٹ‘‘ لیبر پارٹی کے لیڈران بھی اس غداری کی ذمہ داری سے اپنا پیچھا چھڑاتے ہیں جس کے وہ مرتکب ہوئے ہیں کیونکہ انہوں نے ایسا سمجھوتہ کیا ہے جو واقعی بدترین قسم کی موقع پرستی‘ دغابازی اور غداری کے برابر ہے۔

سمجھوتوں کی مختلف قسمیں ہیں۔ ہر سمجھوتے یا سمجھوتے کی ہر قسم کی صورتحال اور ٹھوس حالت کا تجزیہ کرنے کی صلاحیت ہونی چاہیے۔ آدمی کو اس شخص میں جس نے اپنے پیسے اور اسلحہ ڈاکوؤں کے حوالے کردیئے ہیں تاکہ وہ مصیبت سے نکل سکے اور اس شخص کے درمیان امتیاز کرنا چاہئے جو اپنا پیسہ اور اسلحہ ڈاکوؤں کو دیتا ہے تاکہ ان کی لوٹ مار میں شریک بن سکے۔ سیاست میں یہ کسی طرح ہمیشہ ایسی سیدھی سادی بات نہیں ہوتی جیسی کہ طفلانہ طور پر سادہ مثال میں۔ بہرحال جو شخص بھی محنت کشوں کیلئے کوئی اسی قسم کا نسخہ سوچنا چاہتا ہے جو ان کو تمام صورتوں کیلئے بالکل بنے بنائے تیار حل مہیا کرے گا یا یہ وعدہ کرتا ہے کہ انقلابی پرولتاریہ کی پالیسی کو کبھی مشکل یا پیچیدہ صورتحال کا سامنا نہیں کرنا پڑیگا وہ شخص محض جعل ساز ہے۔

غلط ترجمانی کی کوئی گنجائش نہ چھوڑنے کیلئے میں ٹھوس سمجھوتوں کے تجزیئے کیلئے کئی بنیادی قواعد کا خاکہ پیش کرنے کی کوشش کرونگا چاہے وہ بہت ہی مختصر کیوں نہ ہو۔

جس پارٹی نے بریسٹ لیٹوسک کے معاہدے پر دستخط کر کے جرمن سامراجیوں کے ساتھ سمجھوتہ کیا وہ 1914ء کے آخر سے ہی عملی طور پر اپنی بین قوالامیت کو پروان چڑھا رہی تھی۔ وہ زار شاہی کی شکست کی اپیل کرنے اور دو سامراجی لٹیروں کے درمیان جنگ میں ''ملک کے دفاع'' کی مذمت کرنے سے نہیں ڈرتی تھی۔ اس پارٹی کے پارلیمانی نمائندوں نے بورژوا حکومت کے وزارتی عہدوں کی طرف جانے والے راستے کی بجائے سائبیریا میں جلاوطنی کو ترجیح دی۔ زار شاہی کا تختہ الٹنے اور جمہوری ریپبلک قائم کرنے والے انقلاب نے اس پارٹی کیلئے ایک نئی اور زبردست آزمائش پیش کی--- اس نے ''اپنے'' [ملک کے] سامراجیوں کے ساتھ کوئی سمجھوتے نہیں کئے بلکہ تیاری کر کے ان کا تختہ الٹ دیا۔ جب اس نے سیاسی اقتدار پایا تو اس نے نہ تو جاگیرداروں کی اور نہ سرمایہ داروں کی ملکیت کا کوئی نشان باقی چھوڑا۔ سامراجیوں کے خفیہ معاہدوں کا کھلا اعلان کر کے اور ان کو ختم کر کے اس پارٹی نے تمام قوموں کے سامنے امن کی تجویز پیش کی اور لٹیروں کے دباؤ کو صرف اس وقت مانا جب برطانوی فرانسیسی سامراجیوں نے صلح کو ناکام بنا دیا اور بالشویک' جرمنی اور دوسرے ملکوں میں جلد انقلاب لانے کیلئے امکانی طور پر جو کچھ کر سکتے تھے کر چکے۔ اس سمجھوتے کا قطعی طور پر صحیح ہونا جو ایسی پارٹی نے ایسی صورت حال میں کیا تھا روز بروز زیادہ صاف اور واضح ہوتا جا رہا ہے۔

روس میں منشویکوں اور سوشلسٹ انقلابیوں نے (20-1914ء میں ساری دنیا میں دوسری انٹرنیشنل کے لیڈروں کی طرح) غداری سے ابتدا کی--- براہ راست یا بالواسطہ ''ملک کے دفاع''، یعنی خود اپنی لٹیری بورژوازی کے دفاع کو بجا قرار دیکر۔ انہوں نے خود اپنے ملک کی بورژوازی کے ساتھ مل کر ملک کے انقلابی پرولتاریہ کے خلاف لڑتے ہوئے غداری جاری رکھی۔ انکا بلاک پہلے روس میں کیرینسکی اور کیڈیٹوں (Cadets)[''آئینی جمہوری پارٹی'' جو لبرلزم اور آئینی بادشاہت کے نظریات پر مبنی تھی] کے ساتھ اور پھر کولچاک اور پھر ڈینکن کے ساتھ --- بیرون ملک ان کے ہم خیالوں کے اپنے اپنے ملکوں کی بورژوازی کے بلاک کی طرح--- درحقیقت پرولتاریہ کو دغا دے کر بورژوازی کی طرف بھاگ جانے کے مترادف تھا۔ ابتدا سے لیکر آخر تک سامراج کے لٹیروں سے ان کا سمجھوتہ کرنے کا مطلب سامراجی لوٹ میں شریک کار ہونا تھا۔

(5)

جرمنی میں ’’بائیں بازو‘‘ کا کمیونزم۔

لیڈر‘ پارٹی‘ طبقہ اور عوام

جن جرمن کمیونسٹوں کا ہم اب ذکر کر رہے ہیں وہ اپنے آپ کو ’’بائیں بازو‘‘ کا نہیں کہتے بلکہ اگر میں غلطی پر نہیں ہوں‘ تو ’’اصولی طور پر حزب مخالف‘‘ کہتے ہیں۔ بہر حال جو کچھ ذیل میں دیا جائے گا اس سے دیکھا جا سکتا ہے کہ وہ ’’بائیں بازو کی طفلانہ بیماری‘‘ کی ساری علامتیں ظاہر کرتے ہیں۔

’’فرینک فورٹ بر مائن کے مقامی گروپ‘‘ کا شائع کیا ہوا ایک پمفلٹ جو اس حزب مخالف کے نقطہء نظر کی عکاسی کرتا ہے اور جس کا عنوان ہے ’’جرمنی کی کمیونسٹ پارٹی (اسپارٹاکس لیگ) میں پھوٹ‘‘ اس حزب مخالف کے خیالات کے نچوڑ کو انتہائی نمایاں طور پر اور بہت ہی صفائی اور اختصار کے ساتھ پیش کرتا ہے۔ چند حوالے قاری کو اس نچوڑ سے متعارف کرانے کیلئے کافی ہوں گے:

’’کمیونسٹ پارٹی انتہائی باعزم طبقاتی جدوجہد کی پارٹی ہے...‘‘

’’... سیاسی طور پر یہ عبوری دور‘‘ (سرمایہ داری اور سوشلزم کے درمیان) ’’پرولتاری ڈکٹیٹر شپ کا ہے...‘‘

’’... سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ ڈکٹیٹر شپ کون بروئے کار لائے گا--- کمیونسٹ پارٹی یا پرولتاری طبقہ؟... اصولی طور پر کیا ہمیں کمیونسٹ پارٹی کی ڈکٹیٹر شپ کی کوشش کرنی چاہیئے یا پرولتاری طبقے کی ڈکٹیٹر شپ کیلیے؟...‘‘

پھر پمفلٹ کا مصنف جرمن کمیونسٹ پارٹی کی مرکزی کمیٹی پر الزام لگاتا ہے کہ وہ جرمن انڈپنڈنٹ سوشل ڈیموکریٹک پارٹی کے ساتھ الحاق کے راستے تلاش کر رہے ہیں اور یہ کہ وہ پارلیمانیت سمیت جدوجہد کے ’’تمام سیاسی ذرائع کو اصولی طور پر تسلیم کرنے کے سوال‘‘ کو اٹھا رہے ہیں جس کا بنیادی مقصد انڈپینڈنٹس کے ساتھ الحاق کرنا ہے۔ آگے چل کر پمفلٹ کہتا ہے:

’’حزب مخالف نے دوسرا راستہ اختیار کیا ہے۔ اس کی رائے ہے کہ کمیونسٹ پارٹی کی

حکمرانی اور پارٹی کی ڈکٹیٹر شپ کا سوال محض طریقہ کار کا سوال ہے۔ بہر صورت کمیونسٹ پارٹی کی حکمرانی کسی بھی پارٹی کی حکمرانی کی آخری صورت ہے۔ اصولی طور پر ہمیں پرولتاری طبقے کی ڈکٹیٹر شپ کیلئے کوشش کرنی چاہئے۔ اور پارٹی کے تمام اقدامات' اس کی تنظیموں' جدوجہد کے طریقوں' حکمت عملی اور طریقہ کار کا رخ اسی مقصد کی طرف ہونا چاہئے۔ اس کے مطابق' دوسری پارٹیوں سے ہر طرح کے سمجھوتے' جدوجہد کی پارلیمانی شکلوں کی طرف ساری واپسی جو تاریخی اور سیاسی لحاظ سے فرسودہ ہو چکی ہیں اور چال بازی اور صلح جوئی کی ہر پالیسی کو پورے عزم کے ساتھ مسترد کر دینا چاہئے"۔ "انقلابی جدوجہد کے مخصوص پرولتاری طریقوں پر زور دینا چاہئے۔ وسیع ترین بنیادوں پر اور وسیع ترین گنجائش کے ساتھ تنظیم کی نئی صورتیں پیدا کرنا چاہئے تاکہ کمیونسٹ پارٹی کی قیادت میں انتہائی وسیع پرولتاری حلقے اور پرتیں انقلابی جدوجہد میں شرکت کر سکیں۔ فیکٹری تنظیموں پر مبنی مزدوروں کی یونین کو تمام انقلابی عناصر مجتمع کرنے کی جگہ ہونا چاہئے۔ اس کو ان تمام مزدوروں کو متحد کرنا چاہئے جو اس نعرے کی پیروی کرتے ہیں کہ "ٹریڈ یونینوں سے نکل آؤ!" یہیں پر لڑاکا پرولتاریہ اپنی وسیع جنگجو صفوں کو لڑائی کیلئے منظّم کرتا ہے۔ طبقاتی جدوجہد' سوویت نظام اور ڈکٹیٹر شپ کو تسلیم کرنا ہی داخلے کیلئے کافی ہونا چاہئے۔ اس کے بعد لڑاکا عوام کی ساری سیاسی تعلیم اور جدوجہد میں ان کی سیاسی رہنمائی کمیونسٹ پارٹی کا فریضہ ہے جو مزدور یونین کے باہر رہتی ہے..."

"... نتیجے میں دو کمیونسٹ پارٹیاں اب ایک دوسرے کے خلاف کھڑی ہیں:

"ایک لیڈروں کی پارٹی ہے جو انقلابی جدوجہد کو منظّم کر کے اوپر سے اس کی رہنمائی کرنا چاہتی ہے' سمجھوتوں اور پارلیمانیت کو مانتی ہے تاکہ ایسی صورتحال پیدا کر سکیں جس میں وہ ڈکٹیٹر شپ پر عمل کرنے والی مخلوط حکومت میں شامل ہو سکے۔

"دوسری کثیر تعداد عوام کی پارٹی ہے جو نیچے سے انقلابی سیلاب کی توقع رکھتی ہے' جو جانتی ہے اور اس جدوجہد میں واحد طریقہ استعمال کرتی ہے۔ ایسا طریقہ جو صاف طور پر منزل کی طرف لے جاتا ہے' اور سارے پارلیمانی اور موقع پرست طریقوں کو مسترد کرتی ہے۔ یہ واحد طریقہ غیر مشروط طور پر بورژوازی کا تختہ الٹنا ہے تاکہ اس کے بعد سوشلزم کی تکمیل کیلئے پرولتاری طبقاتی ڈکٹیٹر شپ قائم کی جائے..."

''... وہاں--- لیڈروں کی ڈکٹیٹر شپ' یہاں--- کثیر تعداد عوام کی ڈکٹیٹر شپ! یہی ہمارا نعرہ ہے''۔

یہ ہیں موٹی موٹی خصوصیات جو جرمن کمیونسٹ پارٹی میں حزب مخالف کے خیالات کی کردار نگاری کرتی ہیں۔

کوئی ایسا بالشویک جس نے شعوری طور پر بالشویزم کو ترقی دینے میں 1903ء سے حصہ لیا ہے یا اس ترقی کا قریب سے مشاہدہ کیا ہے ان دلیلوں کو پڑھنے کے بعد فوراً کہے گا'' کیسی پرانی اور جانی بوجھی بکواس ہے! کیا ''بائیں بازو'' کا بچپن ہے!''

لیکن ہم ان دلیلوں کا جائزہ ذرا زیادہ غور سے لیں گے۔

''پارٹی کی ڈکٹیٹر شپ یا طبقے کی ڈکٹیٹر شپ؟ لیڈروں کی ڈکٹیٹر شپ (پارٹی) یا عوام کی ڈکٹیٹر شپ (پارٹی)؟'' کے سوال کو محض پیش کرنا انتہائی نا قابل یقین اور بہت ہی گڈ مڈ سوچ بچار کا ثبوت ہے۔ یہ لوگ بالکل کوئی انوکھی بات گھڑنا چاہتے ہیں اور ہوشیار بننے کی کوشش میں اپنے آپ کو مذاق بنا دیتے ہیں۔ یہ تو سبھی جانتے ہیں کہ عوام طبقات میں تقسیم ہیں' اور طبقات اور عوام کے درمیان تمیز محض اس وقت ممکن ہے جب عام طور پر وسیع اکثریت کا مقابلہ' پیداوار کے سماجی سسٹم میں پوزیشن کو خاطر میں لائے بغیر' ان پرتوں سے کیا جاتا ہے جو پیداوار کے سماجی سسٹم میں خاص پوزیشن اختیار کئے ہوئے ہیں؛ [یہ بھی سب جانتے ہیں کہ] کم از کم آجکل کے مہذب ملکوں میں طبقات کی رہنمائی سیاسی پارٹیاں کرتی ہیں اور یہ کہ سیاسی پارٹیوں کو عام طور پر کم وبیش ایسے مستحکم گروہ چلاتے ہیں جو انتہائی مستند' با اثر اور تجربے کار لوگوں پر مشتمل ہوتے ہیں جن کو انتہائی ذمہ دار منصبوں کیلئے منتخب کیا جاتا ہے اور جو لیڈر کہلاتے ہیں۔ یہ سب ابتدائی باتیں ہیں۔ یہ سب صاف اور سادہ ہے۔ اس کی جگہ پر بے سروپا باتیں کیوں کی جائیں۔ ایک طرف تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ الجھ گئے ہیں جب انہوں نے اپنے آپ کو پریشان کن صورتحال میں پایا' جب پارٹی کے قانونی سے اچانک غیر قانونی صورت میں تبدیل ہونے سے لیڈروں' پارٹیوں' اور طبقوں کے درمیان مروجہ' عام اور معمولی تعلقات میں گڑبڑ ہوگئی۔ جرمنی میں' دوسرے یورپی ملکوں کی طرح لوگ قانونیت کے' باقاعدہ پارٹی کی کانگریسوں میں ''لیڈروں'' کے آزاد اور صحیح انتخاب کے عادی ہیں' [لوگ] پارلیمانی انتخابات' عام جلسوں اور پریس کے طریقہ کار' ٹریڈ یونینز اور دوسری انجمنوں

وغیرہ کے ذریعے پارٹی کی طبقاتی تشکیل کو آزمانے کے موزوں طریقے [معمول] کے بے حد عادی بن گئے ہیں۔ جب ان مروجہ کاروائیوں کے بجائے انقلاب کے طوفانی ارتقا اور خانہ جنگی میں اضافے کی وجہ سے تیزی کے ساتھ قانونیت سے غیر قانونیت کی طرف جانا' دونوں کو متحد کرنا اور ''لیڈوروں کے گروہوں'' کو منتخب کرنے یا ان کی تشکیل کرنے یا ان کو قائم رکھنے کے ''غیر مناسب'' اور ''غیر جمہوری'' طریقوں کا اختیار کرنا ضروری ہو گیا تو لوگ اپنے حواس کھو بیٹھے اور بالکل خرافات سوچنے لگے۔ غالباً ہالینڈ کی کمیونسٹ پارٹی کے بعض ممبر (جو بدقسمتی سے ایسے چھوٹے ملک میں پیدا ہوئے تھے جو اعلیٰ خصوصی مراعات اور اعلیٰ پائیداری والی قانونیت کی روایات اور حالات رکھتا تھا' جنہوں نے قانونیت سے غیر قانونیت میں تبدیلی کبھی نہیں دیکھی تھی) انتشار میں مبتلا ہو گئے' اپنے حواس کھو بیٹھے اور ان فضول اختراعات کی تخلیق میں معاون ہوئے۔

دوسری طرف ''عوام'' اور ''لیڈروں'' کے الفاظ کا محض بے سوچا سمجھا اور بے ربط استعمال ہے جو ہمارے زمانے میں ''فیشن ایبل'' ہو گئے ہیں۔ ان لوگوں نے بہت کچھ سنا ہے اور ''لیڈروں'' پر حملوں کے بارے میں اچھی طرح جان لیا ہے جن میں ان کو ''عوام'' کے مقابلے میں رکھا گیا ہے۔ پھر بھی وہ کوئی ایسی بات نہیں سوچ سکے جس سے معاملہ ان کیلئے صاف ہو جاتا۔

''لیڈروں'' اور ''عوام'' کے درمیان فرق کو خاص صفائی اور شدت کے ساتھ تمام ملکوں میں سامراجی جنگ کے آخر اور اس کے بعد لایا گیا۔ اس کے بنیادی سبب کی مارکس اور اینگلز نے 1852-1892ء کے دوران برطانیہ کی مثالوں سے بہت بار وضاحت کی۔ برطانیہ کی اجارہ دارانہ پوزیشن نے ''عوام'' میں سے نیم پیٹی بورژوا اور موقع پرست ''مزدور اشرافیہ'' کی تخلیق کی۔ اس مزدور اشرافیہ کے لیڈر متواتر بورژوازی کی طرف جاتے رہے۔ اور براہ راست یا بالواسطہ اس کی کفالت میں رہے۔ مارکس نے ان بدمعاشوں سے نفرت کا اظہار کرتے ہوئے انہیں کھلم کھلا غدار قرار دیا۔ جدید ترین (بیسویں صدی کے) سامراج نے چند ترقی یافتہ ملکوں کو غیر معمولی امتیازی پوزیشن دی جس کی بنیاد پر دوسری انٹرنیشنل میں ہر جگہ غدار قسم کے لیڈر پیدا ہو گئے --- موقع پرست' سوشل شاؤنسٹ' جو اپنی حرفت کے' اپنی مزدور اشرافیہ کی پرت کے مفادات کے علمبردار ہیں۔ یہ موقع پرست پارٹیاں ''عوام'' سے کٹ چکی ہیں' یعنی محنت کشوں کی وسیع ترین پرتوں' ان کی اکثریت اور سب سے زیادہ کم اجرت پانے والے محنت کشوں سے۔ اس برائی کے

خلاف جدوجہد کئے بغیر' موقع پرست' غدار لیڈروں کو بے نقاب' رسوا اور نکال باہر کئے بغیر انقلابی پرولتاریہ کی جیت نہیں ہو سکتی۔ یہی وہ پالیسی ہے جو تیسری انٹرنیشنل نے اپنائی ہے۔

اس سلسلے میں عام طور پر عوام کی ڈکٹیٹر شپ کا مقابلہ لیڈروں کی ڈکٹیٹر شپ سے کرنے تک جانا مضحکہ انگیز بیہودگی اور حماقت ہے۔ خاص طور سے دلچسپ بات تو یہ ہے کہ پرانے لیڈروں کی بجائے' جو معمولی باتوں کے بارے میں عام طور پر مسلمہ خیالات رکھتے ہیں' نئے لیڈر (''لیڈر مردہ باد'' کے نعرے کی آڑ میں) لائے جا رہے ہیں جو واہیات اور فضول بکواس کرتے ہیں۔ جرمنی میں لاؤفینبرگ'' وولفکیئم' ہورنر' کارل شریدر' فریڈرک وینڈیل اور کارل بریلیر * ایسے ہی لوگ ہیں۔ کارل بریلیر کی جانب سے سوال کو ''گہرا'' کرنے کی کوشش اور سیاسی پارٹیوں کے غیر ضروری اور ''بورژوا ہونے'' کا اعلان اتنی بکواس ہے کہ آدمی صرف ان پر ہاتھ ہی جھٹک سکتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ایک چھوٹی سی غلطی بہت بڑی بن سکتی ہے اگر اس غلطی پر ضد کی جائے' اگر اس کو جواز فراہم کرنے کی کوشش کی جائے اور اسکو منطقی انجام تک لے جایا جائے۔

پارٹی کے اصولوں اور پارٹی کے ڈسپلن سے انکار --- حزب مخالف میں یہ نوبت پہنچ گئی ہے۔ یہ بورژوازی کے حق میں پرولتاریہ کی مکمل تباہی کے مترادف ہے۔ یہ مترادف ہے پیٹی بورژوازی کے انتشار' عدم استحکام اور استقلال' اتحاد اور ٹھوس عمل کی عدم صلاحیت کے جن کی اگر

---

* کارل بریلیر کے مضمون ''پارٹی کو توڑ دینا'' (''کمیونسٹ مزدور اخبار'' ہیمبرگ' 7 فروری 1920ء' شمارہ 32) میں کہا گیا ہے: ''مزدور طبقہ بورژوا جمہوریت کو تباہ کئے بغیر بورژوا ریاست کو تباہ نہیں کر سکتا اور وہ بورژوا جمہوریت کو پارٹیوں کے تباہ کئے بغیر تباہ نہیں کر سکتا۔''

لاطینی ملکوں کے بہت زیادہ سر پھرے انارکسٹ اس حقیقت سے ''اطمینان'' حاصل کر سکتے ہیں کہ وہ ٹھوس جرمن جو بظاہر اپنے کو مارکسٹ سمجھتے ہیں (مندرجہ بالا اخبار میں اپنے مضامین کے ذریعہ ک بریلیر اور ک ہورنر نے صاف طور پر دکھایا ہے کہ وہ اپنے کو ٹھوس مارکسسٹ سمجھتے ہیں۔ لیکن انتہائی مضحکہ انگیز طریقے سے ناقابل یقین بکواس کرتے ہیں اور یہ ظاہر کر دیتے ہیں کہ وہ مارکس ازم کی الف بے بھی نہیں جانتے) وہ انتہائی نامعقول بیان دیتے ہیں۔ صرف مارکس ازم کو مان لینے ہی سے کوئی غلطیوں سے بری نہیں ہو جاتا۔ روسی اس کو بخوبی جانتے ہیں کیونکہ ہمارے یہاں مارکس ازم اکثر ''فیشن ایبل'' رہا ہے۔

ہمت افزائی کی جائے تو ناگزیر طور پر ہر پرولتاری انقلاب تباہ ہو جائے گا۔ کمیونزم کے نقطہ نظر سے پارٹی کے اصولوں سے انکار کا مطلب یہ ہے کہ سرمایہ داری کے انہدام سے (جرمنی میں) کمیونزم کی نچلی یا وسطی منزل کی طرف نہیں بلکہ اونچی منزل کی طرف [براہ راست] چھلانگ لگانے کی کوشش کی جائے۔ ہم روس میں (بورژوازی کا تختہ الٹنے کے تین سال بعد) سرمایہ داری سے سوشلزم کی طرف عبور کے یا کمیونزم کی بالکل نچلی منزل کی طرف پہلے قدم اٹھا رہے ہیں۔ پرولتاریہ کی فتح کی بعد طبقات باقی ہیں اور ہر جگہ برسوں تک باقی رہیں گے۔ ممکن ہے کہ برطانیہ میں جہاں کسان نہیں ہیں (لیکن بہر حال چھوٹے چھوٹے مالک ہیں) اس کی مدت کم ہو۔ طبقات کے خاتمے کا مطلب محض زمین داروں اور سرمایہ داروں کو نکال پھینکنا نہیں ہے۔ اس کو ہم نے نسبتاً آسانی سے کر لیا۔ اس کا مطلب چھوٹے [پیمانے پر] اشیائے تجارت کی پیداوار کرنے والوں کا خاتمہ بھی ہے اور انکو نکالنا ممکن نہیں' ان کو کچلنا ممکن نہیں' ہمیں ان کے ساتھ رہنا سہنا چاہئے' ان کو صرف بہت ہی طویل' سست رفتار اور محتاط تنظیمی کام کے ذریعہ بدلا جاسکتا ہے (اور بدلنا چاہئے) اور پھر سے تربیت دی جاسکتی ہے۔ وہ پرولتاریہ کو ہر طرف سے پیٹی بورژوا فضا سے گھیرے ہوئے ہیں جو پرولتاریہ کے اندر جذب ہو کر اس کو خراب کرتی ہے۔ وہ پرولتاریہ کو بار بار پیٹی بورژوا بے کرداری' تفریق' انفرادیت اور ولولہ انگیزی سے یاس تک پہنچنے کے جذبات میں مبتلا کرتے ہیں۔ پرولتاریہ کی سیاسی پارٹی کے اندر انتہائی سخت مرکزیت اور ضابطے کی ضرورت ہے تاکہ اس کا مقابلہ کیا جاسکے' تاکہ پرولتاریہ کا تنظیمی رول (اور یہی اس کا خاص رول ہے) صحیح' کامیاب اور فاتحانہ طور پر ادا کیا جاسکے۔ پرولتاریہ کی ڈکٹیٹر شپ پرانے سماج کی طاقتوں اور روایات کے خلاف ایک سخت جدوجہد ہے--- خون آشام اور بے خون بہائے' تشدد آمیز اور پرامن' فوجی اور معاشی' تعلیمی اور انتظامی جدوجہد۔ لاکھوں اور کروڑوں لوگوں کی عادت کی طاقت سب سے زبردست طاقت ہے۔ جدوجہد میں [پک کر] فولادی اور پختہ بنی ہوئی پارٹی کے بغیر' زیر غور طبقے کے سارے ایماندار لوگوں کا اعتماد رکھنے والی پارٹی کے بغیر' اس پارٹی کے بغیر جو عوام کی مزاجی کیفیت کا مطالعہ کرے اور اس پر اثر انداز ہو' ایسی جدوجہد کامیابی سے چلانا ممکن نہیں ہے۔ بڑی مرکوز بورژوازی پر فتح حاصل کر لینا ہزار بار آسان ہے بمقابلہ اس کے کہ لاکھوں کروڑوں چھوٹی ملکیت رکھنے والوں کو "جیتا" جائے۔ وہ اپنی معمولی' روزمرہ کی' نظر نہ آنے والی' ناقابل گرفت اور انتشار آمیز

سرگرمیوں سے وہی نتائج پیدا کرتے ہیں جن کی بورژوازی کو ضرورت ہے' اور جو بورژوازی کو بحال کر سکتے ہیں۔ جو بھی پرولتاری پارٹی کے فولادی ضابطے کو ذرا بھی کمزور کرتا ہے (خاص طور سے اس کی ڈکٹیٹر شپ کے زمانے میں) وہ پرولتاریہ کے خلاف واقعی بورژوازی کی مدد کرتا ہے۔

لیڈروں---پارٹی---طبقے---عوام کے بارے میں سوال کے ساتھ ساتھ ''رجعت پرست'' ٹریڈ یونینز کا سوال بھی اٹھانا چاہیے۔ لیکن پہلے میں اپنی پارٹی کے تجربے کی بنا پر چند آخری باتیں کہنا چاہتا ہوں۔ ہماری پارٹی میں ''لیڈروں کی ڈکٹیٹر شپ'' پر ہمیشہ حملے کئے گئے ہیں۔ مجھے یاد ہے کہ پہلی بار اس طرح کا حملہ 1895ء میں کیا گیا جبکہ باقاعدہ طور پر پارٹی نہیں تھی لیکن پیٹرسبرگ میں مرکزی گروپ کی تشکیل ہو رہی تھی جس کو اضلاعی گروپوں کی قیادت سنبھالنی تھی۔ ہماری پارٹی کی نویں کانگریس (اپریل 1920ء) میں ایک چھوٹا سا حزب مخالف تھا۔ اس نے بھی ''لیڈروں کی ڈکٹیٹر شپ'' اور ''عہدیداران'' وغیرہ کی مخالفت کی اس لئے جرمنوں کے درمیان ''بائیں بازو کے کمیونزم'' کی ''طفلانہ بیماری'' میں کوئی حیرت انگیز' نئی اور خوفناک بات نہیں ہے۔ یہ بیماری بے خطر گزر جائے گی اور اس کے بعد جسمانی نظام اور بھی مضبوط ہو جائے گا۔ دوسری طرف' قانونی اور غیر قانونی کام کے تیز رفتار تبادلے نے' جسکا تعلق خاص طور پر عملے ہی کو یعنی لیڈروں ہی کو خاص طور سے چھپانے' خاص طور سے راز میں رکھنے کی ضرورت سے تھا' ہمارے لئے کبھی کبھی بہت ہی خطرناک حالات پیدا کر دیئے۔ سب سے بری بات یہ ہوئی کہ 1912ء میں بالشویکوں کی مرکزی کمیٹی میں مالینوفسکی جیسا جاسوس گھس آیا۔ اس نے دسیوں بہت اچھے اور انتہائی وفادار کامریڈز کے ساتھ دغا کیا' ان کو عمر قید کی سخت سزا تک پہنچایا اور ان میں بہتوں کو وقت سے پہلے موت کے گھاٹ تک پہنچایا' اگر وہ اور زیادہ نقصان نہیں پہنچا سکا تو اس کی وجہ یہی تھی کہ ہمارے قانونی اور غیر قانونی کام کے درمیان صحیح توازن رکھا گیا تھا۔ پارٹی کی مرکزی کمیٹی اور ڈوما کے ممبر کی حیثیت سے مالینوفسکی کو ہمارا اعتماد حاصل کرنے کی غرض سے مجبور ہونا پڑا کہ وہ ہمیں قانونی روزنامہ قائم کرنے میں مدد دے جو زار شاہی میں بھی منشویکوں کی موقع پرستی کے خلاف جدوجہد کر سکے اور مناسب خفیہ صورت میں بالشویزم کے بنیادی اصولوں کو پھیلا سکے۔ ایک ہاتھ سے بالشویزم کے دسیوں بہترین کارکنوں کو عمر قید اور سزائے موت کیلئے بھیجتے ہوئے مالینوفسکی مجبور تھا کہ وہ دوسرے ہاتھ سے ہزاروں نئے بالشویکوں کی تربیت میں قانونی

پریس کے ذریعہ مدد دے۔وہ جرمن کامریڈز (اور انگریز' امریکی' فرانسیسی اور اطالوی بھی) جو رجعت پرست ٹریڈ یونینز کے اندر انقلابی کام کرنے کے فریضے سے دوچار ہیں' اس سے سبق حاصل کر سکتے ہیں*۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ بہت سے ملکوں میں' جن میں انتہائی ترقی یافتہ ممالک بھی ہیں' بورژوازی آج بھی کمیونسٹ پارٹیوں کے اندر جاسوس بھیج رہی ہے اور بھیجتی رہے گی۔اس خطرے کے خلاف لڑنے کا ایک طریقہ قانونی اور غیر قانونی کام کا مہارت کے ساتھ تال میل ہے۔

---

* مالینوفسکی جرمنی میں جنگی قیدی تھا۔ روس کو واپسی پر' جبکہ بالشویک برسراقتدار تھے' اس پر ہمارے کارکنان نے مقدمہ چلایا اور اس کو گولی ماری۔منشویکوں نے ہماری اسی غلطی پر شدید نکتہ چینی کی کہ ایک جاسوس ہماری مرکزی کمیٹی کا ممبر تھا۔لیکن جب کیرنسکی کے زمانے میں ہم نے ڈوما کے صدر رودزیانکو کی گرفتاری اور اس پر مقدمہ چلانے کا مطالبہ کیا تھا کیونکہ وہ جنگ سے پہلے بھی جانتا تھا کہ مالینوفسکی جاسوس ہے اور اس نے ترودوویکوں اور ڈوما کے اندر محنت کشوں کو اس کی اطلاع نہیں دی تو کیرنسکی کی حکومت میں نہ تو منشویکوں اور نہ سوشلسٹ انقلابیوں [''زرعی سوشلزم'' کے نظریات پر مبنی ایک بڑی پارٹی جس کی بنیادیں کسانوں میں تھیں اور جس کا ایک دھڑا انقلاب کے بعد بالشویکوں سے آ ملا] نے ہمارے مطالبے کی حمایت کی اور رودزیانکو آزاد رہا اور بے روک ٹوک دینیکن کے ساتھ جا ملا۔

(6)

کیا انقلابیوں کو رجعتی ٹریڈ یونینز میں کام کرنا چاہیئے؟

جرمن ’’بائیں بازو‘‘ والے سمجھتے ہیں کہ ان کیلئے اس سوال کا جواب قطعی طور پر نفی میں ہے۔ ان کے خیال میں ’’رجعتی‘‘ اور ’’انقلاب مخالف‘‘ ٹریڈ یونینز کے خلاف جوشیلی تقریریں اور ان پر غصے میں برسنا ہی کافی ہے (جیسا کہ ک ہورنر نے خاص کر بڑی ہی ’’سنجیدگی‘‘ سے اور خاص کر بڑے ہی احمقانہ طریقے سے کیا ہے) یہ ’’ثابت‘‘ کرنے کیلئے کہ انقلابیوں کو اور کمیونسٹوں کو زرد [زرد ٹریڈ یونین کی اصطلاح عام طور پر مالکان کا اثر ورسوخ رکھنے والی ٹریڈ یونینز کے لئے استعمال ہوتی ہے]‘ سوشل شاؤنسٹ‘ مالکوں سے سمجھوتہ کرنے والی‘ انقلاب مخالف اور لیگین کی ٹریڈ یونینز میں کام کرنا غیر ضروری ہی نہیں بلکہ ممنوع ہے۔

’’بائیں بازو‘‘ والے جرمن چاہے کتنے ہی زوروں میں اپنے اس طریقہ کار کی انقلابیت پر اعتقاد رکھتے ہوں لیکن حقیقت یہ ہے کہ بنیادی طور پر ان کا فیصلہ غلط ہے اور خالی لفاظی کے سوا اس سے کچھ حاصل نہیں۔

اس بات کو صاف کرنے کیلئے‘ میں خود اپنے تجربے سے شروع کرتا ہوں‘ موجودہ پمفلٹ کے عام منصوبے کی حد میں رہ کر‘ جس کا مقصد یہ ہے کہ بالشویزم کی تاریخ اور اس کے موجودہ طریقہ کار میں جو بات عام استعمال‘ عام جواز اور عام طور سے سب کیلئے لازم ہے‘ اسے مغربی یورپ پر صادق کر کے دکھایا جائے۔

لیڈروں--- پارٹی--- طبقے--- عوام کا جو باہمی تعلق ہے‘ اور اسی کے ساتھ پرولتاریہ کی ڈکٹیٹر شپ اور اس کی پارٹی کا ٹریڈ یونینز سے جو تعلق ہے‘ روس میں ان کی ٹھوس شکل یہ ہے: ڈکٹیٹر شپ پرولتاریہ کے ہاتھ میں منظّم ہے‘ پرولتاریہ سوویتوں میں منظّم ہے‘ اس کی رہنمائی کمیونسٹ پارٹی (بالشویک) کرتی ہے‘ پارٹی کی پچھلی کانگریس کے حساب سے اس وقت (اپریل 1920ء

میں)اس کے ممبروں کی تعداد 6 لاکھ گیارہ ہزار ہے۔اکتوبر 1917ء کے انقلاب سے پہلے اور اس کے بعد بھی کمیونسٹ پارٹی کے ممبروں کی تعداد میں بڑی کمی بیشی ہوئی۔ پہلے کافی کم ممبر تھے۔1918ء اور 1919ء میں بھی کم ہی تھے۔ہم اس سے ڈرتے ہیں کہ پارٹی کی ممبرشپ حد سے زیادہ نہ بڑھ جائے‘ کیونکہ کیریئرسٹ اور ڈھونگیے‘ جو صرف اس قابل ہیں کہ گولی سے اڑا دیئے جائیں‘ حکمران پارٹی میں گھسنے کی ضرور کوشش کرتے ہیں۔آخری بار جب ہم نے پارٹی کے دروازے صرف مزدوروں اور کسانوں کیلئے بالکل کھول دیئے‘ وہ زمانہ تھا(1919ء کی سردیوں کا)جب[خانہ جنگی کے وقت]یودینچ کی فوج پیٹروگراڈ سے چند کوس رہ گئی تھی اور ڈینکن اوریل تک آ پہنچا تھا۔(ماسکو سے تقریباً ساڑھے تین سو ورسٹ کے فاصلے پر)یعنی ایسے وقت جب سوویت ریپبلک کے سر پر جان لیوا خطرہ منڈلا رہا تھا اور حالات ایسے نازک تھے کہ کیریئرسٹ‘ ایڈونچرسٹ‘ ڈھونگیے اور ناقابل اعتبار لوگ یہ امید نہیں لگا سکتے تھے کہ کمیونسٹ پارٹی میں گھس کر کوئی فائدہ حاصل کر لیں گے(بلکہ زیادہ خطرہ اس بات کا تھا کہ انہیں پھانسی پر لٹکا دیا جائے‘ سزائیں ملیں)۔کمیونسٹ پارٹی سالانہ اپنی کانگریسوں کا انعقاد کرتی ہے(پچھلی کانگریس میں شرکت کیلئے ہزار ممبروں پر ایک ڈیلیگیٹ چنا گیا تھا)اور پارٹی کی رہنمائی مرکزی کمیٹی کے ہاتھ میں ہے جس میں انیس ممبر ہوتے ہیں اور ان ممبروں کا چناؤ پارٹی کی کانگریس میں ہوتا ہے۔روزمرہ کا کام ماسکو میں اس سے بھی کم تعداد کے ممبروں کی کمیٹیاں چلاتی ہیں‘ یعنی ایک ’’اورگ بیورو‘‘ (انتظامی بیورو) ہے اور دوسری ’’پولیٹ بیورو‘‘ (پولیٹکل بیورو)۔ان کمیٹیوں کو مرکزی کمیٹی کے عام جلسوں میں چنا جاتا ہے اور ہر ایک کمیٹی میں مرکزی کمیٹی کے پانچ ممبر رکھے جاتے ہیں۔بظاہر یہ قطعی ’’اولیگارکی‘‘ [چند افراد کے ہاتھوں میں طاقت] معلوم ہوتی ہے۔سیاست یا تنظیم کے معاملات میں ایک بھی اہم سوال ایسا نہیں ہوتا جسے ہماری ریپبلک میں کوئی بھی ریاستی ادارہ کمیونسٹ پارٹی کی مرکزی کمیٹی کی ہدایات لئے بغیر اپنے آپ سے طے کر دے۔

پارٹی اپنے کام میں ٹریڈ یونینز پر براہ راست انحصار کرتی ہے۔اب ٹریڈ یونینز کی ممبرشپ پچھلی کانگریس(اپریل 1920ء)کے حساب سے چالیس لاکھ سے اوپر ہے‘ اور یہ ضابطے کی رو سے کسی پارٹی کے ممبر نہیں ہیں۔اصل میں ٹریڈ یونینز کی بہت بڑی اکثریت کے سب ہدایت کار ادارے اور سب سے پہلے مختلف پیشوں کی ٹریڈ یونینز کے کل روس مرکز یا بیورو کا ہدایت کار

ادارہ (جو ٹریڈ یونینز کی کل روس مرکزی کونسل کہلاتا ہے) کمیونسٹوں [یعنی پارٹی ممبران] پر مشتمل ہیں اور کمیونسٹ پارٹی کی تمام ہدایات پر عمل کرتے ہیں۔ اس طرح سے مجموعی طور پر ہمارے یہاں ایسا ڈھانچہ موجود ہے جو باضابطہ کمیونسٹ نہیں ہے۔ اس میں لوچ اور لچک رکھی گئی ہے' وہ نسبتاً وسیع اور بہت زبردست پرولتاری ڈھانچہ ہے' جس کے ذریعے کمیونسٹ پارٹی طبقے اور عام لوگوں سے گہرا رشتہ رکھتی ہے اور اسی کے ذریعے پارٹی کی رہنمائی میں طبقاتی ڈکٹیٹرشپ چل رہی ہے۔ ٹریڈ یونینز سے نزدیکی تعلق رکھے بغیر' ان کی دلی تائید اور سرفروشانہ خدمت کے بغیر' نہ صرف معاشی زندگی میں' بلکہ فوجی معاملات میں بھی ہمارے لئے ہرگز ممکن نہیں تھا کہ ڈھائی سال کا تو ذکر کیا' ڈھائی مہینے بھی ملک کی حکومت چلا سکیں اور ڈکٹیٹرشپ قائم رکھ سکیں۔ قدرتی بات ہے کہ عمل میں اس نزدیکی تعلق کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ بہت ہی پیچیدہ اور مختلف قسموں کا کام کیا جائے جس کی شکلیں یہ ہیں کہ پروپیگنڈا اور ایجی ٹیشن چلتا رہے' وقت ضرورت اور اکثر و بیشتر کانفرنسیں ہوتی رہیں' ان میں ٹریڈ یونینز کے نمایاں کارکن ہی نہیں بلکہ عام طور سے ان کے بااثر کارکن شریک ہوں۔ اس نزدیکی تعلق کا مطلب یہ ہے کہ منشویکوں کے خلاف ڈٹ کر جدوجہد کی جائے' جن کو اب بھی کچھ لوگ' اگرچہ ان کی تعداد بہت تھوڑی ہے' مانتے ہیں اور منشویک اپنے پیروکاروں کو ہر قسم کی انقلاب مخالف چالیں سکھاتے ہیں' ایسی چالیں' جن میں نظریاتی طور پر جمہوریت کی حمایت (بورژوا جمہوریت کی) اور ٹریڈ یونینز کی ’’آزادی‘‘ (اس کا مطلب ہے پرولتاری اقتدار سے پاک آزادی!) کی تبلیغ سے لے کر پرولتاری ضابطے کو اندر سے توڑنا وغیرہ تک شامل ہے۔

ہم سمجھتے ہیں کہ ’’عوام‘‘ سے ٹریڈ یونینز کے ذریعے رابطہ قائم رکھنا کافی نہیں ہے۔ انقلاب کے دوارن عملی سرگرمیوں نے ہمارے یہاں بے پارٹی مزدوروں اور کسانوں کی کانفرنسوں کو جنم دیا' اور ہم پوری طرح ان کے حق میں ہیں' انہیں بڑھانا اور پھیلانا چاہتے ہیں' تاکہ عام لوگوں کا موڈ جان سکیں' ان کے قریب آسکیں' ان کے مانگوں کو پورا کرسکیں اور ان میں سب سے اچھے کارکنوں کو سرکاری عہدوں پر بٹھا سکیں وغیرہ۔ حال میں ہی ایک سرکاری فیصلے کے ذریعے سرکاری کنٹرول کی عوامی کیساریت [وزارت] کو بدل کر ’’مزدوروں اور کسانوں کی جانب سے نگرانی کا محکمہ‘‘ بنایا گیا ہے' اس قسم کی بے پارٹی کانفرنسوں کو یہ حق دیا گیا ہے کہ وہ مختلف طرح کی تحقیقات

اور تفتیش وغیرہ کیلئے سرکاری کنٹرول کے ممبر چنیں۔

اس کے علاوہ ظاہر ہے کہ پارٹی کا سارا کام سوویتوں کے ذریعے ہو رہا ہے اور سوویتوں میں تمام کانگریسیں اس قسم کے جمہوری ادارے ہیں جن کا جواب بورژوا دنیا کی سب سے عمدہ جمہوری رپبلکوں تک نے کبھی پیش نہیں کیا اور ان کرنے والے، سب پیشوں کے لوگ ہیں۔ ضلع کی سوویتوں کی کام کانگریسوں کے ذریعے۔ (جنگی کاروائیوں پر کمیونسٹ پارٹی خاص دھیان رکھتی ہے۔ اور ان کے علاوہ طبقاتی شعور رکھنے والے مزدوروں کو دیہات کے علاقوں میں ہر طرح کے عہدوں پر لگاتار مقرر کرکے پرولتاری طبقہ کسانوں کے رہنما کی حیثیت سے اپنی ذمہ داری انجام دیتا ہے، شہری پرولتاریہ کی ڈکٹیٹر شپ عمل میں آتی ہے، دیہات کے مالداروں، بورژوازی، استحصال کرنے والوں اور نفع خوروں وغیرہ کے خلاف باقاعدہ جدوجہد چلائی جا رہی ہے۔

تو یہ ہیں پرولتاری سرکاری اقتدار کے کل پرزے، اگر انہیں ''اوپر سے'' دیکھا جائے، پرولتاریہ کی ڈکٹیٹر شپ کے عملی حصول کے نقطہ نظر سے۔ امید کی جا سکتی ہے کہ پڑھنے والا سمجھ جائے گا کہ روسی بالشویک، جسے اس مشینری سے واقفیت ہے اور جس نے پچیس سال کے دوران اس کو چھوٹے چھوٹے، خلاف قانون اور خفیہ حلقوں سے ابھرتے ہوئے دیکھا ہے، وہ ''اوپر سے'' یا ''نیچے سے'' اور لیڈروں کی ڈکٹیٹر شپ یا عوام کی ڈکٹیٹر شپ وغیرہ کے بارے میں ساری خواہ مخواہ باتوں کو مضحکہ خیز اور طفلانہ خرافات کے سوا اور کچھ کیوں نہیں سمجھتا، اس کے نزدیک یہ بحثا بحثی ایسی ہے جیسے کہ یہ بحث کہ آدمی کی بائیں ٹانگ زیادہ کارآمد ہے یا دایاں بازو۔

بالکل اسی طرح ہم کو جرمن بائیں بازو والوں کا بڑا شاندار، نہایت عالمانہ اور خوفناک حد تک یہ انقلابی ارشاد مضحکہ خیز اور طفلانہ خرافات معلوم ہوتا ہے کہ کمیونسٹوں کو رجعت پرست ٹریڈ یونینز میں نہ تو کام کرنا چاہئے، نہ وہ ان میں کام کر سکتے ہیں، اس کام سے منہ پھیر لینا بالکل جائز ہے، ان ٹریڈ یونینز کو چھوڑ دینا لازم ہے اور اپنی ایک بالکل نئی، صاف ستھری، بڑے پیارے (غالباً زیادہ تر بالکل ہی نوجوان) کمیونسٹوں کی خود کی سوچی ہوئی ''مزدور یونین'' تیار کرنا قطعی ضروری ہے، وغیرہ وغیرہ۔

سرمایہ داری لازمی طور پر سوشلزم کیلئے وراثت چھوڑتی ہے۔ ایک طرف تو یہ وراثت محنت کشوں کے درمیان پیشوں اور ہنروں کے پرانے امتیازات، صدیوں میں پیدا ہونے والے

امتیازات ہوتے ہیں؛ دوسری طرف ٹریڈ یونینز ہوتی ہیں جو بہت ہی سست رفتار سے' سالہا سال کے دوران' ایسی وسیع تر صنعتی یونینز میں تبدیل ہو کر ترقی کر سکتی ہیں اور کریں گی جن میں حرفتی یونینز جیسی کم بات ہو گی (وہ صرف [مخصوص] حرفتوں' کاروباروں اور پیشوں کو نہیں بلکہ ساری صنعتوں کو اپنے دامن میں سمیٹ لیں گی) اور بعد کو ان صنعتی یونینز کے ذریعہ آگے قدم بڑھانا چاہیے لوگوں میں محنت کی تقسیم مٹا دینے کی جانب' انہیں تعلیم دینے' ان کی تربیت کرنے کی طرف' ایسے لوگ تیار کرنے کی طرف جو ہر ایک پہلو سے ترقی یافتہ ہوں' سب پہلوؤں سے ترقی یافتہ ہوں' ایسے لوگ جنہیں ہر کام کرنا آتا ہو۔ کمیونزم اس منزل کی جانب بڑھ رہا ہے اور اسے بڑھنا چاہیے' وہ اس منزل پر پہنچ جائے گا' لیکن اس میں بہت سال لگیں گے۔ ایک پوری طرح ترقی یافتہ' پوری طرح پائیدار اور خوب نکھرے ہوئے' بھرپور اور پختہ کمیونزم کے مستقبل کے نتائج کو آج ہی عمل میں لانے کی کوشش ایسی بات ہے جیسے چار برس کے بچے کو اونچے درجے کا علم حساب پڑھانے کی کوشش۔

ہم سوشلزم کی تعمیر شروع کر سکتے ہیں (اور کرنی بھی چاہئے) مگر یہ تعمیر خیالی پروازوں کے سروسامان سے اور ہمارے تیار کئے ہوئے خاص الخاص انسانی مادے سے نہیں ہو گی' بلکہ اس میں وہی انسانی مسالہ لگے گا جو سرمایہ داری ہمارے پاس چھوڑ گئی ہے۔ بے شک اس کام میں ''مشکلات'' بہت ہیں لیکن اس کے علاوہ کوئی اور تدبیر ایسی نہیں جس کے متعلق گفتگو بھی کی جا سکے۔

سرمایہ دارانہ ارتقا کے ابتدائی زمانے میں ٹریڈ یونینز مزدور طبقے کیلئے زبردست ترقی کا نشان تھیں کیوں کہ اس کا مطلب یہ تھا کہ انتشار اور بے بسی کی حالت سے نکل کر محنت کشوں نے طبقاتی تنظیم کی ابتدا کی طرف رجوع کیا۔ جب پرولتاریہ کی طبقاتی تنظیم کی سب سے اعلیٰ شکل ابھرنی شروع ہوئی' یعنی پرولتاریہ کی انقلابی پارٹی ظہور میں آئی (یہ نام تب تک اسے زیب نہیں دیتا جب تک وہ لیڈروں کو طبقے اور عوام سے اس طرح جوڑنا نہ سیکھ لے کہ وہ جدا نہ ہو سکیں) اس وقت ٹریڈ یونینز لازمی طور پر کچھ ایسے پہلو ظاہر کرنے لگیں جو رجعتی تھے' ان میں کچھ پیشہ ورانہ تنگ نظری' کچھ غیر سیاسی رہنے کا رجحان' کچھ گھٹن کے آثار وغیرہ نمودار ہونے لگے۔ لیکن پرولتاریہ کی ترقی دنیا میں کہیں بھی اس کے سوا کسی اور راہ سے نہیں ہوئی تھی اور نہ ہو سکتی تھی کہ اس کی ٹریڈ یونینز ہوں' ٹریڈ یونینز اور مزدور طبقے کی پارٹی کے درمیان عملی تعاون ہو۔ پرولتاریہ نے بڑھ کر سیاسی طاقت چھین

لی' یہ ایک طبقے کی حیثیت سے آگے کی طرف پرولتاریہ کیلئے زبردست قدم ہے اور پارٹی کو پہلے سے کہیں زیادہ' صرف پرانے طریقے سے نہیں بلکہ نئے طریقے سے ٹریڈ یونینز کی تعلیم و تربیت کرنی چاہیئے' ان کی رہنمائی کرنی چاہیئے۔ اسی کے ساتھ یہ بھی ذہن میں رکھنا چاہیئے کہ ٹریڈ یونینز ’’کمیونزم کی ضروری تعلیم گاہ‘‘ ہیں اور ابھی ایک زمانے تک رہیں گی' وہ تیاری کا ایسا اسکول ہیں جو پرولتاریہ کو اپنی ڈکٹیٹر شپ چلانے کی تربیت دیتا ہے' مزدوروں کی ایسی ناگزیر انجمنیں ہیں جو ملک کی پوری معاشی زندگی کے انتظامات کو رفتہ رفتہ مزدور طبقے کے ہاتھوں میں منتقل کر دیں گی (الگ الگ پیشوں کے ہاتھ میں نہیں) اور بعد میں تمام محنت کرنے والوں کے ہاتھ میں اس کی باگ ڈور پہنچ جائے گی۔

ٹریڈ یونینز کے اندر ’’رجعت‘‘ کا کچھ نہ کچھ عنصر' مذکورہ معنی میں' پرولتاریہ کی ڈکٹیٹر شپ کے ہوتے باقی رہ جانا ناگزیر بات ہے۔ اس نکتے کو نہ سمجھنے کا مطلب یہ ہے کہ سرمایہ داری سے اشتراکیت میں تبدیلی کے بنیادی حالات کو نہیں سمجھا گیا۔ اس ’’رجعت‘‘ سے ڈرنا' اس سے بچ کر نکلنے کی کوشش کرنا' اس پر سے پھلانگ جانا بڑی حماقت ہوگی کیونکہ یہ پرولتاری ہراول دستے کا اس ذمہ داری سے جان چھڑانا ہوگا جو مزدور طبقے اور کسانوں میں سب سے پچھڑے ہوئے لوگوں اور بالکل عام لوگوں کو تعلیم دینے' سدھارنے' شعور پیدا کرنے اور انہیں نئی زندگی کی طرف کھینچ لینے کی ذمہ داری ہے۔ دوسری طرف یہ اور بھی سخت غلطی ہوگی کہ پرولتاریہ کی ڈکٹیٹر شپ کی حاصلات کو اس وقت تک التوا میں رکھا جائے جب تک کہ ایک ایک مزدور میں بھی پیشہ وارانہ تنگ نظری یا اپنے اپنے ہنر اور اپنے کھاتے کی یونین والا چھوٹا رجحان باقی نہ رہ جائے۔ سیاستدان کا فن (اور کمیونسٹ کی صحیح فرض شناسی) اس میں ہے کہ ان حالات اور اس وقت کا بالکل ٹھیک اندازہ لگایا جائے جب پرولتاریہ کا ہراول حصہ بڑھ کر کامیابی کے ساتھ طاقت ہاتھ میں لے سکے' جب وہ اس قابل ہو کہ اقتدار چھیننے کے دنوں میں اور اس کے بعد محنت کش طبقے کی اور ان محنت کرنے والوں کی بھی کافی بڑی تعداد سے اچھی خاصی حمایت حاصل کر سکے جو پرولتاری نہیں ہوتے ہیں' اور بعد میں جب وہ اس قابل ہو کہ محنت کرنے والوں کی بڑی تعداد کو سکھا کر' سدھا کر اور انہیں اپنی طرف کھینچ کر اپنی حکمرانی کو قائم بھی رکھ سکے' پائیدار بھی بنا سکے اور پھیلا بھی سکے۔

اس سے آگے۔ ان ملکوں میں جو روس سے زیادہ ترقی یافتہ ہیں' ٹریڈ یونینز کے اندر ایک

خاص رجعت ہمارے ملک سے کافی زیادہ زوروں میں ظاہر ہوتی رہی ہے اور یہ ہونا ہی تھا۔ ہمارے یہاں کے منشویکوں کو ٹریڈ یونینز کی پشت پناہی حاصل ہوگئی (اور اب تک بعض ٹریڈ یونینز میں حاصل ہے) خاص اس وجہ سے کہ مزدوروں میں اپنے اپنے پیشے کی تنگ نظری، حرفتی خودی اور موقع پرستی موجود تھی۔ مغرب کے منشویکوں کے قدم ٹریڈ یونینز میں اور بھی مضبوطی سے جمے ہوئے ہیں۔ وہاں پر ہمارے یہاں کے مقابلے میں پیشہ وارانہ گروہ بندی، تنگ نظری، خودغرضی، بے حسی، مطلب پرستی کی شکار، ٹٹ پونجیا، سامراجی ذہنیت رکھنے والی اور سامراج کی بگاڑی ہوئی ''مزدور اشرافیہ'' کہیں زیادہ جاندار ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں۔ مغربی یورپ میں گومپرس، مسٹر ژووؤ، ہنڈرسن، میرہیم، لیگین اینڈ کمپنی جیسے لوگوں کے مقابلے میں لڑنا اس سے کہیں زیادہ مشکل ہے جتنا ہمارے ملک میں ان منشویکوں سے ٹکر لینا جو قطعی ایک جیسا سماجی اور سیاسی ٹائپ رکھتے ہیں۔ یہ جدوجہد بے رحم ہونی چاہئے اور اسے ہر حال میں، ہماری طرح، اس نوبت تک پہنچا دینا چاہئے کہ موقع پرستی اور سوشل شاونزم کے وہ رہنما، جن کی اصلاح ممکن نہیں ہے، بالکل بے آبرو ہو جائیں اور ٹریڈ یونینز سے نکال باہر کئے جائیں۔ سیاسی طاقت اس وقت تک چھینی ہی نہیں جا سکتی (اور اسے چھیننے کی کوشش بھی نہیں کرنی چاہئے) جب تک کہ یہ جدوجہد ایک خاص منزل تک نہ پہنچ چکی ہو۔ یہ ''خاص منزل'' مختلف ملکوں اور مختلف حالات میں ایک دوسرے سے مختلف ہوگی، اس کا بالکل صحیح اندازہ ہر ایک ملک میں وہی لوگ کر سکتے ہیں جو وہاں پرولتاریہ کے خوب غور و فکر کرنے والے، تجربہ کار اور باخبر سیاسی رہنما ہوں۔ (روس میں اس جدوجہد کی کامیابی کی ایک کسوٹی وہ الیکشن تھا جو 1917ء کے نومبر میں [25 نومبر] آئین ساز اسمبلی کیلئے کیا گیا تھا، 25 اکتوبر 1917ء [نئے کیلنڈر کے مطابق 7 نومبر 1917ء] کے پرولتاری انقلاب کے چند روز بعد --- اس چناؤ میں منشویکوں کو شکست فاش ہوئی۔ انہیں صرف 7 لاکھ ووٹ ملے اور اگر قفقاز پار کے ووٹ بھی ملائے جائیں تو کل چودہ لاکھ، اور ان کے مقابلے میں بالشویکوں نے نوے لاکھ ووٹ پائے۔ میرا مضمون ملاحظہ ہو ''آئین ساز اسمبلی کے الیکشن اور پرولتاریہ کی ڈکٹیٹر شپ''، جو ''کمیونسٹ انٹرنیشنل'' رسالے کے ساتویں اور آٹھویں شماروں میں شائع ہو چکا ہے۔)

لیکن ہم اس ''مزدور اشرافیہ'' کے خلاف جدوجہد عام مزدوروں کی طرف سے کرتے ہیں

تا کہ انہیں اپنی طرف کھینچ لیں۔ہم موقع پرستی اور سوشل شاونزم کے خلاف بھی جدوجہد کرتے ہیں تا کہ مزدور طبقے کو اپنے ساتھ جوڑ لیں۔ یہ ایسا ابتدائی اصول ہے اور اتنی صاف حقیقت ہے کہ اسے بھولنا حماقت ہوگی۔اور ٹھیک یہی حماقت جرمنی کے ''بائیں بازو'' کے کمیونسٹ کرتے ہیں جب ٹریڈ یونینز کے سب سے اوپر کے لیڈروں کے رجعت پرستانہ اور انقلاب مخالف مزاج کو دیکھ کر وہ یہ نتیجہ نکال لیتے ہیں کہ ان ٹریڈ یونینز کو ہی چھوڑ و! ان میں کام کرنے کو لات مارو! اپنی نئی اور مصنوعی قسم کی مزدور جماعتیں بناؤ! یہ ایسی ناقابل معافی حماقت ہے کہ اسے کمیونسٹوں کی طرف سے بورژوازی کی سب سے بڑی خدمت کے برابر سمجھنا چاہئے۔کیونکہ ہمارے منشویک' ٹریڈ یونینز کے تمام موقع پرست' سوشل شاؤنسٹ اور کاؤتسکی والے لیڈروں کی طرح لے دے کر بس ''مزدور تحریک کے اندر بورژوازی کے ایجنٹ'' ہیں (جیسا کہ ہم منشویکوں کے خلاف ہمیشہ کہتے آئے ہیں)۔یا پھر یہ لوگ امریکہ کے دانیل ڈی لیون کے ماننے والوں کے اس لاجواب اور بالکل سچے قول کے مطابق ''سرمایہ دار طبقے کے مزدور جی حضورئے ہیں'' (Labor Lieutenants of the Capitalist Class) رجعتی ٹریڈ یونینز کے اندر کام نہ کرنے کے معنی ہیں کہ ناپختہ کار یا پسماندہ مزدوروں کو رجعتی لیڈروں' بورژوازی کے ایجنٹوں' مزدور اشرافیہ یا ''بورژوارنگ کے مزدوروں'' کے حوالے کر دیا جائے' ان کے اثر میں چھوڑ دیا جائے (ملاحظہ ہو اینگلز کا خط مارکس کے نام' 1858ء کا لکھا ہوا' برطانوی مزدوروں کے متعلق)

یہ واہیات ''نظریہ'' کہ کمیونسٹوں کو رجعتی ٹریڈ یونینز میں شامل نہیں ہونا چاہئے' خود ہی بہت صاف طور سے ثابت کرتا ہے کہ ''بائیں بازو'' کے کمیونسٹ ''عوام'' پر اثر ڈالنے کے سوال کو کس قدر ڈھیلے ڈھالے طریقے سے دیکھتے ہیں اور ''عوام'' کے بارے میں بلند بانگ نعروں کا کس قدر غلط استعمال کرتے ہیں۔اگر آپ ''عوام'' کے کام آنا چاہتے ہیں' اگر آپ ''عوام'' کی ہمدردی اور حمایت چاہتے ہیں تو پھر مشکلات سے ڈرنا نہیں چاہئے' زحمتوں سے نہیں گھبرانا چاہئے' ''لیڈروں'' کے بغلی گھونسوں اور تذلیلوں اور پیچھے پڑنے سے نہیں ڈرنا چاہئے (جو موقع پرست اور سوشل شاؤنسٹ ہونے کی بدولت اکثر حالتوں میں یا تو براہ راست' ورنہ بالواسطہ بورژوازی اور پولیس والوں سے ملے رہتے ہیں) بلکہ لازمی طور پر جہاں بھی عوام موجود ہوں' وہاں کام کرنا چاہئے۔آپ کو ہر ایک قربانی کیلئے تیار رہنا چاہئے' بڑی سے بڑی رکاوٹوں پر قابو پانے کے

قابل ہونا چاہئے تا کہ با قاعدہ جم کر اور صبر وضبط کے ساتھ خاص کر ان اداروں میں ان انجمنوں اور سوسائٹیوں میں چاہے وہ بڑی ہی رجعتی ہوں ایجی ٹیشن اور پروپیگنڈا کریں جہاں پرولتاری یا نیم پرولتاری لوگ ہوں۔ خاص کر ٹریڈ یونینز اور مزدوروں کی کوآپریٹیو انجمنیں (کوآپیٹیو انجمنیں کم از کم بعض اوقات) ایسی جگہیں ہیں جہاں عوام موجود ہیں۔ سویڈن کے اخبار Folkets Dagblad Politiken کے 10 مارچ 1920ء کے شمارے میں جو اعداد و شمار نکلے ہیں ان کے مطابق برطانیہ میں ٹریڈ یونینز کی ممبر شپ 1917ء کے آخر میں 55 لاکھ تھی اور 1918ء کے آخر میں بڑھ کر 66 لاکھ ہوگئی یعنی 19 فیصدی بڑھی۔ اور 1919ء ختم ہوتے ہوتے ممبروں کی تعداد 75 لاکھ ہوگئی ہے۔ فرانس اور جرمنی میں ٹریڈ یونینز کے ممبروں کی تعداد میرے پاس موجود نہیں ہے لیکن ان ملکوں میں بھی ممبروں کی تعداد تیزی سے بڑھنے کے بارے میں ایسے حقائق موجود ہیں جو قطعی ناقابل تردید ہیں اور ہر شخص ان کو جانتا ہے۔

یہ واقعات بہت ہی روشن طریقے سے وہ حقیقت جتاتے ہیں جس کی تصدیق دوسری ہزاروں علامتوں سے بھی ہو رہی ہے یعنی یہ کہ طبقاتی شعور اور صف بندی کرنے کی امنگ خاص کر پرولتاری عوام میں بڑھتی جا رہی ہے ''عام لوگوں کی صفوں میں'' اور پچھڑے ہوئے لوگوں میں بڑھتی جا رہی ہے۔ برطانیہ فرانس اور جرمنی کے کروڑوں مزدور پہلی بار بالکل بے تنظیمی کے اندھیرے سے نکل کر تنظیم کی سب سے ابتدائی سب سے نیچے کی بہت سادہ اور ان کے لئے جو ابھی تک بورژوا ڈیموکریٹک واہموں میں ڈوبے ہوئے ہیں ایسی شکل اختیار کر رہے ہیں جس میں نہایت آسانی سے شامل ہوا جا سکتا ہے یعنی ٹریڈ یونین میں --- اور انقلابی مگر ناسمجھ بائیں بازو کے کمیونسٹ پاس کھڑے ہوئے پکار رہے ہیں ''عوام عوام''! لیکن ٹریڈ یونینز میں کام کرنے سے انہیں انکار ہے! انکار کا بہانہ یہ ہے کہ یہ ٹریڈ یونینز ''رجعتی'' ہیں! اب وہ ان کی جگہ بالکل نئی نویلی صاف ستھری ایسی پاک صاف ''مزدور یونین'' بنانے چلے ہیں جس پر بورژوا ڈیموکریٹک واہموں کا داغ نہ لگا ہو جو پیشہ وارانہ اور الگ الگ کھاتے کی تنگ نظری کی قصوروار نہ ہو اور جو بقول ان کے بہت وسیع تنظیم ہوگی (ہوگی!) اور اس کا ممبر بننے کی صرف (صرف!) ایک شرط رکھی جائے گی کہ ''سوویت نظام اور ڈکٹیٹر شپ کو تسلیم کیا جائے'' (مذکورہ بالا حوالہ پڑھیں)!

اس سے بڑھ کر بے وقوفی اور انقلاب کو اس سے بڑھ کر نقصان پہنچانے والی بات کا تصور نہیں کیا جا سکتا جو یہ ''بائیں بازو'' والے انقلابی کر رہے ہیں۔ ہاں، اگر آج ہم روس میں، روسی بورژوازی اور اتحاد ثلاثہ کی طاقتوں کے مقابلے میں ڈھائی سال تک بے مثال فتوحات پانے کے بعد بھی ٹریڈ یونینز کی ممبرشپ کیلئے یہ شرط لگائیں کہ آدمی ''ڈکٹیٹر شپ پر ایمان لائے'' تو یہ ہماری بے وقوفی ہوگی، اس طرح ہم عوام میں اپنے اثر کو نقصان اور منشویکوں کو طاقت پہنچائیں گے۔ کیونکہ کمیونسٹوں کی تمام تر ذمہ داری یہ ہے کہ وہ پچھڑے ہوئے لوگوں کو قائل کر سکیں، ان کے درمیان کام کریں اور من گھڑت یا بچکانہ ''بائیں بازو'' والے نعرے لگا کر اپنے اور انکے درمیان دیوار کھڑی نہ کر لیں۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ گومپرس، ہنڈرسن، ژوؤ اور لیگین صاحبان ان ''بائیں بازو'' کے انقلابیوں کے بڑے شکر گزار ہوں گے جنہوں نے ''با اصول'' جرمن مخالفین کی طرح (خدا بچائے اس ''اصول پرستی'' سے!) یا پھر امریکہ میں ''دنیا کے صنعتی مزدور'' [IWW، 1905ء میں امریکہ میں قائم ہونے والی ٹریڈ یونین] کے بعض انقلابیوں کی طرح اس کا پرچار شروع کر دیا کہ رجعتی ٹریڈ یونینز کو چھوڑا جائے اور ان میں کام کرنے سے انکار کر دیا جائے۔ اس میں شبہ نہیں کہ یہ صاحبان [یونین اشرافیہ] جو موقع پرستی کے ''لیڈر'' ہیں، بورژوا سیاست دانی کی ساری چالیں چلیں گے، بورژوا حکومتوں، پادریوں، پولیس والوں اور عدالتوں کا سہارا لیں گے تاکہ کمیونسٹوں کو ٹریڈ یونینز میں گھسنے سے روکا جائے، ہر ترکیب سے ان کو باہر رکھا جائے، اور ٹریڈ یونینز میں ان کے کام کو جتنا ہو سکے ناپسندیدہ بنا دیا جائے، ان کی تذلیل کی جائے، تنگ کیا جائے اور ان کا پیچھا کیا جائے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم ان تمام حرکتوں کا مقابلہ کر سکیں، ہر قسم کی قربانی دینے پر تیار رہوں اور پھر اگر ضرورت پڑے تو ہر قسم کی چال، ہوشیاری اور غیر قانونی داؤ پیچ سے کام لے کر، ہونٹ سی کر، سچائی چھپا کر بھی اس پر اڑے رہیں تاکہ کسی طرح ٹریڈ یونین کے اندر گھس جائیں، وہیں جمے رہیں اور چاہے جو ہو، اپنا کمیونسٹ پروپیگنڈا کرتے رہیں۔ زار شاہی کے زمانے میں ہم کو کسی قسم کی بھی ''قانونی سہولتیں'' 1905ء تک حاصل نہیں تھیں لیکن پھر بھی جب زوباتوف نام کے خفیہ پولیس والے نے ''سیاہ صد'' (Black Hundreds) [انتہائی دائیں بازو کا فاشسٹ گروہ]

مزدوروں کے جلسے اور محنت کش لوگوں کی سوسائٹیاں بنانی شروع کیں تاکہ انقلابیوں کو پھانسا جائے اور ان سے مقابلہ کیا جائے تو ہم نے اپنی پارٹی کے ممبروں کو ان جلسوں اور سوسائٹیوں میں بھرتی کرادیا (مجھے خود ان میں سے ایک شخص کامریڈ بابوشکن یاد ہے' یہ سینٹ پیٹرسبرگ کا ایک نمایاں مزدور تھا جسے زارشاہی افسروں نے 1906ء میں گولی ماردی)۔ ان لوگوں نے عوام سے رابطہ رکھا' اپنی ایجی ٹیشن جاری رکھنے کی ترکیبیں نکال لیں اور مزدوروں کو زوباتوف کے آدمیوں کے اثر سے نکال لینے میں کامیاب ہوگئے *۔ البتہ یہ ہے کہ مغربی یورپ میں جہاں قانونی جواز رکھنے والے' آئینی' بورژوا ڈیموکریٹک تعصّبات خاص کر گہری جڑیں رکھتے ہیں' زیادہ جمے ہوئے ہیں' وہاں یہ کام زیادہ مشکل ہے۔ تاہم یہ کیا جاسکتا ہے اور کیا جانا چاہیئے اور ایک ضابطے اور قاعدے کے ساتھ کیا جانا چاہیئے۔

تیسری انٹرنیشنل کی انتظامیہ کمیٹی کو' میری ذاتی رائے میں' رجعتی ٹریڈ یونینز میں شرکت سے انکار کی پالیسی کی قطعی مذمت کرنا چاہیئے اور کمیونسٹ انٹرنیشنل کی اگلی کانگریس سے کہنا چاہیئے کہ وہ اس پالیسی کی عام طور سے مذمت کرے (وضاحت کے ساتھ بتایا جائے کہ یہ انکار کیوں ناسمجھی کی حرکت ہے اور پرولتاری انقلاب کے کام کو اس سے کتنا انتہا درجے کا نقصان ہے) اور خاص کر ہالینڈ کی کمیونسٹ پارٹی کے بعض ممبروں کے طریقہء کار کی مذمت کرے' جنہوں نے براہ راست یا بالواسطہ' کھلے عام یا ڈھکے چھپے' پوری طرح یا جزوی طور پر (اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا) اس غلط پالیسی کی تائید کی۔ تیسری انٹرنیشنل کو دوسری انٹرنیشنل کی چالوں سے خود کو بے تعلق کر لینا چاہیئے' نازک سوالوں کو ٹال جانے یا ان سے کترا جانے کی نہیں بلکہ انہیں دوٹوک طریقے سے سامنے رکھنے کی پالیسی اختیار کرنی چاہیئے۔ جو سچائی تھی وہ پوری کی پوری ان لوگوں کے سامنے رکھ دی گئی جو ''انڈپنڈنٹ'' تھے (یعنی جرمن انڈپنڈنٹ سوشل ڈیموکریٹک پارٹی) اب اسی طرح ''بائیں بازو'' کے کمیونسٹوں سے بھی بات صاف صاف کہہ دینی چاہیئے۔

---

* گومپرس' ہنڈرسن' ژووُ اور لیگین قسم کے لوگ بالکل ہمارے یہاں کے زوباتوف ہیں' فرق اتنا ہے کہ ان لوگوں کا لباس یورپی ہے' مہارت کی پالش ہے' سلیقہ اور تمیز ہے اور اپنی گندی پالیسی کو بناسجا کر باریکی سے چلانے کا ڈیموکریٹک ہنر آتا ہے۔

(7)

کیا ہمیں بورژوا پارلیمنٹوں میں شریک ہونا چاہئے؟

’’بائیں بازو‘‘ کے جرمن کمیونسٹ انتہائی حقارت اور انتہائی لاپروائی سے اس سوال کا جواب نفی میں دیتے ہیں۔ ان کی دلیلیں؟ ہم اوپر کے حوالے میں ان کو دیکھ چکے ہیں:

’’... پارلیمانیت کی جدوجہد کی تاریخی اور سیاسی لحاظ سے فرسودہ صورتوں کی طرف ہر طرح کی واپسی کو قطعی طور پر مسترد کر دینا چاہئے...‘‘

پارلیمانیت کی طرف ’’واپسی‘‘! یہ مضحکہ خیز بناوٹ کے ساتھ کہا گیا ہے اور صاف طور سے غلط ہے۔ شاید جرمنی میں اب سوویت ریپلک قائم ہوگئی ہے؟ ایسا نہیں ہے! پھر ’’واپسی‘‘ کی بات کیسے کی جا سکتی ہے؟ کیا یہ خالی خولی بات نہیں ہے؟

پارلیمانیت کی ’’تاریخی لحاظ سے فرسودگی‘‘--- یہ پروپیگنڈے کے لحاظ سے صحیح ہے۔ لیکن ہر ایک جانتا ہے کہ اس میں اور عملی طور سے اس پر قابو پانے میں بڑا فاصلہ ہے۔ سرمایہ دارانہ نظام کو دسیوں سال پہلے [بھی] بالکل بجا طور پر ’’تاریخی لحاظ سے فرسودہ‘‘ کہنا ممکن تھا لیکن اس سے سرمایہ دار نظام کی بنیاد پر انتہائی طویل اور متواتر جدوجہد کی ضرورت نہیں ختم ہو جاتی۔ عالمی تاریخ کے نقطہ نظر سے پارلیمانیت ’’تاریخی لحاظ سے فرسودہ‘‘ ہے یعنی بورژوا پالیمانیت کا دور ختم ہو چکا ہے اور پرولتاریہ کی ڈکٹیٹرشپ کا دور شروع ہوا ہے۔ یہ بات مسلمہ ہے۔ لیکن عالمی تاریخ کا پیمانہ دہائیوں میں ہوتا ہے۔ دس بیس سال پہلے یا بعد یہ عالمی تاریخ کے پیمانے کے نقطہ نظر سے کوئی فرق نہیں رکھتے، یہ عالمی تاریخی نقطہ نظر سے بہت معمولی بات ہے جس کا ذرا بھی خیال نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن اسی سبب سے ہی عملی سیاست کے سوال کو عالمی تاریخی پیمانے سے ناپنا بالکل صریحی غلطی ہوگی۔

کیا پارلیمانیت ’’سیاسی لحاظ سے فرسودہ‘‘ ہے؟ یہ دوسری بات ہے۔ اگر یہ بات صحیح ہوتی تو ’’بائیں بازو‘‘ کی پوزیشن مضبوط ہوتی۔ لیکن اس کو بہت ہی سنجیدہ تجزئے کے ذریعہ ثابت کرنے کی ضرورت ہے اور ’’بائیں بازو والوں‘‘ کو یہ تک پتہ نہیں ہے کہ اس کو کیا کس طرح جائے۔ ’’پارلیمانیت کے بارے میں مقالے‘‘ میں جو تجزیہ ہے وہ بھی، جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں، بہت ہی بیکار

ہے۔ یہ مقالہ ''کمیونسٹ انٹرنیشنل کے عارضی ایمسٹرڈم بیورو کے بلیٹین'' نمبر 1 میں شائع ہوا ہے اور صاف طور پر ہالینڈ کے بائیں بازو یا بائیں بازو کے ہالینڈ والوں کی خواہشوں کا اظہار کرتا ہے۔

اول تو' روزا لکسمبرگ اور کارل لیبکنیخت جیسے ممتاز سیاسی لیڈروں کی رائے کے برعکس' جرمن ''بائیں بازو والے'' جیسا کہ ہم جانتے ہیں' پارلیمانیت کو جنوری 1919ء میں بھی ''سیاسی لحاظ سے فرسودہ'' سمجھتے تھے۔ ہم جانتے ہیں کہ ''بائیں بازو والے'' غلطی پر تھے۔ یہ واحد واقعہ فوراً اور جڑ سے اس دعوے کو ختم کر دیتا ہے کہ پارلیمانیت ''سیاسی لحاظ سے فرسودہ'' ہے۔ ''بائیں بازو والوں'' پر یہ بات ثابت کرنے کی ذمہ داری آتی ہے کہ ان کی اس وقت کی مسلمہ غلطی اب غلطی کیوں نہیں رہی ہے؟ وہ ذرہ برابر بھی ثبوت نہیں دیتے ہیں اور نہ دے سکتے ہیں۔ کسی سیاسی پارٹی کا اپنی غلطیوں کی طرف رویہ اس بات کا اندازہ لگانے کا ایک انتہائی اہم اور معتبر معیار ہے کہ پارٹی کتنی سنجیدہ ہے اور وہ اپنے طبقے اور محنت کش عوام کیلئے اپنی ذمہ داری کو عملی طور پر کیسے پورا کرتی ہے۔ غلطی کو اعلانیہ تسلیم کرنا' اس کے اسباب معلوم کرنا' اس صورتحال کا تجزیہ کرنا جسکا نتیجہ یہ ہوا ہے اور غلطی کو ٹھیک کرنے کے طریقوں پر توجہ کے ساتھ بحث مباحثہ کرنا--- یہ ہے سنجیدہ پارٹی کی علامت' یہ ہے اس کی اپنی ذمہ داری کی تکمیل' یہ ہے طبقے کی اور پھر عوام کی تربیت و تعلیم --- اپنی اس ذمہ داری کو نہ پورا کر کے' اپنی بین غلطی کو سمجھنے کیلئے غیر معمولی توجہ' ہوشمندی اور احتیاط سے کام نہ لے کر جرمنی میں (اور ہالینڈ میں بھی) ''بائیں بازو والے'' اس سے بالکل یہی ثابت کرتے ہیں کہ وہ کسی طبقے کی پارٹی نہیں ہیں' عوام کی پارٹی نہیں ہیں بلکہ دانش ورلوگوں اور چند ایسے مزدوروں کا گروہ ہیں جو دانش وری کے انتہائی برے پہلوؤں کی نقل کر رہے ہیں۔

دوسرے' فرینک فورٹ کے ''بائیں بازو والوں'' کے گروہ کے اسی پمفلٹ میں' جس سے ہم نے اوپر تفصیلی حوالے دیئے ہیں' ہم پڑھتے ہیں:

''... دسیوں لاکھ مزدور جو مرکز (کیتھولک ''سینٹر'' پارٹی) کی پیروی کرتے ہیں انقلاب دشمن ہیں۔ دیہی پرولتاریہ انقلاب دشمن فوج کیلئے کثیر تعداد میں دستے فراہم کرتا ہے'' (مندرجہ بالا پمفلٹ کا تیسرا صفحہ)۔

یہ ہر طرح ظاہر ہے کہ اس کو بہت بڑھا چڑھا کر اور مبالغے کے ساتھ کہا گیا ہے۔ لیکن بنیادی بات جو یہاں دی گئی ہے مسلمہ ہے اور اس کیلئے ''بائیں بازو والوں'' کا اعتراف ان کی غلطی

کا خاص طور سے واضح ثبوت ہے۔ یہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ ''پارلیمانیت سیاسی لحاظ سے فرسودہ'' ہو چکی ہے اگر ''دسیوں لاکھ'' پرولتاریہ اور ان کے ''دستے'' نہ صرف عام طور پر پارلیمانیت کے حق میں ہیں بلکہ براہ راست ''انقلاب دشمن'' ہیں!؟ یہ بات صاف ہے کہ جرمنی میں پارلیمانیت سیاسی لحاظ سے ابھی فرسودہ نہیں ہوئی ہے۔ یہ بات صاف ہے کہ جرمنی میں ''بائیں بازو والوں'' نے اپنی خواہشات کو' اپنے نظریاتی سیاسی رویے کو معروضی حقیقت سمجھ لیا۔ انقلابیوں کیلئے یہ انتہائی خطرناک غلطی ہے۔ روس میں جہاں خاص طور سے ایک طویل مدت تک اور مخصوص نوع بنوع صورتوں میں' زارشاہی کی مربوط وحشت میں پک کر طرح طرح کے انقلابی پیدا ہوئے' ایسے انقلابی جولاجواب ایثار' ولولے' بہادری اور قوت ارادی کے مالک تھے' روس میں ہم نے انقلابیوں کی اس غلطی کا خاص طور سے قریبی مشاہدہ کیا' خاص طور سے غور کے ساتھ مطالعہ کیا' خاص طور سے اچھی طرح اس کو جانتے ہیں اور اسی لئے ہم کو یہ دوسروں میں زیادہ صاف نظر آتی ہے۔ کمیونسٹوں کیلئے جرمنی میں پارلیمانیت درحقیقت ''سیاسی لحاظ سے فرسودہ'' ہو چکی ہے' لیکن معاملہ بالکل یہ ہے کہ ہمارے لئے جو کچھ فرسودہ ہے اس کو ہمیں کسی طبقے کے لئے' عوام کیلئے فرسودہ نہ سمجھنا چاہئے۔ ہم یہاں بھی دیکھتے ہیں کہ ''بائیں بازو والے'' بحث نہیں کر سکتے' اپنے آپ کو طبقے کی پارٹی کی طرح' عوام کی پارٹی کی طرح نہیں چلا سکتے۔ آپ کو عوام کی سطح تک' طبقے کے پسماندہ پرتوں تک نہیں گرنا چاہئے۔ یہ مسلمہ ہے۔ آپ کو یہ تلخ سچائی ان سے کہہ دینا چاہئے۔ آپ کو چاہئے کہ ان کے بورژوا جمہوری اور پارلیمانی تعصّبات کو تعصّبات کہیں۔ لیکن اس کے ساتھ ہی آپ کی یہ ذمہ داری ہے کہ ہوشمندی کے ساتھ آپ پورے طبقے (نہ صرف اس کے کمیونسٹ ہراول حصے کے) اور سارے محنت کش عوام (نہ صرف اس کے زیادہ باشعور لوگوں) کے طبقاتی شعور اور تیاری کی حقیقی کیفیت کی نگرانی کریں۔

اگر صرف ''دسیوں لاکھ'' اور ''دستے'' نہیں بلکہ صنعتی مزدوروں کی کافی بڑی اقلیت کیتھولک پادریوں کی (اور زرعی مزدور زمینداروں اور امیر کسانوں) کی پیروی کرتی ہے تو اس سے بلاشبہ یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جرمنی میں پارلیمانیت سیاسی لحاظ سے ابھی فرسودہ نہیں ہوئی ہے' کہ پارلیمانی انتخابات اور پارلیمانی پلیٹ فارم کی جدوجہد میں شرکت انقلابی پرولتاریہ کی پارٹی کیلئے لازمی ہے خصوصاً اس کے اپنے طبقے کی پسماندہ پرتوں کی تربیت کیلئے' ٹھیک اس مقصد کیلئے کہ غیر ترقی یافتہ

' کچلے اور جاہل دیہی عوام کو بیدار کیا جائے اور روشن خیال بنایا جائے۔ جب تک آپ میں بورژوا پارلیمنٹ اور ہر دوسرے قسم کی رجعت کو ختم کرنے کی طاقت نہیں ہے' آپ کا یہ فرض ہے کہ آپ ان کے اندر محض اس وجہ سے کام کریں کہ وہاں ابھی مزدور ہیں جن کو پادریوں اور دیہاتی پسماندگی نے بیوقوف بنادیا ہے' ورنہ آپ محض بکواسی بننے کا خطرہ مول لینگے۔

تیسرے "بائیں بازو" کے کمیونسٹ ہم بالشویکوں کے بارے میں بہت سی اچھی باتیں کہتے ہیں۔ کبھی کبھی یہ کہنے کا دل چاہتا ہے کہ وہ ہماری تعریف کم کرتے اور بالشویکوں کے طریقہ کار کو زیادہ سمجھنے کی کوشش کرتے' اس سے زیادہ واقفیت حاصل کرتے! ہم نے روسی بورژوا پارلیمنٹ' آئین ساز اسمبلی کے انتخابات میں ستمبر تا نومبر 1917ء میں حصہ لیا۔ ہمارا طریقہ کار ٹھیک تھا یا نہیں؟ اگر نہیں' تو اس کو صاف طور سے کہنے اور ثابت کرنے کی ضرورت ہے' یہ بین الاقوامی کمیونزم کے لئے صحیح طریقہ کار مرتب کرنے کیلئے ضروری ہے۔ اگر ٹھیک ہے تو اس سے کچھ نتائج بھی اخذ کرنا چاہئے۔ ظاہر ہے کہ روس کے حالات کا مقابلہ مغربی یورپ سے کرنے کا کوئی سوال نہیں ہے۔ لیکن خاص طور سے اس سوال کے بارے میں کہ "پارلیمانیت کے سیاسی لحاظ سے فرسودہ" ہونے کا نظریہ کیا ہے' ہمارے تجربے پر ضرور ٹھیک سے توجہ دینا چاہیے کیونکہ جب تک ٹھوس تجربے کو پیش نظر نہ رکھا جائے ایسے نظریات بہت آسانی سے خالی بکواس بن جاتے ہیں۔ کیا ہم روسی بالشویکوں کو ستمبر 1917ء میں بمقابلہ دوسرے مغربی کمیونسٹوں کے یہ سمجھنے کا زیادہ حق نہیں تھا کہ روس میں پارلیمانیت سیاسی لحاظ سے فرسودہ ہو چکی ہے؟ ہاں تھا' کیونکہ سوال یہ نہیں ہے کہ آیا بورژوا پارلیمنٹوں کا وجود بہت زمانے سے ہے یا کم زمانے سے بلکہ یہ کہ محنت کش عوام سوویت نظام کو (نظریاتی' سیاسی اور عملی طور پر) قبول کرنے اور بورژوا جمہوری پارلیمنٹ کو ختم کرنے (یا ختم ہونے دینے) پر کس حد تک تیار ہیں۔ یہ بالکل مسلمہ اور پوری طرح پایہ ثبوت کو پہنچا ہوا تاریخی واقعہ ہے کہ ستمبر تا نومبر 1917ء میں شہری مزدور طبقہ اور روس کے سپاہی اور کسان' کچھ مخصوص حالات کی وجہ سے' سوویت نظام کو قبول کرنے اور انتہائی جمہوری بورژوا پارلیمنٹ کو ختم کرنے کیلئے غیر معمولی طور پر تیار تھے۔ بہر حال بالشویکوں نے آئین ساز اسمبلی کا بائیکاٹ نہیں کیا بلکہ پرولتاریہ کے سیاسی اقتدار حاصل کرنے سے پہلے اور بعد میں انتخابات میں حصہ لیا۔ ان انتخابات نے بہت ہی قیمتی (اور پرولتاریہ کے لئے بہت حد تک کارآمد) سیاسی نتائج دیئے اور میں

یہ امید کرنے کی جرات کرتا ہوں کہ اس کو میں نے متذکرہ بالا مضمون میں ثابت کر دیا ہے جس میں روس میں آئین ساز اسمبلی کے انتخاب کے بارے میں تفصیلی تجزیہ کیا گیا ہے۔

اس سے جو نتیجہ اخذ ہوتا ہے وہ قطعی مسلمہ ہے۔ یہ ثابت کر دیا گیا ہے کہ سوویت ریپلک کی فتح سے چند ہفتے پہلے' بلکہ اسکی اس فتح کے بعد بھی' بورژوا جمہوری پارلیمنٹ میں شرکت نہ صرف انقلابی پرولتاریہ کو نقصان نہیں پہنچاتی ہے بلکہ اس کو پسماندہ عوام پر یہ ثابت کرنے کا امکان فراہم کرتی ہے کہ ایسی پارلیمنٹوں کا خاتمہ کیوں کر دینا چاہئے' وہ ان کے خاتمے کو کامیاب بنانے میں مدد دیتی ہے' بورژوا پارلیمانیت کو ''سیاسی لحاظ سے فرسودہ بنانے'' میں معاون ہوتی ہے۔ اس تجربے کو نظر انداز کرنے اور ساتھ ہی کمیونسٹ انٹرنیشنل سے الحاق کا دعوی کرنے کا مطلب جس کو اپنا طریقہ کار بین الاقوامی طور پر مرتب کرنا چاہئے (محدود یا یک رخا قومی نہیں بلکہ بین الاقوامی طریقہ کار) سخت غلطی ہے اور درحقیقت بین الاقوامیت کو عمل میں ترک کرنا اور زبانی ماننا ہے۔

اب ہم پارلیمنٹوں میں شرکت کرنے کے خلاف ''ہالینڈ والی بائیں بازو'' کی دلیلوں کا جائزہ لیں گے۔ یہ متذکرہ بالا ''ہالینڈ والے'' مقالوں میں سب سے اہم (انگریزی سے ترجمہ) چوتھا مقالہ ہے:

''جب پیداوار کا سرمایہ دار نظام ٹوٹ جاتا ہے اور سماج انقلاب کی حالت میں ہوتا ہے تو خود عوام کی سرگرمی کے مقابلہ میں پارلیمانی کارکردگی کی اہمیت رفتہ رفتہ ختم ہوتی جاتی ہے۔ جب ان حالات میں پارلیمنٹ انقلاب دشمنی کا مرکز اور آلہ بن جاتی ہے' جبکہ دوسری طرف مزدور طبقہ اپنے اقتدار کا آلہ سوویتوں کی صورت میں تیار کرتا ہے' تو ممکن ہے کہ پارلیمانی کارکردگی میں سب اور ہر طرح کی شرکت سے پرہیز ضروری ہو جائے۔''

پہلا جملہ صاف طور پر غلط ہے کیونکہ عوام کی سرگرمی--- مثلاً زبردست ہڑتال --- ہمیشہ پارلیمانی کارکردگی سے زیادہ اہم ہوتی ہے' نہ کہ صرف انقلاب کے دوران یا انقلابی صورتحال میں۔ یہ صاف طور پر کمزور اور تاریخی و سیاسی لحاظ سے غلط دلیل خاص وضاحت کے ساتھ صرف یہ دکھاتی ہے کہ اس کے پیش کرنے والے قانونی اور غیر قانونی جدوجہد کو متحد کرنے کے عام یورپی تجربے (1848ء اور 1870ء کے انقلابوں سے پہلے کے فرانسیسی تجربے' 90-1878ء کے جرمن تجربے وغیرہ) اور متذکرہ بالا روسی تجربے دونوں کو نظر انداز کرتے ہیں۔ یہ سوال عام اور

خاص لحاظ سے زبردست اہمیت رکھتا ہے کیونکہ تمام مہذب اور ترقی یافتہ ملکوں میں وہ وقت تیزی سے قریب آ رہا ہے جب یہ اتحاد [قانونی وغیر قانونی کام کا ملاپ] انقلابی پرولتاریہ کی پارٹی کیلئے زیادہ سے زیادہ لازمی ہوتا جاتا ہے (اور کچھ حد تک ہو گیا ہے) کیونکہ پرولتاریہ اور بورژوازی کے درمیان خانہ جنگی پختہ اور قریب ہوتی جا رہی ہے' کیونکہ ریپبلکن اور عام طور پر بورژوا حکومتیں ہر طرح کی قانون شکنی کی حد تک جا کر کمیونسٹوں پر وحشیانہ مظالم کرتی ہیں (اس کی ایک مثال امریکہ ہے) وغیرہ وغیرہ۔ یہ اہم سوال ہالینڈ والوں اور عام طور پر بائیں بازو والوں کے بالکل سمجھ میں نہیں آیا ہے۔

دوسرا جملہ اول تو تاریخی لحاظ سے غلط ہے۔ ہم بالشویکوں نے انتہائی انقلاب دشمن پارلیمنٹوں میں شرکت کی اور تجربے نے دکھایا کہ ایسی شرکت نہ صرف کار آمد تھی بلکہ انقلابی پرولتاریہ کی پارٹی کیلئے ضروری تھی روس میں پہلے بورژوا انقلاب (1905ء) کے فوراً بعد دوسرے بورژوا انقلاب (فروری 1917ء) اور پھر سوشلسٹ انقلاب (اکتوبر 1917ء) کی تیاری کیلئے۔ دوسرے یہ جملہ بالکل غیر منطقی ہے۔ اگر کوئی پارلیمنٹ انقلاب دشمنی کا آلہ اور ”مرکز“ بن جاتی ہے (حقیقت میں وہ کبھی ”مرکز“ نہیں رہی ہے اور نہیں ہو سکتی ہے لیکن یہ تو برسبیل تذکرہ ہے) جبکہ مزدور اپنے اقتدار کا آلہ سوویتوں کی صورت میں تیار کر رہے ہوں تو اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ مزدوروں کو تیاری کرنا چاہئے (نظریاتی' سیاسی اور تکنیکی لحاظ سے تیاری کرنا چاہئے) پارلیمنٹ کے خلاف سوویتوں کی جدوجہد کیلئے' سوویتوں کے ذریعہ پارلیمنٹ کو برخاست کرنے کیلئے۔ لیکن اس سے یہ نتیجہ بالکل نہیں نکلتا کہ اس برخاستگی میں انقلاب دشمن پارلیمنٹ کے اندر سوویت حزب مخالف کی موجودگی سے رکاوٹ پڑتی ہے یا آسانی نہیں ہوتی۔ دنیکن اور کولچاک کے خلاف اپنی فاتحانہ جدوجہد میں ہم نے کبھی ایسا نہیں دیکھا کہ ان کے کیمپ میں کسی سوویت یا پرولتاری حزب مخالف کا وجود ہماری فتوحات کیلئے کوئی اہمیت نہ رکھتا ہو۔ ہم اچھی طرح جانتے ہیں کہ 5 جنوری 1918ء کو آئین ساز اسمبلی کی برخاستگی میں اس بات سے رکاوٹ نہیں بلکہ آسانی ہوئی کہ اس انقلاب دشمن آئین ساز اسمبلی میں جو برخاست کی جانے والی تھی ایک با استقلال بالشویکوں اور بے استقلال بائیں بازو والے سوشلسٹ انقلابیوں کا سوویت حزب مخالف تھا۔ مقالے کو پیش کرنے والے بالکل الجھ گئے ہیں اور انہوں نے اگر سب کا نہیں تو متعدد

انقلابوں کا تجربہ بھلادیا ہے جو یہ دکھاتا ہے کہ انقلابوں کے دوران رجعتی پارلیمنٹ کے باہر عوام کی سرگرمی کو اس پارلیمنٹ کے اندر انقلاب سے ہمدردانہ جذبات رکھنے والے (یا اس سے بہتر یہ کہ براہ راست انقلاب کی حمایت کرنے والے) حزب مخالف کے ساتھ متحد کرنا خاص طور سے کتنا کارآمد ہوتا ہے۔ ہالینڈ والے اور عام طور سے ’’بائیں بازو والے‘‘ اس سلسلے میں انقلاب کے ایسے نظریہ دانوں کی طرح دلیلیں پیش کرتے ہیں جنہوں نے کبھی اصلی انقلاب میں حصہ نہیں لیا ہے یا کبھی انقلابوں کی تاریخ کے بارے میں پوری طرح نہیں سوچا ہے یا بھولے پن سے کسی رجعتی ادارے کے داخلی ’’انکار‘‘ کو متعدد معروضی عناصر کی متحدہ طاقت کی بنا پر اس کی واقعی بربادی سمجھ لیا ہے۔ کسی نئے سیاسی (اور صرف سیاسی ہی نہیں) خیال کو بدنام کرنے اور نقصان پہنچانے کا انتہائی قابل بھروسہ طریقہ یہ ہے کہ اس کی حمایت کرنے کے نام سے اس کو حماقت کی حد تک گرادیا جائے۔ کیونکہ اگر حقیقت کو ’حد سے تجاوز‘‘ کردیا جائے (جیسا کہ سینیر دِتسگین نے کہا ہے)‘ اگر اس میں مبالغہ کیا جائے یا اگر اس کو حقیقی استعمال کی حد کے باہر کیا جائے تو وہ حماقت تک گرسکتی ہے اور وہ ناگزیر طور پر‘ ان حالات کے تحت‘ حماقت بن سکتی ہے۔ ہالینڈ اور جرمنی کے بائیں بازو والے اسی قسم کی بدسلوکی بورژوا جمہوری پارلیمنٹوں سے زیادہ سوویت شکل کی حکومت کی نئی حقیقت کے ساتھ کررہے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اگر کوئی اس پرانے نقطہ نظر کی بات کرے اور عام طور پر کہے کہ بورژوا پارلیمنٹوں میں شرکت سے انکار کرنا کسی حالت میں بھی قابل قبول نہیں ہے تو وہ غلطی پر ہوگا۔ میں یہاں وہ ڈھلے ڈھلائے حالات پیش کرنے کی کوشش نہیں کرونگا جن میں بائیکاٹ مفید ہوگا۔ میں ایسا نہیں کرسکتا کیونکہ اس مضمون کا فریضہ کہیں زیادہ معمولی ہے یعنی بین الاقوامی کمیونسٹ طریقہ کار کے بعض فوری اہم سوالوں کے تعلق سے روسی تجربے کا مطالعہ کرنا۔ روسی تجربے نے بالشویکوں کے بائیکاٹ کے استعمال کی ایک کامیاب اور صحیح مثال (1905ء) اور دوسری جو غلط تھی (1906ء) ہمیں فراہم کی ہے۔ پہلی صورت کا تجزیہ کرتے ہوئے ہم دیکھتے ہیں کہ ایک رجعتی حکومت کو ایک رجعتی پارلیمنٹ منعقد کرنے سے روکنے میں ہم ایسی صورتحال میں کامیاب ہوئے جبکہ غیر پارلیمانی انقلابی عوامی عمل (خصوصاً ہڑتالیں) غیر معمولی تیز رفتاری سے بڑھ رہا تھا‘ جبکہ پرولتاریہ اور کسانوں کی کوئی بھی پرت رجعتی حکومت کو ذرا بھی مدد نہیں دے سکتی تھی‘ جبکہ انقلابی پرولتاریہ پسماندہ عوام پر ہڑتالی جدوجہد اور زرعی تحریک کے ذریعہ اثر انداز ہورہا

تھا۔ یہ بات بالکل صاف ہے کہ یہ تجربہ آج کے یورپ کے حالات پر منطبق نہیں ہوسکتا۔ مندرجہ بالا دلیلوں کی بنا پر یہ بھی صاف ہے کہ ہالینڈ والے اور دوسرے ''بائیں بازو والے'' پارلیمنٹوں میں عدم شرکت کی جو وکالت کرتے ہیں' خواہ وہ مشروط ہو' بنیادی طور پر غلط اور انقلابی پرولتاریہ کے مقصد کیلئے مضر ہے۔

مغربی یورپ اور امریکہ میں پارلیمنٹ مزدور طبقے کے نسبتاً زیادہ باشعور انقلابیوں کیلئے خاص طور سے قابل نفرت ہوگئی ہے۔اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ یہ بالکل سمجھ میں آتا ہے کیونکہ جنگ کے دوران اور اس کے بعد پارلیمنٹ میں سوشلسٹ اور سوشل ڈیموکریٹ ممبران کی زبردست اکثریت نے جو رویہ اختیار کیا اس سے زیادہ مکروہ' ذلیل اور غدارانہ اور کچھ نہیں ہو سکتا۔ بہرحال' یہ طے کرتے وقت کہ اس عام طور پر مسلمہ برائی کے خلاف کیسے لڑا جائے' اس کیفیت سے ہار مان لینا نہ صرف نامعقول بلکہ قطعی مجرمانہ ہوگا۔ مغرب یورپ کے بہت سے ملکوں میں انقلابی کیفیت' ہم کہہ سکتے ہیں' فی الوقت ایک ''انوکھی'' یا ''کمیاب'' چیز ہے جس کا مدتوں سے بیکار اور بے چینی سے انتظار تھا۔ غالباً لوگ اسی لئے اس کیفیت کو آسانی سے قبول کر لیتے ہیں۔ واقعی عوام میں بلا انقلابی کیفیت کے اور بغیر ان حالات کے جو اس کیفیت میں افزائش کی سہولتیں پیدا کرتے ہیں انقلابی طریقہ کار کبھی عمل کی صورت نہیں اختیار کریگا۔ لیکن ہم نے روس میں طویل' تکلیف دہ اور خون آشام تجربے سے اس حقیقت کی تصدیق کی ہے کہ محض انقلابی کیفیت پر ہی انقلابی طریقہ کو نہیں بنانا چاہئے۔ طریقہ کار کو کسی ریاست (اور اس کے اطراف کی ریاستوں اور عالمی پیمانے پر تمام ریاستوں) کی ساری طبقاتی طاقتوں کا سنجیدہ اور سخت معروضی حساب لگا کر اور اسی طرح انقلابی تحریک کے تجربے کا حساب لگا کر بنانا چاہئے۔ پارلیمانی موقع پرستی کو محض گالیاں دیکر' پارلیمنٹوں میں شرکت سے محض انکار کر کے اپنی ''انقلابیت'' کا اظہار کرنا بہت آسان ہے۔ لیکن محض اس کے آسان ہونے سے یہ انتہائی مشکل فریضہ نہیں حل ہو جاتا۔ یورپ کے پارلیمنٹوں میں واقعی انقلابی پارلیمانی گروپ بنانا بمقابلہ روس کے کہیں زیادہ مشکل ہے۔ یہ بات مانی ہوئی ہے۔ لیکن یہ تو اس عام حقیقت کا محض ایک خاص اظہار ہے کہ روس میں 1917ء کی ٹھوس' تاریخی طور پر غیر معمولی انوکھی صورتحال میں سوشلسٹ انقلاب شروع کرنا آسان تھا' جبکہ اس کو جاری رکھنا اور انجام تک پہنچانا یورپی ملکوں کے مقابلے میں روس کیلئے زیادہ

مشکل ہوگا۔ میں نے 1918ء کی ابتدا میں ہی اس صورتحال کی طرف توجہ دلائی تھی اور اس کے بعد دو سال کے تجربے نے اس خیال کے ٹھیک ہونے کی پوری طرح تصدیق کر دی۔ ایسے مخصوص حالات جیسے 1) سوویت انقلاب کو اس کے نتیجے میں جنم لینے والی سامراجی جنگ کے خاتمے سے مربوط کرنے کا امکان جس نے مزدوروں اور کسانوں کو ناقابل یقین حد تک ہلکان کر دیا ہے' 2) سامراجی درندوں کے عالمی طاقت رکھنے والے دو گروہوں کے درمیان' جو اپنے سوویت دشمن کے خلاف متحد نہیں ہو سکے' تباہ کن جنگ سے عارضی طور پر فائدہ اٹھانے کا امکان 3) نسبتاً طویل خانہ جنگی کو برداشت کرنے کا امکان جس کی وجہ کچھ حد تک ملک کی زبردست وسعت اور ذرائع ابلاغ و ترسیل کی کمی ہے 4) کسانوں میں ایسی گہری بورژوا جمہوری انقلابی تحریک کی موجودگی کہ پرولتاریہ کی پارٹی نے کسانوں کی پارٹی (سوشلسٹ انقلابی پارٹی جو اکثریت میں بالشویزم کے سخت خلاف تھی) کے انقلابی مطالبات کو لیا اور پرولتاریہ کے سیاسی اقتدار کے حصول کی وجہ سے فوراً ان کو عملی جامہ پہنایا---اس طرح کے مخصوص حالات اس وقت مغربی یورپ میں نہیں ہیں اور ایسے یا ان سے ملتے جلتے حالات کا اعادہ بہت آسان نہیں ہے۔ اسی لئے' ضمناً' معتدد دوسرے اسباب کے علاوہ' ہمارے مقابلے میں مغربی یورپ میں سوشلسٹ انقلاب شروع کرنا زیادہ مشکل ہے۔ رجعتی پارلیمنٹوں کو انقلابی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کے مشکل کام پر سے ''چھلانگ'' لگا کر اس مشکل سے ''کترانے'' کی کوشش بالکل بچپن ہے۔ آپ نیا سماج قائم کرنا چاہتے ہیں؟ اور رجعتی پارلیمنٹ میں بایقین' پرخلوص اور باہمت کمیونسٹوں پر مشتمل اچھا پارلیمانی گروہ بنانے کی مشکل سے ڈرتے ہیں! کیا یہ بچپن نہیں ہے؟ اگر کارل لیبکنیخت جرمنی میں اور ہیوگ لینڈ سویڈن میں نیچے سے کثیر تعداد میں عوام کی حمایت کے بغیر ہی رجعتی پارلیمنٹوں کو حقیقی انقلابی طور سے استعمال کرنے کی مثال قائم کر سکے تو تیزی کے ساتھ بڑھتی ہوئی انقلابی پارٹی' عوام کی جنگ کے بعد کی ناامیدیوں اور تلخیوں کے درمیان' بری سے بری پارلیمنٹوں میں کمیونسٹ گروپ کیسے نہیں بنا سکتی؟! مغربی یورپ میں کثیر تعداد پسماندہ مزدور اور اس سے زیادہ چھوٹے کسان بمقابلہ روس کے کہیں زیادہ بورژوا جمہوری اور پارلیمانی تعصّبات سے بھرے ہوئے ہیں۔ اسی وجہ سے بورژوا پارلیمنٹ جیسے اداروں میں صرف اندر سے ہی کمیونسٹ ہر مشکل میں اٹل رہ کر ان تعصّبات کو بے نقاب اور دور کرنے' ان پر قابو پانے کیلئے طویل اور متواتر جدوجہد کر سکتے ہیں (اور

کرنا چاہئے)۔

جرمنی کے ''بائیں بازو والے'' اپنی پارٹی کے خراب ''لیڈروں'' کی شکایت کرتے ہیں اور ناامید ہو کر مضحکہ آمیز حد تک ''لیڈروں'' سے ''انکار'' کرتے ہیں۔ لیکن ایسے حالات میں، جن میں اکثر لیڈروں کو پوشیدہ ہونا پڑتا ہے، اچھے، معتبر، آزمودہ کار اور مستند ''لیڈروں'' کا تیار ہونا خاص طور سے مشکل بات ہے اور اس مشکل کو کامیابی کے ساتھ دور کرنا قانونی اور غیر قانونی کام کو متحد کئے بغیر ''لیڈروں'' کو دوسرے طریقوں کے علاوہ پارلیمانی میدان میں آزمائے بغیر ناممکن ہے۔ نکتہ چینی--- انتہائی تیز، بے رحمانہ اور اٹل نکتہ چینی پارلیمانیت یا پارلیمانی سرگرمی کے خلاف نہیں کرنی چاہئے بلکہ ان لیڈروں کے خلاف ہونی چاہئے جو پارلیمانی انتخابات اور پارلیمانی پلیٹ فارم کو انقلابی اور کمیونسٹ طور سے استعمال کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے اور ان لیڈروں کے خلاف اور زیادہ نکتہ چینی ہونا چاہئے جو اس کو کرنا نہیں چاہتے۔ صرف ایسی نکتہ چینی اور ساتھ ہی نالائق لیڈروں کو نکال باہر کرنے اور انکی جگہ پر لائق لیڈروں کو لانے کے، یہ ایسا کارآمد اور مفید کام ہو گی جو بیک وقت ''لیڈروں'' کو مزدور طبقے اور محنت کش عوام کی قیادت کے قابل ہونے کی تربیت دے گا اور عوام کو اس کی تربیت دے گا کہ وہ سیاسی حالت اور ان پیچیدہ فریضوں کو سمجھ سکیں جو اس حالت سے پیدا ہوتے ہیں۔

(8)

کوئی سمجھوتے نہیں؟

فرینک فورٹ کے حوالے میں ہم نے دیکھا ہے کہ ''بائیں بازو والے'' کس قطعیت کے ساتھ اس نعرے کو پیش کرتے ہیں۔ایسے لوگوں کو دیکھ کر افسوس ہوتا ہے جو بلاشبہ اپنے آپ کو مارکسی سمجھتے ہیں اور مارکسی بننے کی خواہش رکھتے ہیں لیکن مارکس ازم کے بنیادی حقائق کو بھول گئے ہیں۔33 بلانکسٹ کمیوناروں [بلانکسٹوں سے مراد فرانسیسی سوشلسٹ رہنما 'لوئی آگسٹے بلانک' کے پیروکار ہیں جن کا خیال تھا انقلاب انتہائی سختی سے منظّم ایک چھوٹے سے انقلابی گروہ کے خفیہ اور سازشی طریقہ کار سے ہی ہوسکتا ہے] کے مینی فسٹو کے خلاف 1874ء میں اینگلز نے یہ لکھا ہے جو مارکس کی طرح ایسے نایاب مصنفوں میں سے تھے جنکی ہر زبردست تصنیف کا ہر جملہ لاجواب اور گہرے خیالات رکھتا ہے:

''... ہم کمیونسٹ ہیں'' (بلانکسیٹ کمیوناروں نے اپنے مینی فسٹو میں لکھا) ''کیونکہ ہم درمیانی اسٹیشنوں پر رکے بغیر اپنی منزل مقصود تک پہنچنا چاہتے ہیں' بغیر کسی طرح کے سمجھوتوں کے جو محض یوم فتح کو ملتوی کرتے ہیں اور غلامی کے دور کو طول دیتے ہیں۔''

جرمن کمیونسٹ اس لئے کمیونسٹ ہیں کہ وہ ان تمام درمیانی اسٹیشنوں اور سمجھوتوں کے پار' جو ان کی تخلیق نہیں ہیں بلکہ تاریخی ارتقا نے پیدا کئے ہیں' اپنے حتمی مقصد کو صاف طور سے دیکھتے ہیں اور مستقل طور سے اس کے حصول کی کوشش کرتے ہیں یعنی طبقات کا خاتمہ کرنا اور ایسے سماج کی تخلیق جس میں زمین اور تمام ذرائع پیداوار کی ذاتی ملکیت نہ رہے گی۔[جبکہ دوسری طرف]33 بلانکسٹ اس لئے کمیونسٹ ہیں کیونکہ وہ تصور کرتے ہیں کہ اگر وہ درمیانی اسٹیشنوں اور سمجھوتوں پر سے چھلانگ لگا کر گزرنا چاہتے ہیں تو سب کچھ ایسے ہی ان کی مرضی کے مطابق ہوگا اور اگر یہ [عمل] چند دن میں ''شروع ہوتا ہے'' جسکا ان کو قطعی یقین ہے اور اقتدار ان کے ہاتھ میں آجاتا ہے تو پرسوں ہی ''کمیونزم رائج کردیا جائے گا''۔اس کا یہ مطلب ہوا کہ اگر یہ سب ابھی کرنا ممکن نہیں ہے تو وہ کمیونسٹ نہیں ہیں۔

''یہ کیا طفلانہ معصومیت ہے کہ اپنی ذاتی بے صبری کو نظریاتی دلیل کی حیثیت سے پیش کیا

جائے!'' (فریڈرک اینگلز ''بلانکسٹ کمیو ناروں کا پروگرام'' جرمن سوشل ڈیموکریٹ اخبار Volksstaat' 1874ء شمارہ 73 ''75-1871ء کے مضامین'' کے مجموعے میں۔ روسی ترجمہ' پیٹروگراڈ' 1919ء صفحات 53-52)۔

اسی مضمون میں اینگلز نے والیان کیلئے بڑی عزت کا اظہار کیا ہے اور والیان (جو گید کی طرح اگست 1914ء تک' سوشلزم سے انکی غداری سے پہلے' بین الاقوامی سوشلزم کے بڑے لیڈروں میں سے تھا) کی ''مسلمہ خدمات'' کا ذکر کیا ہے۔ لیکن اینگلز نے واضح غلطی کو تفصیلی تجزیے کے بغیر نہیں چھوڑا۔ واقعی' بہت کمسن اور ناتجربے کار انقلابیوں کو اور پیٹی بورژوا انقلابیوں حتیٰ کہ معزز عمر اور بہت تجربہ رکھنے والوں کو بھی یہ محسوس ہوتا ہے کہ ''سمجھوتوں کی اجازت دینا'' بہت ہی ''خطرناک'' ناقابل فہم اور غلط ہے۔ بہت سے سوفسطائی (جو غیر معمولی یا حد سے زیادہ ''تجربہ کار'' سیاست دان ہوتے ہوئے) ٹھیک اسی طرح دلائل پیش کرتے ہیں جیسے موقع پرستی کے برطانوی لیڈر جنکا ذکر کامریڈ لینسبیری نے کیا ہے: ''اگر بالشویکوں کو کسی سمجھوتے کی اجازت ہے تو ہم کو ہر قسم کے سمجھوتے کی اجازت کیوں نہیں؟'' لیکن بہت سی ہڑتالوں کا تربیت یافتہ پرولتاریہ (طبقاتی جدوجہد کا صرف تنہا یہ مظہر لیتے ہوئے) اس بہت گہری (فلفسیانہ' تاریخی' سیاسی' نفسیاتی) حقیقت پر عام طور سے خوب عبور رکھتا ہے جو اینگلز نے پیش کی ہے۔ ہر پرولتاری ہڑتال سے گزرا ہے' نفرت انگیز ظلم و استحصال کرنے والوں کے ساتھ ''سمجھوتوں'' سے گزرا ہے جب محنت کشوں کو یا تو کچھ حاصل کئے بغیر یا ان کے مطالبات کے جزوی طور پر مانے جانے کے بعد کام پر واپس جانا پڑا ہے۔ ہر پرولتاری--- عوامی جدوجہد کی حالت اور طبقاتی تضادات--- جن کے درمیان وہ رہتا ہے سخت شدت پیدا ہو جانے کی وجہ سے وہ فرق دیکھتا ہے جو معروضی حالات سے مجبور ہو کر کئے ہوئے سمجھوتے (مثلاً ہڑتالی فنڈ کی کمی' باہر سے مدد نہ ملنا' ناممکن حد تک بھوک اور تھکن)' یعنی ایسا سمجھوتہ جو انقلابی جذبے اور جدوجہد کی لگن کو کم نہیں کرتا' اور غداروں کے سمجھوتے کے درمیان ہے۔ [محنت کش طبقے کے غدار] اپنے خود غرضانہ مفادات (ہڑتال توڑنے والے بھی ''سمجھوتے'' کرتے ہیں!)' اپنی بزدلی' سرمایہ داروں کی خدمت گزاری کرنے کی خواہش' سرمایہ داروں کی دھمکیوں' کبھی ترغیب' کبھی بخشش اور کبھی خوشامد کے سامنے جھکنے کو معروضی حالات سے منسوب کرتے ہیں (برطانوی مزدور تحریک کی تاریخ

اس طرح کے بہت سے سمجھوتوں کی مثالیں پیش کرتی ہے جو برطانوی ٹریڈ یونین لیڈروں نے کئے ہیں، لیکن کسی نہ کسی شکل میں تمام ملکوں کے تقریباً سارے محنت کشوں نے اس طرح کے مظہر کا مشاہدہ کیا ہے)۔

ظاہر ہے کہ غیر معمولی مشکلات اور پیچیدگی کے معاملات بھی ہوتے ہیں جب کہ کسی نہ کسی "سمجھوتے" کی اصلی نوعیت کے صحیح اندازے کیلئے زیادہ سے زیادہ کوششوں کی ضرورت ہوتی ہے، اسی طرح جیسے قتل کے کیسوں میں جب یہ طے کرنا آسان نہیں ہوتا کہ آیا قتل بجا اور ضروری تھا (مثلاً بچاؤ کیلئے) یا ناقابل معافی لاپروائی کی وجہ سے ہوا یا کسی شاطر کی مکارانہ چال کا نتیجہ تھا۔ ظاہر ہے کہ سیاست میں جہاں طبقات اور پارٹیوں کے درمیان تعلقات--- قومی اور بین الاقوامی--- کبھی کبھی انتہائی پیچیدہ ہوتے ہیں، بہت سے ایسے معاملات اٹھیں گے جو ہڑتال میں جائز "سمجھوتے" یا کسی ہڑتال توڑنے والے، غدار لیڈر کے غدارانہ "سمجھوتے" وغیرہ کے سوال سے زیادہ مشکل ہوں گے۔ کوئی ایسا نسخہ یا عام اصول تیار کر لینا ("کوئی سمجھوتہ نہیں"!) جو تمام معاملات کیلئے موزوں ہو، حماقت ہوگی۔ آدمی کے شانوں پر ایسا سر ہونا چاہئے کہ وہ ہر معاملے کے بارے میں انفرادی طور سے غور کر سکے۔ درحقیقت پارٹی تنظیم اور اپنے نام کے مستحق پارٹی لیڈروں کا کام یہی ہے کہ وہ معین طبقے* کے تمام سوچنے سمجھنے والے نمائندوں کے طویل، ثابت قدم، نوع بنوع اور ہمہ رخی کام کے ذریعے ضروری معاملات اور تجربہ حاصل کریں، اور معلومات اور تجربے کے علاوہ پیچیدہ سیاسی سوالوں کا جلد اور صحیح طور پر حل کرنے کیلئے ضروری سیاسی شعور بھی۔

بھولے اور بالکل ناتجربےکار لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ عام طور پر سمجھوتے کے جواز کو تسلیم کر لینا کافی ہے اور اس موقع پرستی، جس سے ہم اٹل جدوجہد کر رہے ہیں اور ہمیں کرنا چاہئے، اور

---

* ہر طبقے کے اندر، انتہائی روشن خیال ملکوں کے حالات میں بھی، انتہائی ترقی یافتہ طبقے کے اندر بھی، جبکہ حالات اس کی تمام روحانی طاقتوں کو غیر معمولی بلندی تک اٹھا دیتے ہیں، طبقے کے ایسے نمائندے ہمیشہ رہے ہیں اور ناگزیر طور پر اس وقت تک رہیں گے، جب تک طبقات کا وجود ہے، جب تک غیر طبقاتی سماج خود اپنی بنیادوں پر پوری طرح مضبوط اور مستحکم نہیں ہوتا، جو نہ تو سوچتے ہیں اور نہ سوچنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ سرمایہ دارانہ نظام عوام پر جبر و تشدد نہ کر پاتا اگر ایسا نہ ہوتا۔

انقلابی مارکس ازم یا کمیونزم کے درمیان ہر طرح کی حد ختم ہو جائے گی۔لیکن ایسے لوگ‘ اگر ابھی تک یہ نہیں جانتے کہ قدرت اور سماج میں ساری حدود متحرک اور کچھ درجے تک مشروط ہیں‘ تو طویل تعلیم‘ تربیت‘ حصول علم‘ سیاسی اور روزمرہ کے تجربے کے سوا کوئی اور ان کی مدد نہیں کرسکتا۔ سیاست کے عملی سوالوں میں جو کسی ایک یا مخصوص تاریخی لمحے میں نمودار ہوتے ہیں ان سوالوں کو علیحدہ کر لینا اہم ہے جن سے سب سے زیادہ نا قابل قبول اور غدارانہ سمجھوتوں کا اظہار ہوتا ہے اور جو انقلابی طبقے کیلئے مہلک موقع پرستی کا مجسمہ ہیں اور ان کی وضاحت اور ان کے خلاف جدوجہد کی پوری کوشش کرنا چاہئے۔1914-18 ء کی سامراجی جنگ کے دوران جو یکساں لٹیرے اور درندے ملکوں کے دو گروہوں کے درمیان تھی‘ سوشل شاؤنزم ایسی خاص اور بنیادی قسم کی موقع پرستی تھی یعنی ’’دفاع وطن‘‘ کی حمایت جو عملی طور پر ایسی جنگ میں ’’اپنی‘‘ بورژوازی کے لوٹ مار پر مبنی مفادات کی حمایت کے برابر تھی۔ جنگ کے بعد لیٹری‘ ’’مجلس اقوام‘‘ [لیگ آف نیشنز] کی حمایت‘ انقلابی پرولتاریہ اور ’’سوویت‘‘ تحریک کے خلاف اپنے ملک کی بورژوازی سے براہ راست یا بالواسطہ اتحاد کی حمایت‘ ’’سوویت اقتدار‘‘ کے خلاف بورژوا جمہوریت اور بورژوا پارلمانیت کی حمایت--- یہ تھے ان نا قابل قبول اور غدارانہ سمجھوتوں کے خاص مظاہر جو مجموعی طور پر انقلابی پرولتاریہ اور اس کے کاز کیلئے مہلک موقع پرستی پیدا کرتے تھے۔

’’... پورے عزم کے ساتھ دوسری پارٹیوں سے ہر طرح کے سمجھوتے ... پینترے بازی اور صلح جوئی کی ہر پالیسی کو مسترد کر دینا چاہئے؛‘‘

فرینک فورٹ کے پمفلٹ میں جرمن بائیں بازو والوں نے لکھا ہے۔

یہ حیرت کی بات ہے کہ ایسے خیالات کے باوجود یہ بائیں بازو والے‘ بالشویزم کی قطعی مذمت نہیں کرتے۔ یہ ممکن نہیں ہے کہ جرمن بائیں بازو والے نہ جانتے ہوں کہ بالشویزم کی ساری تاریخ‘ اکتوبر انقلاب سے پہلے اور بعد کو بھی‘ پینترے بازی‘ صلح جوئی اور دوسری پارٹیوں کے ساتھ سمجھوتوں کے واقعات سے بھری پڑی ہے اور ان میں بورژوا پارٹیاں بھی ہیں!

بین الاقوامی بورژوازی کا تختہ الٹنے کیلئے لڑائی لڑنا‘ ایسی لڑائی جو سو گنا زیادہ مشکل‘ طویل اور پیچیدہ ہے بمقابلہ ان سخت اور عام لڑائیوں کے جو ریاستوں کے درمیان ہوتی ہیں۔اور پینترے بازی یا دشمنوں کے مفادات کے درمیان تصادم [یعنی دشمنوں کی آپسی لڑائی] سے

(خواہ وہ وقتی ہی کیوں نہ ہو) فائدہ اٹھانے سے یا امکانی اتحادیوں کے ساتھ (خواہ وہ وقتی' غیر معتبر' متذبذب یا مشروط ہی کیوں نہ ہوں) صلح جوئی اور سمجھوتوں سے قبل ہی سے انکار کرنا' کیا یہ انتہائی حماقت کی بات نہیں ہے؟ کیا یہ اس کے مانند نہیں ہے کہ کسی ایسے پہاڑ کی سخت چڑھائی درپیش ہو جو ابھی تک نامعلوم اور پہنچ سے باہر تھا اور [چڑھنے سے] پہلے ہی سے کبھی کبھی ٹیڑھے میڑھے چلنے' کبھی کبھی پیچھے لوٹنے سے انکار کر دیا جائے! اور ایسے لوگ جو اس حد تک کم شعور رکھنے والے اور ناتجربہ کار ہیں (یہ اچھا ہوا گر اس کی توجیہ ان کی کمسنی سے کی جائے' نوجوان کچھ وقت تک ایسی حماقت کی باتیں کرنے کا رجحان رکھتے ہیں) ان کو حمایت ملی ہے--- خواہ براہ راست ہو یا بالواسطہ' کھلی ہو یا چھپی ہوئی' کلی ہو یا جزوی--- ہالینڈ کی کمیونسٹ پارٹی کے بعض ممبروں سے۔

پرولتاریہ کے پہلے سوشلسٹ انقلاب کے بعد' ایک ملک میں بورژوازی کا تختہ الٹنے کے بعد' اس ملک کا پرولتاریہ بہت دنوں تک بورژوازی کے مقابلے میں کمزور رہتا ہے' محض بورژوازی کے زبردست بین الاقوامی رابطے کی وجہ سے اور اس وجہ سے بھی کہ اس ملک کے' جہاں بورژوازی کا تختہ الٹا ہے' چھوٹے تجارتی سامان بنانے والے خودبخود اور متواتر سرمایہ داری اور بورژوازی کی بحالی کرتے ہیں۔ زیادہ طاقتور دشمن کے خلاف جنگ کو صرف انتہائی کوشش سے اور دشمنوں کے درمیان ہر ''دراڑ'' کو' خواہ وہ انتہائی چھوٹی ہی کیوں نہ ہو' مختلف ملکوں کی بورژوازی کے درمیان یا الگ الگ ملکوں کے اندر بورژوازی کے مختلف گروپوں یا قسموں کے درمیان مفادات کے ہر تصادم کو لازمی' دقیق' پرفکر محتاط اور ماہرانہ طور سے استعمال کر کے جیتا جا سکتا ہے [یعنی بورژوازی کی آپسی لڑائی کا ہر ممکن فائدہ اٹھانا چاہئے] اور اسی طرح ہر ایسے امکان کو حاصل کر کے بھی' خواہ وہ انتہائی کم کیوں نہ ہو' جس سے کثیر تعداد میں لوگوں کا اتحاد مل سکے چاہے وہ وقتی' متذبذب' غیر مستحکم' غیر معتبر اور مشروط ہی کیوں نہ ہو۔ جو اس کو نہیں سمجھا ہے وہ مارکس ازم کو اور عام طور پر سائنسی اور جدید سوشلزم کو ذرا برابر نہیں سمجھا ہے۔ جس نے عملی طور پر' کافی مدت کے دوران اور کافی نوع بنوع سیاسی حالات کے تحت' اس حقیقت کو کام میں لانے کی صلاحیت نہیں ثابت کی ہے اس نے استحصال کرنے والوں سے ساری محنت کش انسانیت کو آزاد کرانے کی جدوجہد میں انقلابی طبقے کو مدد دینا ابھی نہیں سیکھا ہے۔ اور یہ بات پرولتاریہ کے سیاسی اقتدار جیتنے کے پہلے اور بعد دونوں

ادوار سے تعلق رکھتی ہے۔

ہمارا نظریہ کوئی کٹر عقیدہ نہیں ہے بلکہ عمل کیلئے رہنما ہے--- مارکس اور اینگلز نے کہا ہے اور کارل کاؤتسکی اور اوٹو باؤیر وغیرہ جیسے ''پیٹنٹ'' مارکسسٹوں کی سب سے بڑی غلطی، سب سے بڑا جرم یہی ہے کہ انہوں نے اس کو نہیں سمجھا اور پرولتاریہ کے انقلاب کے انتہائی اہم لمحات میں اس کو استعمال نہیں کر سکے۔ ''سیاسی سرگرمی نیوسکی پروسپکٹ کا فٹ پاتھ (پیٹروگراڈ کی سب سے بڑی اور بالکل سیدھی سڑک کا صاف، چوڑا اور ہموار فٹ پاتھ) نہیں ہے'' --- مارکس سے قبل کے دور کے عظیم روسی سوشلسٹ ن گ چرنی شیفسکی نے بھی کہا ہے۔ چرنی شیفسکی کے بعد سے روسی انقلابیوں کو اس حقیقت کو نظر انداز یا فراموش کرنے کی قیمت بے شمار قربانیوں سے ادا کرنی پڑی ہے۔ اس کی امکان بھر کوشش کرنا چاہئے کہ مغربی یورپ اور امریکہ میں بائیں بازو کے کمیونسٹ اور مزدور طبقے کے مخلص انقلابی اس حقیقت کو پانے کیلئے اتنی بڑی قیمت نہ ادا کریں جتنی کہ پسماندہ روسیوں نے کی ہے۔

روسی انقلابی سوشل ڈیموکریٹوں نے زارشاہی کے زوال تک متعدد بار بورژوا لبرل کی خدمات کو استعمال کیا یعنی ان کے ساتھ بہت سے عملی سمجھوتے کئے اور 1902-1901ء میں بالشویزم کے ظہور میں آنے سے پہلے ''اسکرا'' کے پرانے ایڈیٹوریل بورڈ نے (اس ایڈیٹوریل بورڈ میں پلیخانوف، ایکسلرود، زاسولچ، مارتوف، پوتریسوف اور میں تھا) بورژوا لبرلزم کے لیڈر استرودے کے ساتھ رسمی سیاسی اتحاد کر لیا (یہ سچ ہے کہ بہت دنوں کیلئے نہیں)، اور ساتھ ہی وہ [اسکرا] بورژوا لبرلزم اور مزدور طبقے کی تحریک پر اس کے کچھ اثر و رسوخ کے خلاف متواتر اور شدید نظریاتی اور سیاسی جدوجہد کر سکا [یعنی ایک بورژوا لبرل لیڈر سے معمولی عرصے کے عملی سمجھوتے کے باوجود بورژوا لبرلزم کے خلاف لڑائی جاری رہی]۔ بالشویکوں نے بھی ہمیشہ اسی پالیسی کو جاری رکھا۔ 1905ء سے انہوں نے لبرل بورژوازی اور زارشاہی کے خلاف کسانوں کے ساتھ مزدور طبقے کے اتحاد کی باقاعدگی سے وکالت کی، ساتھ کی حمایت سے کبھی انکار نہیں کیا (مثلاً الیکشن کے دوسرے راؤنڈ میں یا دوسری ووٹنگ میں) اور [ساتھ ہی] بورژوا انقلابی کسان پارٹی ''سوشلسٹ انقلابیوں'' کے خلاف انتہائی اٹل نظریاتی اور سیاسی جدوجہد بھی نہیں بند کی اور ان کو ایسے پیٹی بورژوا ڈیموکریٹوں کی حیثیت سے بے نقاب کیا جو اپنے سوشلسٹ ہونے کے

بارے میں دروغ گوئی کرتے تھے۔ 1907ء کے ڈوما کے انتخابات کے دوران بالشویکوں نے 'قلیل مدت کیلئے' ''سوشلسٹ انقلابیوں'' کے ساتھ رسمی سیاسی بلاک بنایا۔ 12-1903ء کے دوران کئی سال تک ہم منشویکوں کے ساتھ سوشل ڈیموکریٹک پارٹی میں رسمی طور پر رہے مگر پرولتاریہ میں بورژوا اثر پھیلانے والے اور موقع پرستوں کی حیثیت سے ان کے خلاف نظریاتی اور سیاسی جدوجہد کبھی نہیں بند کی۔ جنگ کے دوران ہم نے ''کاؤتسکی والوں'' اور بائیں بازو کے منشویکوں (مارتوف) اور ''سوشلسٹ انقلابیوں'' کے ایک حصے (چیرنوف اور ناتانسون) سے کچھ سمجھوتے کئے' زمروالڈ اور کینتال میں ان کے ساتھ بیٹھے اور مشترکہ مینی فسٹو شائع کئے لیکن ہم نے ''کاؤتسکی'' والوں' مارتوف اور چیرنوف (1919ء میں ناتانسون کا انتقال ہو گیا' وہ ہم سے بہت قریب تھا اور یہ ''انقلابی کمیونسٹ'' نردونک ہم سے تقریباً یکجہتی رکھتا تھا) کے خلاف نظریاتی سیاسی جدوجہد نہ کبھی بند کی نہ اس کو کمزور کیا۔ ٹھیک اکتوبر انقلاب کے وقت ہم نے رسمی نہیں بلکہ انتہائی اہم (اور بہت کامیاب) سیاسی بلاک پیٹی بورژوا کسانوں کے ساتھ بنایا اور سوشلسٹ انقلابیوں کے زرعی پروگرام کو کلی طور پر بلا واحد ترمیم کے اپنایا یعنی ہم نے بے شک سمجھوتہ کیا تاکہ کسانوں کے سامنے یہ ثابت کر سکیں کہ ہم ان کو دبانا نہیں بلکہ ان کے ساتھ سمجھوتہ کرنا چاہتے ہیں۔ ساتھ ہی ہم نے ''بائیں بازو کے سوشلسٹ انقلابیوں'' سے ایک رسمی سیاسی بلاک بنانے اور حکومت میں شرکت کرنے کی تجویز کی (اور جلد ہی اس کو عملی جامہ پہنایا)۔ لیکن انہوں نے بریسٹ لیٹوسک کے معاہدے کے بعد ہمارے ساتھ اس بلاک کو ختم کر دیا اور پھر جولائی 1918ء میں ہمارے خلاف بغاوت کی حد تک پہنچ گئے اور بعد میں ہمارے خلاف مسلح جدوجہد تک کی۔

اسی لئے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ جرمنی کے بائیں بازو والوں کے جرمن کمیونسٹ پارٹی کی مرکزی کمیٹی پر حملے' کیونکہ وہ ''انڈیپنڈنٹس'' (جرمن ایڈیپنڈنٹ سوشل ڈیموکریٹک پارٹی' کاؤتسکی والوں) کے ساتھ بلاک بنانے کا خیال رکھتی ہے' ہمیں قطعی سنجیدہ نہیں معلوم ہوتے اور صاف طور پر ثابت کرتے ہیں کہ '' بائیں بازو والے'' غلطی پر ہیں۔ ہمارے یہاں روس میں دائیں بازو والے منشویک (کیرنسکی کی حکومت کے شرکا) بھی تھے جو جرمن شیڈ مانوں سے مطابقت رکھتے تھے اور بائیں بازو والے منشویک (مارتوف) جو دائیں بازو والے منشویکوں کے

مخالف تھے اور جرمن کاؤتسکی والوں سے مطابقت رکھتے تھے۔ کثیر تعداد مزدوروں کا منشویکوں سے ہٹ کر بالشویکوں کی طرف رفتہ رفتہ آنا ہم نے 1917ء میں صاف طور سے دیکھا۔ جون 1917ء میں سوویتوں کی پہلی کل روس کانگریس میں ہماری طرف صرف 13 فیصدی [مندوبین] تھے۔ سوشلسٹ انقلابیوں اور منشویکوں کی اکثریت تھی۔ سوویتوں کی دوسری کانگریس میں (25 اکتوبر 1917ء--- پرانا کیلنڈر) ہم 51 فیصدی ووٹ رکھتے تھے۔ جرمنی میں مزدوروں کی دائیں سے بائیں کی طرف اسی طرح کی اور بالکل یکساں کشش نے فوراً ہی کمیونسٹوں کی بجائے بیچ والی ''انڈیپنڈنٹ'' پارٹی کو کیوں اپنا مرکز بنایا' حالانکہ یہ پارٹی نہ تو کبھی اپنا آزاد سیاسی نظریہ اور نہ کوئی آزاد سیاست رکھتی تھی اور صرف شیئڈ مانوں اور کمیونسٹوں کے درمیان ڈانواں ڈول تھی؟

ظاہر ہے کہ اس کا ایک سبب جرمن کمیونسٹوں کا غلط طریقہ کار تھا جن کو چاہئے کہ انتہائی بے خوفی اور ایمانداری سے اس غلطی کو تسلیم کریں اور اس کی تصحیح کریں۔ غلطی یہ تھی کہ انہوں نے رجعتی بورژوا پارلیمنٹ اور رجعتی ٹریڈ یونینز میں شرکت سے انکار کیا' غلطی مشتمل تھی اس ''بائیں بازو'' کی طفلانہ بیماری کے بہت سے مظاہر پر جواب سطح پر آ گئی اور اس کا علاج زیادہ اچھی طرح' زیادہ تیزی کے ساتھ اور پارٹی کی ساخت کیلئے زیادہ کارآمد طور پر کیا جا سکے گا۔

جرمن انڈیپنڈنٹ سوشل ڈیموکریٹک پارٹی اندر سے ہمگون (Homogeneous) نہیں ہے۔ پرانے موقع پرست لیڈروں (کاؤتسکی' ہلفرڈنگ اور بظاہر بڑی حد تک کریسپین اور لیڈبیور وغیرہ) کے ساتھ ساتھ' جنہوں نے سوویت اقتدار اور پرولتاریہ کی ڈکٹیٹرشپ کی اہمیت کو سمجھنے کے بارے میں اپنی عدم صلاحیت' پرولتاریہ کی انقلابی جدوجہد کی رہنمائی کرنے کی عدم صلاحیت کو ثابت کر دیا ہے' اس پارٹی میں ایک بایاں بازو' پرولتاری بازو ابھرا ہے اور تیزی سے بڑھ رہا ہے۔ اس پارٹی کے (جس میں میرے خیال میں ساڑھے سات لاکھ تک ممبر ہیں) سینکڑوں ہزاروں ممبر پرولتاری ہیں جو شیئڈ مان کو چھوڑ کر تیزی کے ساتھ کمیونزم کی طرف آ رہے ہیں۔ یہ پرولتاری بازو ''انڈیپنڈنٹس'' کی لائپزگ (1919ء) کانگریس میں ہی تیسری انٹرنیشنل سے فوری اور غیر مشروط الحاق کی تجویز پیش کر چکا ہے۔ پارٹی کے اس بازو کے ساتھ ''سمجھوتہ'' کرنے سے ڈرنا بالکل مضحکہ انگیز ہے۔ اس کے برعکس کمیونسٹوں کا یہ فرض ہے کہ وہ

ان کے ساتھ سمجھوتے کی مناسب شکل تلاش کریں اور اسکو حاصل کریں' ایسے سمجھوتے کی شکل جو ایک طرف اس بازو سے ضروری مکمل اتحاد کو آسان بنائے اور اس میں جلدی کرے اور دوسری طرف انڈیپنڈنٹس کے موقع پرست دائیں بازو کے خلاف کمیونسٹوں کی نظریاتی سیاسی جدوجہد میں کوئی خلل نہ ڈالے۔

غالباً سمجھوتے کی موزوں صورت نکالنا آسان کام نہ ہوگا لیکن صرف کوئی دھوکہ باز ہی جرمن مزدوروں اور کمیونسٹوں سے فتح کے ’’آسان‘‘ راستے کا وعدہ کرسکتا ہے۔

سرمایہ داری سرمایہ داری نہ رہتی اگر ’’خالص‘‘ پرولتاریہ ایسے نوع بنوع عبوری اقسام کے کثیر تعداد لوگوں سے نہ گھرا ہوتا جو پرولتاریہ سے نیم پرولتاریہ (جو اپنی قوت محنت کو بیچ کر کچھ حد تک روزی کماتے ہیں) کی طرف' نیم پرولتاریہ سے چھوٹے کسان کی طرف (اور چھوٹے دستکاروں' کاریگروں اور عام طور پر چھوٹی املاک والوں کی طرف)' چھوٹے کسان سے اوسط درجے کے کسان وغیرہ کی طرف جاتے ہیں' اگر پرولتاریہ خود زیادہ ترقی یافتہ اور کم ترقی یافتہ پرتوں میں تقسیم نہ ہوتا' اگر علاقائی پس منظر' حرفت اور کبھی کبھی مذہب وغیرہ کے لحاظ سے تقسیم نہ ہوتا۔ ان سب باتوں سے ضرورت پیدا ہوتی ہے' مسلمہ ضرورت پیدا ہوتی ہے پرولتاریہ کے ہراول دستے کیلئے' اس کے باشعور حصے کیلئے' کمیونسٹ پارٹی کیلئے کہ وہ پینترے بازی کرے' پرولتاریہ کے مختلف گروپوں' مزدوروں اور چھوٹی املاک والے مالکوں کی مختلف پارٹیوں سے صلح جوئی اور سمجھوتے کرے۔ ساری بات یہ ہے کہ اس طریقۂ کار کو کس طرح اپنایا جائے کہ پرولتاریہ کا شعور' انقلابیت اور جدوجہد اور فتح کی صلاحیت کم نہ ہو بلکہ بلند ہو۔ برسبیل تذکرہ اس طرف توجہ کرنے کی ضرورت ہے کہ منشویکوں پر بالشویکوں کی فتح کا نہ صرف 1917ء کے اکتوبر انقلاب تک بلکہ اس کے بعد بھی یہ تقاضہ تھا کہ پینترے بازی' صلح جوئی اور سمجھوتوں کی ان چالوں کو استعمال کیا جائے جو' ظاہر ہے' منشویکوں کے مقابلے میں بالشویکوں کو زیادہ تیز رفتار' مستحکم اور مضبوط بنائیں۔ پیٹی بورژوا ڈیموکریٹ (جن میں منشویک بھی ہیں) لازمی طور پر بورژوازی اور پرولتاریہ کے درمیان' بورژوا ڈیموکریسی اور سوویت نظام کے درمیان' اصلاح پرستی اور انقلابیت کے درمیان' محنت کشوں سے محبت اور پرولتاریہ کی ڈکٹیٹر شپ کے خوف وغیرہ کے درمیان ڈگمگاتے رہتے ہیں۔ کمیونسٹوں کا صحیح

طریقہء کار یہ ہونا چاہیئے کہ ان ڈگمگاہٹوں سے فائدہ اٹھایا جائے نہ کہ ان کو نظر انداز کیا جائے۔ فائدہ اٹھانے کیلئے ان عناصر کو تب اور اس حد تک چھوٹ دینی پڑتی ہے جو پرولتاریہ کی طرف جب اور جس حد تک رخ کرتے ہیں اور ساتھ ہی ان عناصر کے خلاف جدوجہد کی جائے جو بورژوازی کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ صحیح طریقہء کار اختیار کرنے کا نتیجہ یہ ہے کہ ہمارے یہاں منشویکوں کا زیادہ سے زیادہ زوال ہوا اور ہو رہا ہے' جس نے کٹر موقع پرست لیڈروں کو کاٹ کر الگ کر دیا اور ہمارے کیمپ میں بہتر مزدور' پیٹی بورژوا ڈیموکریسی کے بہتر عناصر لایا۔ یہ طویل عمل ہے اور جلد بازی کا یہ فیصلہ کہ ''کوئی سمجھوتہ نہیں' کوئی پینترے بازی نہیں'' صرف انقلابی پرولتاریہ کے اثر کو مضبوط بنانے اور اس کی طاقتوں میں اضافہ کرنے کیلئے مضر ہوگا۔

آخر میں' جرمنی میں ''بائیں بازو والوں'' کی بے شک غلطی معاہدہ ورسائی [جرمنی اور اتحادیوں کے درمیان معاہدہ جس کے ذریعے پہلی عالمی جنگ کا خاتمہ جرمنی کے لئے شرمناک شرائط پر ہوا] کو ماننے سے صاف انکار ہے۔ اس نقطہ نظر کی جتنی زیادہ ''سنجیدگی'' اور ''غرور'' سے جتنی زیادہ ''فیصلہ کن'' اور قطعی طور سے تشکیل کی جاتی ہے (مثلاً ک ہورنر کی جانب سے)' اتنی ہی کم اس میں سمجھداری پائی جاتی ہے۔ بین الاقوامی پرولتاری انقلاب کے موجودہ حالات میں ''قومی بالشویزم'' (لاؤفنبیرک اور دوسروں) کی لغویات کی مذمت کرنا ہی کافی نہیں ہے جو اتحاد ثلاثہ [جرمنی کے خلاف اتحادی قوتیں] کے خلاف جنگ کرنے کیلئے جرمن بورژوازی کے ساتھ بلاک بنانے کی حد تک پہنچ گیا ہے۔ یہ سمجھنا چاہیئے کہ یہ ماننے سے انکار کرنا قطعی غلط طریقہء کار ہوگا کہ سوویت جرمنی کو (اگر جرمن سوویت ریپبلک جلد نمودار ہوئی) کچھ مدت کیلئے معاہدہ ورسائی کو تسلیم کرنا اور اس کے سامنے جھکنا ہی پڑے گا۔ اس سے یہ مطلب نہیں نکلتا کہ انڈیپنڈنٹ ان حالات میں معاہدہ ورسائی پر دستخط کا مطالبہ کرنے میں صحیح تھے جب شیڈ مان جیسے لوگ برسر حکومت تھے' جب ابھی ہنگری میں سوویت حکومت کا تختہ نہیں الٹا گیا تھا اور جب اس کا امکان تھا کہ وی آنا میں سوویت انقلاب سوویت ہنگری کی حمایت کریگا۔ اس وقت انڈیپنڈنٹس کی چالیں اور پینترے بازی بہت بری تھی کیونکہ انہوں نے شیڈ مان غداروں کی جواب دہی کم و بیش اپنے سر لے لی اور شیڈ مان والوں کے خلاف طبقاتی جنگ کے نقطہء نظر سے ہٹ کر ''بے طبقاتی'' یا

''ماورائے طبقاتی'' نقطہ نظر تک لڑھک گئے۔

تو اب صورتحال صاف طور پر یہ ہے کہ جرمنی کے کمیونسٹوں کو یہ وعدہ کر کے کہ کمیونزم کی فتح کی صورت میں معاہدہ ورسائی کو لازمی اور اٹل طور پر مسترد کر دیا جائے گا' اپنے ہاتھ نہ باندھ لینے چاہئے۔ یہ حماقت ہوگی۔ ان کو یہ کہنا چاہئے: شیڈ مان اور کاؤتسکی والوں نے سوویت روس سے اور سوویت ہنگری سے اتحاد کے معاملے میں رکاوٹ ڈال کر (کسی حد تک اس معاملے کو تباہ کر کے) متعدد غدارانہ کام کئے ہیں۔ ہم کمیونسٹ ایسے اتحاد کو آسان بنانے اور اس کی تیاری کیلئے ہر ذریعہ استعمال کریں گے' علاوہ ازیں معاہدہ ورسائی کو مسترد کرنا اور وہ بھی فوراً' ہم پر بالکل فرض نہیں ہے۔ کامیابی کے ساتھ اس کو مسترد کرنے کا انحصار نہ صرف جرمنی میں بلکہ سوویت تحریک کی بین الاقوامی کامیابیوں پر ہے۔ اس تحریک میں شیڈ مان اور کاؤتسکی والوں نے گڑبڑ کیا اور ہم نے اس [تحریک] کی مدد کی۔ یہی معاملے کا سارا نچوڑ ہے' یہی اختلاف کی جڑ ہے۔ اور اگر ہمارے طبقاتی دشمن' استحصال کرنے والے اور ان کے پٹھو شیڈ مانوں اور کاؤتسکی والوں نے جرمن اور بین الاقوامی سوویت تحریک کو مضبوط بنانے' جرمن اور بین الاقوامی سوویت انقلاب کو مضبوط بنانے کے بہت سے امکانات کو ہاتھ سے جانے دیا تو وہ موردالزام ہیں۔ جرمنی میں سوویت انقلاب بین الاقوامی سوویت تحریک کو مضبوط بنائے گا جو معاہدہ ورسائی کے خلاف اور عام طور پر بین الاقوامی سامراج کے خلاف سب سے مضبوط گڑھ (اور واحد معتبر' نا قابل تسخیر اور عالمی طاقت رکھنے والا گڑھ) ہے۔ سامراج سے کچلے ہوئے دوسرے ملکوں کو سامراج سے نجات دلانے کے سوالات کے ہوتے ہوئے معاہدہ ورسائی سے نجات کو قطعی' اٹل اور فوری ترجیح دینا انقلابی بین الاقوامیت نہیں پیٹی بورژوا قوم پرستی ہے (جو کاؤتسکی' ہلفر ڈنگ' اوٹو باؤیر اینڈ کمپنی والوں کو ہی زیب دیتی ہے)۔ یورپ کے کسی بھی بڑے ملک میں' جن میں جرمنی بھی شامل ہے' بورژوازی کا تختہ الٹنا بین الاقوامی انقلاب کیلئے اتنا مفید ہے کہ اس کیلئے' اگر ضرورت ہو' تو معاہدہ ورسائی کے وجود کو زیادہ مدت تک برقرار رکھا جا سکتا ہے اور رکھنا چاہئے۔ اگر روس تنہا انقلاب کے فائدے کیلئے معاہدہ بریسٹ لیٹوسک کو چند مہینوں تک برداشت کر سکا تو اس میں کوئی ناممکن بات نہیں ہے کہ سوویت جرمنی سوویت روس کے اتحاد سے انقلاب کے فائدے کیلئے معاہدہ ورسائی کے وجود کو زیادہ مدت تک برداشت کرے۔

فرانس اور برطانیہ وغیرہ کے سامراجی جرمن کمیونسٹوں کو بھڑکا اور پھنسا رہے ہیں: ''کہو کہ تم معاہدہ ورسائی پر دستخط نہیں کرو گے''۔ اور بائیں بازو کے کمیونسٹ بچوں کی طرح اس جال میں پھنس جاتے ہیں جو ان کے لئے بچھایا گیا ہے بجائے اس کے کہ وہ اس مکار اور فی الوقت زیادہ طاقتور دشمن کے خلاف چال چلیں، بجائے اس کے کہ اسے کہیں ''اب تو ہم معاہدہ ورسائی پر دستخط کرینگے''۔ پہلے سے اپنے ہاتھ بندھوالینا، دشمن سے صاف کہ دینا جو اس وقت ہم سے بہتر مسلح ہے کہ ہم اس سے لڑیں گے اور کب لڑیں گے، انقلابیت نہیں حماقت ہے۔ ایسے وقت جنگ چھیڑنا جب وہ صاف طور پر ہمارے لئے نہیں بلکہ دشمن کے فائدے کیلئے ہو، جرم ہے اور انقلابی طبقے کے ایسے سیاست دان کہیں بھی کارآمد نہیں ہیں جو ''پینترے بازی، صلح جوئی اور سمجھوتے'' نہ کر سکتے ہوں تاکہ جانی بوجھی غیر مناسب جنگ سے بچا جا سکے۔

(9)

’’بائیں بازو‘‘ کا کمیونزم برطانیہ میں

برطانیہ میں ابھی کمیونسٹ پارٹی تو نہیں ہے لیکن مزدوروں کے درمیان ایک تازہ‘ وسیع‘ طاقتور اور تیزی سے بڑھتی ہوئی کمیونسٹ تحریک ہے جو بجا طور پر خوشکن امیدوں کی حامل ہے۔ کچھ ایسی سیاسی پارٹیاں اور تنظیمیں ہیں (برطانوی سوشلسٹ پارٹی‘ سوشلسٹ لیبر پارٹی‘ جنوبی ویلس کی سوشلسٹ سوسائٹی‘ ورکرس سوشلسٹ فیڈریشن) جو کمیونسٹ پارٹی بنانا چاہتی ہیں اور اس کے بارے میں آپس میں بات چیت کر رہی ہیں۔ اخبار ’ورکرز ڈریڈناوٹ‘ (جلد 6‘ شمارہ 48‘ 21 فروری 1920ء) میں جو متذکرہ بالا تنظیموں میں سے آخر الذکر کا ہفتہ وار ترجمان ہے اس کی ایڈیٹر کامریڈ سیلویا پانکھرسٹ کا ایک مضمون شائع ہوا ہے جس کا عنوان ہے ’’کمیونسٹ پارٹی کی طرف‘‘۔ اس مضمون میں اس بات چیت کے بارے میں بتایا گیا ہے جو چاروں متذکرہ تنظیموں کے درمیان متحدہ کمیونسٹ پارٹی بنانے کے بارے میں‘ تیسری انٹرنیشنل سے الحاق‘ پارلیمانیت کے بجائے سوویت نظام اور پرولتاریہ کی ڈکٹیٹرشپ کو تسلیم کرنے کی بنیاد پر ہو رہی ہے۔ متحدہ کمیونسٹ پارٹی فوراً بنانے میں سب سے بڑی رکاوٹ پارلیمنٹ میں شرکت اور اس بارے میں اختلاف رائے ہے کہ آیا نئی کمیونسٹ پارٹی کو پرانی‘ ٹریڈ یونین والی‘ موقع پرست اور سوشل شاؤنسٹ لیبر پارٹی سے الحاق کرنا چاہئے جو زیادہ تر ٹریڈ یونینز پر مشتمل ہے۔ ورکرز سوشلسٹ فیڈریشن اور اسی طرح سوشلسٹ لیبر پارٹی* نے پارلیمانی انتخابات اور پارلیمنٹ میں حصہ لینے کی اور لیبر پارٹی سے الحاق کی بھی مخالفت کی ہے۔ ان سب باتوں میں وہ برطانوی سوشلسٹ پارٹی کے سارے یا زیادہ تر ممبروں سے اختلاف رکھتے ہیں جو ان کی نگاہ میں برطانیہ میں ’’کمیونسٹ پارٹیوں کا دایاں بازو‘‘ ہے (صفحہ 5‘ سیلویا پانکھرسٹ کا متذکرہ بالا مضمون)۔

---

* میرے خیال میں یہ پارٹی لیبر پارٹی سے الحاق کے خلاف ہے لیکن پارلیمنٹ میں شرکت کی مخالفت اس کے تمام ممبر نہیں کرتے۔

اس طرح بنیادی تقسیم وہی ہے جو جرمنی میں ہے' اس صورت کے زبردست فرق کے باوجود جس میں اختلاف (جرمنی میں یہ صورت برطانیہ کے مقابلے میں ''روسی'' سے زیادہ قریب ہے) اور دوسری چیزوں کا اظہار ہوتا ہے۔ اب ہمیں ''بائیں بازو والوں'' کی دلیلوں کو دیکھنا چاہیئے۔

پارلیمنٹ میں شرکت کے سوال کے بارے میں کامریڈ سیلویا پانکھرسٹ نے اسی شمارہ میں شائع شدہ گلاخر (W. Gallacher) کے ایک مضمون کا حوالہ دیا ہے جنہوں نے گلاسگو کی ''اسکاٹ لینڈ کی مزدوروں کی کونسل'' کی طرف سے لکھا ہے:

''یہ کونسل'' انہوں نے لکھا ہے ''قطعی پارلیمنٹ کے خلاف ہے اور اس کے پیچھے مختلف سیاسی تنظیموں کے بائیں بازو ہیں۔ ہم اسکاٹ لینڈ میں انقلابی تحریک کے نمائندے اس کیلئے کوشاں ہیں کہ صنعتوں میں (پیداوار کی مختلف شاخوں میں) انقلابی تنظیمیں اور کمیونسٹ پارٹی قائم کریں جس کی بنیاد سارے ملک میں سماجی کمیٹیوں پر ہو۔ بہت دنوں سے ہم پارلیمانیت کے سرکاری حامیوں سے جھگڑتے رہے۔ ہم نے ان کے خلاف کھلا اعلان جنگ کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی اور وہ ہم پر اعلانیہ حملہ کرنے سے ڈرتے ہیں۔

''لیکن یہ صورت حال زیادہ دن تک نہیں رہ سکتی۔ سارے محاذ پر ہماری فتح ہو رہی ہے۔

''اسکاٹ لینڈ میں انڈیپنڈنٹ لیبر پارٹی کے عام ممبروں میں پارلیمنٹ کے خیال کی ناپسندیدگی برابر بڑھتی جا رہی ہے اور سوویتوں (انگریزی تحریر میں روسی لفظ کا استعمال) یا مزدوروں کی کونسلوں کی تقریباً ہر شاخ حمایت کر رہی ہے۔ یہ واقعی ان حضرات کیلئے بڑی اہم بات ہے جو سیاست کو پیشہ سمجھتے ہیں اور اپنے ممبروں کو پارلیمانیت کے آغوش میں واپس لانے کیلئے ہر امکانی طریقہ استعمال کر رہے ہیں۔ کامریڈز کو اس گروہ کی کوئی حمایت نہ کرنا چاہیئے (سب الفاظ مصنف کے خط کشیدہ ہیں)۔ یہاں ہماری جدوجہد سخت ہوگی۔ اس کی ایک سب سے بری صورت ان لوگوں کی غداری ہوگی جن کیلئے ذاتی اغراض بمقابلہ انقلاب کے زیادہ ترغیبی طاقت رکھتے ہیں۔ پارلیمانیت کی کسی طرح حمایت صرف اس بات میں مدد کرتی ہے کہ اقتدار ہمارے برطانوی شیڈ مانوں اور نوسکیوں کے ہاتھ میں آ جائے۔ ہنڈرسن' کلائنس (Clynes) اینڈ کمپنی انتہائی رجعت پرست ہیں۔ سرکاری انڈیپنڈنٹ لیبر پارٹی لبرلز کے کنٹرول میں زیادہ سے زیادہ ہوتی جا رہی ہے جنہوں نے میکڈانلڈ' اسنوڈین اینڈ کمپنی کے کیمپ میں اپنا ''روحانی گھر'' پالیا ہے۔ سرکاری

انڈیپنڈنٹ لیبر پارٹی تیسری انٹرنیشنل کے سخت خلاف ہے اور کثیر تعداد لوگ اس کے حق میں ہیں۔ پارلیمانی موقع پرستوں کی کسی بھی حمایت کا مطلب متذکرہ بالا حضرات کے ہاتھوں میں کھیلنا ہے۔ یہاں برطانوی سوشلسٹ پارٹی کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ یہاں ضرورت ایک صحت مند انقلابی صنعتی تنظیم کی ہے اور ایک کمیونسٹ پارٹی کی جو صاف' ٹھیک ٹھیک معین اور سائنسی بنیادوں پر کام کرے۔ اگر ہمارے کامریڈز ان دونوں کو بنانے میں ہماری مدد کر سکتے ہیں تو ہم ان کی مدد خوشی سے قبول کریں گے اور اگر وہ ایسا نہیں کر سکتے تو خدا کے واسطے گڑبڑ نہ کریں اگر وہ ان رجعت پرستوں کی حمایت کر کے انقلاب سے غداری نہیں کرنا چاہتے جو اتنے اشتیاق کے ساتھ پارلیمانی ''اعزاز'' (؟) (سوالیہ نشان مصنف کا ہے) کیلئے بے تاب ہیں اور یہ ثابت کرنے کے مشتاق ہیں کہ وہ اسی موثر طریقے سے حکمرانی کر سکتے ہیں جیسے حکمران طبقے کے سیاستدان خود کرتے ہیں۔''

میری رائے میں ایڈیٹر کے نام یہ خط ان نوجوان کمیونسٹوں یا عام مزدوروں کی مزاجی کیفیت اور نقطہ نظر کا بخوبی اظہار کرتا ہے جو ابھی کمیونزم کی طرف جانے لگے ہیں۔ یہ مزاجی کیفیت بڑی حد تک خوشکن اور بیش قیمت ہے۔ اس کی قدر کرنے اور حمایت کرنے کی صلاحیت ہونی چاہئے کیونکہ اس کے بغیر برطانیہ میں اور ہر کسی ملک میں پرولتاری انقلاب کی فتح کی کوئی امید نہیں ہو سکتی۔ ایسے لوگوں کا' جو عوام کی اس مزاجی کیفیت کی عکاسی کر سکتے ہیں اور ایسی مزاجی کیفیت (جو اکثر معطل' بے خبر اور خوابیدہ ہوتی ہے) عوام میں پیدا کر سکتے ہیں' بچاؤ کرنا چاہئے اور توجہ کے ساتھ ان کو ہر طرح کی مدد دینی چاہئے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی ان سے براہ راست اور صاف کہنا چاہئے کہ عظیم انقلابی جدوجہد میں عوام کی رہنمائی کیلئے محض مزاجی کیفیت کافی نہیں ہے اور ایسی ویسی غلطیاں' جو انقلاب سے نہایت وفادار لوگ کرنے والے ہیں یا کر رہے ہیں' انقلاب کے کاز کیلئے مضر ہیں۔ ایڈیٹر کے نام کامریڈ گلاخر کا خط بلاشبہ ان سب غلطیوں کی جڑ کو دکھاتا ہے جو جرمنی میں ''بائیں بازو'' کے کمیونسٹ کر رہے ہیں اور جو روس کے ''بائیں بازو'' کے بالشویکوں نے 1908-18ء میں کی تھیں۔

خط لکھنے والا بورژوا ''سیاست دانوں'' کے خلاف شریفانہ اور پرولتاری نفرت (جو بہر حال نہ صرف پرولتاریوں کی بلکہ سب محنت کشوں کی' جرمن اصطلاح کے مطابق ''چھوٹے لوگوں'' کی سمجھ میں بھی آتی ہے اور عزیز ہے) سے لبریز ہے۔ کچلے ہوئے اور استحصال کے شکار لوگوں کے

نمائندے میں یہ نفرت واقعی ''ہر طرح کی دانائی کی ابتدا'' ہے' کسی بھی سوشلسٹ اور کمیونسٹ تحریک اور اس کی کامیابی کی بنیاد ہے۔ لیکن خط لکھنے والے نے بظاہر یہ بات پیش نظر نہیں رکھی کہ سیاست وہ سائنس اور آرٹ ہے جو آسمان سے نہیں نازل ہوتا اور مفت نہیں نصیب ہوتا اور اگر پرولتاریہ بورژوازی پر فتح حاصل کرنا چاہتا ہے تو اس کو خود اپنے' پرولتاری'' ''طبقاتی سیاست دان'' تیار کرنا چاہئے اور ایسے جو بورژوا سیاست دانوں سے برے نہ ہوں۔

خط لکھنے والا یہ اچھی طرح سمجھتا ہے کہ پارلیمنٹ نہیں بلکہ صرف مزدوروں کی سوویتیں پرولتاریہ کے مقاصد حاصل کرنے کا آلہ ہوسکتی ہیں اور واقعی جو لوگ اس کو ابھی تک نہیں سمجھے ہیں وہ سخت رجعتی ہیں چاہے وہ انتہائی صاحب علم' انتہائی تجربے کار سیاست دان' انتہائی پرخلوص سوشلسٹ' بہت پڑھے لکھے مارکسسٹ' انتہائی ایماندار شہری اور صاحب خاندان کیوں نہ ہوں۔ لیکن خط لکھنے والے نے یہ پوچھا تک نہیں' اس کو اس بارے میں سوال کرنے کی ضرورت کا خیال بھی نہیں آیا کہ کیا پارلیمنٹ پر سوویتوں کی فتح حاصل کی جاسکتی ہے'' ''سوویت'' سیاست دانوں کو پارلیمنٹ میں بھیجے بغیر؟ اندر سے پارلیمانیت میں انتشار پیدا کئے بغیر؟ پارلیمنٹ کو برطرف کرنے کیلئے سوویتوں کے آئندہ فریضے کی کامیابی کیلئے پارلیمنٹ کے اندر ہی تیاری کئے بغیر؟ پھر بھی خط لکھنے والے نے بالکل صحیح خیال کا اظہار کیا ہے کہ برطانیہ میں کمیونسٹ پارٹی کو سائنسی بنیادوں پر کام کرنا چاہئے۔ سائنس کا تقاضہ ہے' اول' تو دوسرے ملکوں کے تجربے کو پیش نظر رکھنا' خصوصاً' اگر دوسرے ملکوں کو' جو سرمایہ دار بھی ہیں' اسی طرح کا تجربہ ہو رہا ہے یا تھوڑے دن ہوئے ہو چکا ہے' دوسرے' تمام ان طاقتوں' گروہوں' پارٹیوں' طبقوں اور کثیر تعداد لوگوں کو پیش نظر رکھنا چاہئے جو اس ملک کے اندر سرگرم عمل ہوں اور یہ بھی کہ پالیسی کا تعین محض ایک گروہ یا پارٹی کی خواہشوں اور خیالات' شعور کے درجے اور جدوجہد کیلئے تیاری کی بنا پر نہ ہونا چاہئے۔

یہ سچ ہے کہ ہنڈرسن' کلائنس' میکڈانلڈ اور اسنوڈین جیسے لوگ انتہائی رجعتی ہیں [چاروں لیبر پارٹی کے اصلاح پسند رہنما تھے، ہنڈرسن تین مرتبہ لیبر پارٹی کا سربراہ بنا اور باقی کے افراد بھی لیبر پارٹی یا بعد میں بننے والی لیبر پارٹی کی حکومت میں مختلف عہدوں میں رہے)۔ اسی طرح یہ بھی سچ ہے کہ وہ اقتدار اپنے ہاتھ میں لینا چاہتے ہیں (لیکن بورژوازی کے ساتھ الحاق کو ترجیح دیتے ہوئے)' اور یہ کہ وہ پرانی بورژوا بنیادوں پر ہی ''حکمرانی'' کرنا چاہتے ہیں' اور یہ کہ جب وہ برسر

اقتدار ہوں گے تو وہ شیڈمان اور نوسکے جیسے لوگوں کے طور طریقے اختیار کریں گے۔ یہ سب سچ ہے۔لیکن اس سے یہ مطلب نہیں نکلتا کہ ان کی حمایت کرنا انقلاب سے غداری ہے' اس کا مطلب یہ نکلتا ہے کہ انقلاب کے مفاد میں مزدور طبقے کے انقلابی ان حضرات کی کچھ حد تک پارلیمانی حمایت کریں۔اس خیال کی وضاحت کیلئے دو موجودہ برطانوی سیاسی دستاویزات کو لوں گا: 1) 18 مارچ 1920ء کی وزیر اعظم لائڈ جارج کی تقریر (19 مارچ 1920ء کے اخبار The Manchester Guardian کے بیان کے مطابق) اور 2) "بائیں بازو" کی کمیونسٹ' کامریڈ سیلویا پانکھرسٹ کی دلیلیں متذکرہ بالا مضمون میں۔

اپنی تقریر میں لائڈ جارج نے ایسکویتھ (جس کو خاص طور سے جلسے میں مدعو کیا گیا تھا لیکن اس نے آنے سے انکار کر دیا) اور ان لبرلز سے بحث کی تھی جو کنزرویٹو پارٹی [دائیں بازو کی شاہ پرست پارٹی] سے الحاق نہیں کرنا چاہتے ہیں بلکہ لیبر پارٹی سے قربت کے خواہاں ہیں۔(ایڈیٹر کے نام کامریڈ گلاخر کے متذکرہ بالا خط میں بھی ہم نے اس واقعہ کی طرف اشارہ دیکھا کہ لبرل لوگ انڈپنڈنٹ لیبر پارٹی میں جا رہے ہیں)۔لائڈ جارج نے یہ ثابت کیا کہ لبرلز کا کنزرویٹوز کے ساتھ الحاق ضروری ہے اور وہ بھی مضبوط' ورنہ لیبر پارٹی کے جیت جانے کا امکان ہے جس کو لائڈ جارج سوشلسٹ "پکارنا بہتر سمجھتے ہیں" اور جو ذرائع پیداوار کی "اجتماعی ملکیت" کے لئے کوشاں ہے [یہ شق لیبر پارٹی کے منشور میں 1918ء میں شامل کی گئی تھی]۔ "فرانس میں اس کو کمیونزم کہتے تھے" برطانوی بورژوازی کے لیڈر [یعنی لائڈ جارج] نے اپنے سامعین لبرل پارلیمانی پارٹی کے ممبران سے عام فہم طریقے سے وضاحت کی جو غالباً اس کو ابھی تک نہیں جانتے تھے۔ "جرمنی میں اس کو سوشلزم کا نام دیا گیا' روس میں اس کو بالشویزم کہتے ہیں" انہوں نے مزید وضاحت کی۔لائڈ جارج نے وضاحت کی کہ لبرلز کیلئے یہ نا قابل قبول ہے کیونکہ لبرل اصولی طور پر نجی ملکیت کے حق میں ہیں۔ "تمدن خطرے میں ہے" مقرر نے اعلان کیا اور اسی لئے لبرلز اور کنزرویٹوز کو متحد ہو جانا چاہئے...

"...اگر آپ زرعی علاقوں کو جائیں" لائڈ جارج نے کہا "میں مانتا ہوں کہ آپ وہاں پہلے کی طرح اب بھی پارٹی کی پرانی تفریقات پائیں گے۔وہاں خطرہ دور ہے۔وہاں کوئی خطرہ نہیں ہے۔لیکن [اگر] جب معاملہ دیہاتی علاقوں تک پہنچ جائے گا تو وہاں بھی اتنا ہی بڑا خطرہ ہوگا جتنا

وہ بعض صنعتی علاقوں میں ہے۔ ہمارے ملک میں 80 فیصدی لوگ صنعت وتجارت میں لگے ہیں اور مشکل سے 20 فیصدی زراعت میں۔ یہ ایک ایسی صورتحال ہے جس کو میں متواتر پیش نظر رکھتا ہوں جب میں اس خطرے کا خیال کرتا ہوں جو مستقبل میں ہمارے لئے ہے۔ فرانس میں کاشتکاروں کی آبادی ہے اور آپ کو معینہ خیالات کی ٹھوس بنیاد ملتی ہے جو بہت تیزی سے نہیں بڑھتی ہے اور جس کو انقلابی تحریک آسانی سے نہیں اکساتی ہے۔ ہمارے ملک میں معاملے کی صورت مختلف ہے۔ ہمارے ملک میں دنیا کے کسی دوسری ملک کے بمقابلہ الٹ پلٹ کرنا آسان ہے اور اگر اس نے ڈگمگانا شروع کیا تو متذکرہ سبب کی بنا پر دوسرے ملکوں کے بمقابلہ یہاں [کمیونزم کی] تباہی زیادہ سخت ہوگی۔'' [لائڈ جارج لبرل پارٹی کا رہنما تھا جو 1916ء سے 1922ء تک برطانیہ کا وزیراعظم رہا اور اس کے علاوہ بھی کئی اہم ریاستی عہدوں پر مختلف وقتوں میں براجمان رہا]

اس سے قاری دیکھ سکتا ہے کہ مسٹر لائڈ جارج نہ صرف بہت عقلمند ہیں بلکہ انہوں نے مارکسسٹوں سے بہت کچھ سیکھا ہے اور لائڈ جارج سے سیکھنا ہمارے لئے بھی کوئی گناہ نہیں ہے۔

بحث کا یہ قصہ بھی کافی دلچسپ ہے جو لائڈ جارج کی تقریر کے بعد ہوا:

''مسٹر ووليس، ممبر پارلیمنٹ: میں یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ وزیراعظم اپنی پالیسی کے کیا نتائج صنعتی علاقوں میں صنعتی مزدوروں کے لحاظ سے دیکھتے ہیں جن میں سے بہت زیادہ اس وقت لبرل ہیں اور جن سے ہم کو بہت زیادہ حمایت ملتی ہے۔ کیا اس کا امکانی نتیجہ یہ نہ ہوگا کہ لیبر پارٹی کی طاقت ان مزدوروں کی طرف سے بہت زیادہ بڑھ جائے گی جو اس وقت ہمارے پرخلوص حامی ہیں؟

''وزیراعظم: میرا خیال بالکل مختلف ہے۔ یہ حقیقت کہ لبرل آپس میں لڑ رہے ہیں بلاشبہ لبرلز کی بہت بڑی تعداد کو ناامیدی کی وجہ سے لیبر پارٹی کی طرف دھکیلتی ہے جس میں اب لبرلز کی کافی تعداد ہے جو بڑی خوبیوں کے لوگ ہیں اور جو اب حکومت کو بدنام کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔ اس کا نتیجہ بلاشبہ یہ ہے کہ لیبر پارٹی کے حق میں پبلک کے خیالات کافی مضبوط ہو رہے ہیں۔ پبلک کی رائے ان لبرلز کی طرف نہیں مڑ رہی ہے جو لیبر پارٹی کے باہر ہیں بلکہ لیبر پارٹی کی طرف جا رہی ہے۔ ضمنی الیکشن نے اس کو دکھایا ہے۔''

اس بحث میں دیکھا جا سکتا ہے کہ بورژوازی کے ذہین ترین لوگ بھی کس طرح الجھ چکے ہیں اور نا قابل اصلاح غلطیاں کر رہے ہیں۔ یہی بورژوازی کے زوال کا باعث بنے گا۔ ہمارے لوگ بھی شاید غلطیاں کریں (بشرطیکہ بہت سنجیدہ غلطیاں نہ ہوں اور بروقت ان کی اصلاح کر لی جائے) لیکن آخر کار وہی فاتح ہوں گے۔

دوسری سیاسی دستاویز کامریڈ سیلویا پانکھرسٹ کی جانب سے ہے جو کہ ایک ''بائیں بازو'' کی کمیونسٹ ہیں:

''کامریڈ انکپین (برطانوی سوشلسٹ پارٹی کے جنرل سیکرٹری) لیبر پارٹی کو ''مزدور طبقے کی تحریک کی خاص تنظیم'' کہتے ہیں۔ برطانوی سوشلسٹ پارٹی کے ایک اور ممبر نے تیسری انٹرنیشنل کی کانفرنس میں برطانوی سوشلسٹ پارٹی کے نظریئے کا اظہار اور زیادہ زوروں میں کیا۔ انہوں نے کہا: ''ہم لیبر پارٹی کو منظّم مزدور طبقے کی حیثیت سے دیکھتے ہیں۔''

''لیبر پارٹی کے بارے میں اس خیال میں ہم نہیں شریک ہیں۔ لیبر پارٹی میں تعداد بہت کثیر ہے' اگرچہ اس کے ممبر کافی حد تک نکھٹو اور بے اعتنا ہیں اور ان مرد و خواتین پر مشتمل ہیں جو ٹریڈ یونین میں اس لئے شامل ہو گئے ہیں کہ ان کے ورکشاپ کے ساتھی ٹریڈ یونین والے ہیں اور اس لئے بھی کہ وہ الاؤنس حاصل کرنا چاہتے ہیں۔''

''لیکن ہم تسلیم کرتے ہیں کہ لیبر پارٹی میں کثیر تعداد ممبروں کی وجہ یہ حقیقت بھی ہے کہ وہ ایسے مکتب فکر کی قائم کی ہوئی ہے جس کی حدوں سے برطانوی مزدور طبقہ ابھی آگے نہیں بڑھا ہے اگرچہ لوگوں کے ذہن میں زبردست تبدیلیاں پک رہی ہیں جو جلد ہی اس صورتحال کو بدل دیں گی...''

''... برطانیہ کی لیبر پارٹی' دوسرے ملکوں کی سوشل حب الوطن تنظیموں کی طرح سماج کے قدرتی ارتقا کے دوران لازمی طور پر برسر اقتدار آئے گی۔ کمیونسٹوں کا کام ایسی طاقتوں کا بنانا ہے جو سوشل حب الوطن قوتوں کا تختہ الٹ دیں اور ہمیں اپنے ملک میں اس کام میں نہ تو تاخیر کرنی چاہئے اور نہ ہچکچانا چاہئے۔''

''ہمیں اپنی توانائی لیبر پارٹی کی طاقت میں اضافہ کر کے نہ ضائع کرنا چاہئے۔ اس کا تو برسر اقتدار آنا لازمی ہے۔ ہمیں اپنی طاقتیں کمیونسٹ تحریک کے قیام پر مرکوز کرنی چاہئیں جو اس پر

فتح حاصل کرے گی۔ لیبر پارٹی جلد حکومت سنبھالے گی۔ انقلابی حزب مخالف کو اس پر چھاپہ مارنے کیلئے تیار رہنا چاہئے...''

اس طرح لبرل بورژوازی صدیوں کے تاریخی تجربے سے روشن ''دو پارٹیوں'' (استحصال کرنے والوں کی) والے نظام سے' جو استحصال کرنے والوں کیلئے غیر معمولی طور پر موزوں ہے' انکار کرتی ہے اور اپنی طاقتوں کو متحد کرنا ضروری سمجھتی ہے تاکہ لیبر پارٹی کے خلاف جدوجہد کی جائے۔ لبرلز کا کچھ حصہ' ڈوبتے ہوئے جہاز کے چوہوں کی طرح لیبر پارٹی کی طرف بھاگا آرہا ہے۔ بائیں بازو کے کمیونسٹ لیبر پارٹی کا برسراقتدار آنا ناگزیر سمجھتے ہیں اور یہ تسلیم کرتے ہیں کہ اس وقت وہ مزدوروں کی اکثریت رکھتی ہے۔ [لیکن] وہ اس سے ایسا عجیب نتیجہ اخذ کرتے ہیں جس کو سیلویا پانکھرسٹ نے اس طرح پیش کیا ہے:

''کمیونسٹ پارٹی کو سمجھوتے نہ کرنا چاہئے.... اور اس کو اپنا نظریہ خالص اور اپنی آزادی کو اصلاح پرستی سے بے داغ رکھنا چاہئے۔ اس کا مشن آگے بڑھنا ہے' ٹھہرنا اور راستے سے ہٹنا نہیں ہے' کمیونسٹ انقلاب کے راستے پر سیدھے جانا ہے۔''

اس کے برعکس' اس حقیقت سے کہ برطانوی محنت کشوں کی اکثریت برطانوی کیرینسکیوں اور شیڈمانوں کے پیچھے چل رہی ہے اور ابھی اس کو ان لوگوں پر مشتمل حکومت کا تجربہ نہیں ہوا ہے' ایسا تجربہ جو روس اور جرمنی میں کثیر تعداد محنت کشوں کے کمیونزم کی طرف جانے کیلئے ضروری تھا' یہ نتیجہ بلاشبہ برآمد ہوتا ہے کہ برطانوی کمیونسٹوں کو پارلیمانیت میں شرکت کرنا چاہئے' پارلیمنٹ کے اندر سے کثیر تعداد محنت کشوں کو عملی طور پر ہنڈرسن اور اسنوڈین کی حکومت کے نتائج دیکھنے میں مدد دینی چاہئے' ہنڈرسنوں اور اسنوڈینوں کو لائڈ جارج اور چرچل کے اتحاد کو شکست دینے میں مدد دینی چاہئے [یعنی دائیں بازو کے خلاف لیبر پارٹی کی حمایت کرنی چاہئے]۔ اس سے مختلف اقدام کا مطلب انقلاب کے کام کو مشکل بنانا ہے کیونکہ مزدور طبقے کی اکثریت کے خیالات میں تبدیلی کے بغیر انقلاب ممکن نہیں ہے اور یہ تبدیلی عوام کا سیاسی تجربہ پیدا کرتا ہے محض پروپیگنڈا کبھی نہیں پیدا کرتا۔ ''بغیر سمجھوتوں کے آگے بڑھو' راستے سے نہ ہٹو'' --- یہ نعرہ صاف طور پر غلط ہے اگر اس کو محنت کشوں کی بے طاقت اقلیت یہ جانتے ہوئے دیتی ہے (یا جس کو بہرنوع یہ جاننا چاہئے) کہ لائڈ جارج اور چرچل پر ہنڈرسن اور اسنوڈین کی فتح کی حالت میں اکثریت مختصر عرصے کے

دوران ہی اپنے لیڈروں سے مایوس ہو جائے گی اور کمیونزم کی حمایت کرنے لگے گی (یا بہرنوع وہ کمیونسٹوں کی طرف غیر جانبداری یا زیادہ ترخیر سگالانہ غیر جانبداری کا رویہ اختیار کرے گی)۔ یہ بالکل اس طرح ہے جیسے دس ہزار سپاہی لڑائی میں پچاس ہزار دشمنوں کے خلاف کود پڑیں جبکہ ان کیلئے ''ٹھہرنا''، ''راستے سے ہٹنا''، حتیٰ کہ ''سمجھوتہ کر لینا'' بھی ٹھیک ہوتا تا کہ ایک لاکھ کی کمک آنے کا وقت مل سکے جو فوراً میدان جنگ میں نہیں اتر سکتی۔ یہ دانش ورانہ بچگانہ پن ہے، انقلابی طبقے کا سنجیدہ طریقہ کار نہیں ہے۔

انقلاب کا بنیادی قانون جس کی سارے انقلابوں نے اور خصوصاً بیسویں صدی میں روس کے تین انقلابوں نے تصدیق کی ہے، یہ ہے: انقلاب کیلئے یہ کافی نہیں ہے کہ استحصال اور ظلم وتشدد کے شکار عوام کو یہ شعور ہو جائے کہ وہ پرانے طریقے سے زندگی نہیں بسر کر سکتے اور وہ تبدیلی کا مطالبہ کریں۔ انقلاب کیلئے یہ ضروری ہے کہ استحصال کرنے والے پرانے طریقے سے زندگی نہ گزار سکیں اور حکم نہ چلا سکیں۔ صرف اس وقت جبکہ ''نیچے لوگ'' پرانے کو نہ چاہیں اور ''اونچے لوگ'' پرانے کو نہ چلا سکیں، صرف اسی وقت انقلاب فتح یاب ہو سکتا ہے۔ اس حقیقت کا اظہار دوسرے الفاظ میں یوں کیا جا سکتا ہے: انقلاب کل قومی بحران کے (جو استحصال کے شکار اور استحصال کرنے والوں پر بھی اثر انداز ہو) بغیر ناممکن ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ انقلاب کے لئے ضرورت ہے، اول، محنت کشوں کی اکثریت (یا بہرصورت زیادہ تر شعور، با فکر اور سیاسی طور پر سرگرم عمل محنت کش) پوری طرح انقلاب کی ضرورت کو سمجھے اور اسکے لئے جان تک دینے کو تیار ہو۔ دوسرے یہ کہ حکمران طبقات کو حکومت میں ایسے بحران سے گزرنا پڑے جو انتہائی پسماندہ عوام کو بھی سیاست میں گھسیٹ لے (ہر حقیقی انقلاب کی علامت یہ ہے کہ سیاسی جدوجہد کی صلاحیت رکھنے والے ایسے محنت کش اور مظلوم عوام کے نمائندوں کی تعداد میں دس گنا حتیٰ کہ سو گنا اضافہ ہو جو ابھی تک [سیاست سے] بے اعتنا تھے)، حکومت کو کمزور کر دے اور انقلابیوں کیلئے یہ بات ممکن کر دے کہ اس کا تختہ وہ جلد از جلد الٹ دیں۔

برطانیہ میں، جیسا کہ لائڈ جارج کی تقریر سے بھی دیکھا جا سکتا ہے، کامیاب پرولتاری انقلاب کیلئے دونوں حالات واضح طور پر ابھر رہے ہیں۔ اس وقت بائیں بازو کے کمیونسٹوں کی غلطیاں خاص طور سے خطرناک ہیں کیونکہ بعض انقلابی ان میں سے ہر حالت کی طرف کافی فکر،

کافی توجہ، کافی سمجھداری اور کافی سوجھ بوجھ والا رویہ اختیار نہیں کر رہے ہیں۔ اگر ہم محض انقلابی گروپ نہیں بلکہ انقلابی طبقے کی پارٹی ہیں، اگر ہم اپنے پیچھے عوام کو چلانا چاہتے ہیں (اور اس کے بغیر ہم محض باتونی ہونے کا خطرہ مول لیتے ہیں) تو ہمیں چاہئے کہ اول، ہنڈرسن یا اسنوڈین کو لائڈ جارج اور چرچل کو شکست دینے میں مدد دیں (حتیٰ کہ یہ ٹھیک ہوگا کہ اول الذکر کو مجبور کر دیں کہ وہ موخر الذکر کو شکست دے کیونکہ اول الذکر اپنی فتح سے ڈرتے ہیں!) دوسرے، مزدور طبقے کی اکثریت کو خود اپنے تجربے سے یہ یقین کرنے میں مدد دیں کہ ہماری بات سچ ہے یعنی یہ کہ ہنڈرسن اور اسنوڈین بالکل ناکارہ ہیں، ان کی فطرت پیٹی بورژوا اور غدارانہ ہے اور ان کا دیوالیہ پن ناگزیر ہے۔ تیسرے، ہمیں اس لمحے کو قریب لانا چاہئے جب ہنڈرسن والوں سے مزدوروں کی اکثریت کی ناامیدی کی بنیاد پر، کامیابی کے ٹھوس امکان کے ساتھ یہ ممکن ہوگا کہ ہنڈرسنوں کی حکومت کا تختہ فوراً الٹ دیا جائے جو کہیں زیادہ بدحواسی سے کروٹیں بدلے گی جبکہ انتہائی سمجھدار اور ٹھوس، پیٹی بورژوا نہیں بلکہ بڑی بورژوازی والا لائڈ جارج بھی کل چرچل سے ''تصادم'' اور آج ایسکویتھ سے ''تصادم'' کی وجہ سے قطعی بدحواسی کا اظہار کرتا ہے اور اپنے کو، اور ساری بورژوازی کو بھی، زیادہ سے زیادہ کمزور بناتا ہے۔

میں زیادہ ٹھوس طریقے سے یہ کہوں گا۔ میری رائے میں برطانوی کمیونسٹوں کو اپنی چاروں پارٹیوں کو (جو سب کمزور ہیں اور بعض تو بہت ہی کمزور ہیں) تیسری انٹرنیشنل کے اصولوں اور پارلیمنٹ میں لازمی شرکت کی بنیاد پر واحد کمیونسٹ پارٹی میں متحد کر لینا چاہئے۔ کمیونسٹ پارٹی ہنڈرسنوں اور اسنوڈینوں کے سامنے یہ انتخابی سمجھوتہ پیش کرتی ہے: آؤ لائڈ جارج اور کنزرویٹوز کے خلاف ملکر چلیں، پارلیمنٹ کی نشستیں ان ووٹوں کے حساب سے تقسیم کر لیں جو مزدور لیبر پارٹی یا کمیونسٹوں کیلئے دیں (الیکشن میں نہیں، بلکہ خاص ووٹنگ میں) اور ہم ایجی ٹیشن، پروپیگنڈا اور سیاسی سرگرمیوں کیلئے پوری آزادی کو برقرار رکھیں۔ آخری شرط کے بغیر دراصل بلاک میں نہ شامل ہونا چاہئے کیونکہ یہ غداری ہوگی ہنڈرسنوں اور اسنوڈینوں کو بے نقاب کرنے کی آزادی سے، برطانوی کمیونسٹوں کو بالکل اسی طرح مطالبہ کرنا چاہئے اور اس کو حاصل کرنا چاہئے جیسے اس کا مطالبہ روسی بالشویکوں نے (پندرہ سال تک، 1903ء سے 1917ء تک) روسی ہنڈرسنوں اور اسنوڈینوں یعنی منشویکوں کے سلسلے میں کیا تھا اور اس کو حاصل کیا تھا۔

اگر ہنڈرسنوں اور اسنوڈینوں کو ان شرائط پر بلاک منظور ہو تو ہماری جیت ہے کیونکہ پارلیمنٹ کی نشستوں کی تعداد ویسے بھی ہمارے لئے اہم نہیں ہے' ہم اس کیلئے نہیں دوڑیں گے۔ہم اس بات میں جھک جائیں گے(اور ہنڈرسن والے اور ان کے نئے دوست یا ان کے نئے مالک لبرلز جو انڈیپنڈنٹ لیبر پارٹی میں شامل ہوئے ہیں اس کیلئے سب سے زیادہ دوڑتے ہیں)'۔یہ ہماری جیت ہوگی کیونکہ ہم ایسے لمحے میں عوام میں اپنی ایجی ٹیشن کریں گے جب کہ لائڈ جارج نے خود ان کو ''اکسایا'' ہو اور ہم نہ صرف لیبر پارٹی کو جلد اپنی حکومت قائم کرنے میں مدد دینگے بلکہ عوام کو جلد ہمارا کمیونسٹ پروپیگنڈا سمجھنے میں بھی جو ہم ہنڈرسن والوں کے خلاف بلا کسی کانٹ چھانٹ' بلا کسی رو رعایت کے کریں گے۔

اگر ہنڈرسن اور اسنوڈین ان شرائط پر ہمارے ساتھ بلاک بنانے کو مسترد کر دیتے ہیں تو ہماری اور بڑی جیت ہوگی کیونکہ ہم فوراً عوام کو دیکھا دیں گے(دیکھئے کہ خالص منشویک اور بالکل موقع پرست انڈیپنڈنٹ لیبر پاٹی میں بھی عوام سوویتوں کے حق میں ہیں) کہ ہنڈرسن والے سرمایہ داروں سے اپنی قربت کو محنت کشوں کے اتحاد پر ترجیح دیتے ہیں۔عوام کے سامنے ہماری فوراً جیت ہوگی جو خصوصاً لائڈ جارج کی شاندار' بہت ہی سچی اور بہت ہی کارآمد(کمیونزم کیلئے) وضاحت کے بعد لائڈ جارج کے قدامت پرستوں کے ساتھ اتحاد کے خلاف تمام محنت کشوں کے متحد ہونے کے حق میں ہو جائیں گے۔ ہماری فوراً جیت ہوگی کیونکہ ہم عوام کو دکھا دیں گے کہ ہنڈرسن اور اسنوڈین والے لائڈ جارج پر فتح حاصل کرنے سے ڈرتے ہیں' تنہا اقتدار ہاتھ میں لینے سے ڈرتے ہیں اور خفیہ طور پر لائڈ جارج کی حمایت حاصل کرنا چاہتے ہیں جو اعلانیہ لیبر پارٹی کے خلاف قدامت پرستوں کی طرف ہاتھ بڑھا رہا ہے۔اس پر توجہ دینے کی ضرورت ہے کہ ہمارے یہاں روس میں 27 فروری 1917ء(پرانا کینڈر) کے انقلاب کے بعد منشویکوں اور سوشلسٹ انقلابیوں (یعنی روسی ہنڈرسوں اور اسٹوڈینوں) کے خلاف بالشویکوں کے پروپیگنڈے نے ٹھیک اسی طرح کی صورتحال سے فائدہ اٹھایا تھا۔ہم نے منشویکوں اور سوشلسٹ انقلابیوں سے کہا: سارے اقتدار کو بغیر بورژوازی کے سنبھالو کیونکہ سوویتوں میں تمہاری اکثریت ہے(جون 1917ء میں سوویتوں کی پہلی کانگریس میں بالشویکوں کے ووٹ صرف 13 فیصدی تھے)۔لیکن ہنڈرسن اور اسنوڈین بغیر بورژوازی کے اقتدار سنبھالتے ہوئے ڈرے اور جب بورژوازی نے یہ

اچھی طرح جانتے ہوئے آئین ساز اسمبلی کے الیکشن میں تاخیر کی کہ اس میں سوشلسٹ انقلابیوں اور منشویکوں* کو (ان دونوں نے مل کر ایک قریبی سیاسی بلاک بنایا جو عملی طور پر صرف پیٹی بورژوا جمہوریت کا نمائندہ تھا) اکثریت حاصل ہوگی تو سوشلسٹ انقلابیوں اور منشویکوں میں اتنا دم نہیں تھا کہ ان تاخیروں کے خلاف آخر تک لڑ سکیں۔

اگر ہنڈرسن اور اسنوڈین والے کمیونسٹوں کے ساتھ بلاک کو مسترد کرتے ہیں تو کمیونسٹوں کو فوراً عوام کی ہمدردی حاصل کرنے اور ہنڈرسن اور اسنوڈین والوں کو بدنام کرنے میں کامیابی ہوگی اور اگر ہم اس کی وجہ سے پارلیمنٹ کی کچھ نشستیں کھو بیٹھیں تو یہ ہمارے لئے بالکل اہم نہ ہوگا۔ ہم اپنے امیدوار صرف بہت ہی کم تعداد میں لیکن بالکل معتبر حلقوں میں کھڑے کرتے یعنی جہاں ہماری امیدواری لیبر پارٹی کے ممبروں کے خلاف لبرلز کو کوئی نشست نہ دیتی۔ ہم انتخابی ایجی ٹیشن کرتے، کمیونزم کے حق میں اشتہار تقسیم کرتے اور ان تمام حلقوں میں، جہاں ہمارے امیدوار نہ ہوتے، یہ تجویز پیش کرتے کہ بورژوا لوگوں کے خلاف لیبر پارٹی کو ووٹ دیں۔ کامریڈ سیلویا پانکھرسٹ اور گلاخر اگر اس میں کمیونزم کے ساتھ غداری یا سماجی غداروں کے خلاف جدوجہد سے انکار دیکھتے ہیں تو وہ غلطی پر ہیں۔ اس کے برعکس، اس سے کمیونسٹ انقلاب کے کاز کو بلاشبہ فتح ہوتی۔

فی الحال برطانوی کمیونسٹوں کو عوام کے پاس جانے اور ان کو اپنی بات سنانے میں اکثر مشکل ہوتی ہے۔ اگر میں کمیونسٹ کی حیثیت سے یہ اعلان کروں کہ میں لائڈ جارج کے خلاف ہنڈرسن کو ووٹ دینے کی تجویز کرتا ہوں تو غالباً لوگ میری بات سنیں گے۔ اور میں مقبول عام طریقے سے نہ صرف اس کی وضاحت کر سکوں گا کہ سوویتیں پارلیمنٹ سے اور پرولتاریہ کی ڈکٹیٹر شپ چرچل کی ڈکٹیٹر شپ (بورژوا "ڈیموکریسی" کے سائن بورڈ سے ڈھکی ہوئی) سے کیوں بہتر ہیں بلکہ اسی طرح اس کی بھی کہ میں اپنے ووٹ کے ذریعہ ہنڈرسن کی حمایت ٹھیک ایسے کرنا چاہتا

---

*نومبر 1917ء میں روس میں آئین ساز اسمبلی کے انتخابات کے نتائج جو تین کروڑ ساٹھ لاکھ ووٹروں کی رائے پر مبنی تھے مندرجہ ذیل تھے: 25 فیصدی ووٹ بالشویکوں کیلئے، جاگیرداروں اور بورژوازی کی مختلف پارٹیوں کیلئے 13 فیصدی، پیٹی بورژوا ڈیموکریسی یعنی سوشلسٹ انقلابیوں اور منشویکوں اور ان کی طرح کے چند گروپوں کیلئے 62 فیصدی۔

ہوں جیسے کوئی رسی پھانسی پر لٹکے ہوئے آدمی کی کرتی ہے--- کہ ہنڈرسن کی قریب الوقوع حکومت کا قیام اسی طرح میرے سچ کو ثابت کردیگا' اسی طرح عوام کو میری طرف کھینچے گا' اسی طرح ہنڈرسنوں اور اسنوڈینوں کی سیاسی موت قریب لائے گا جیسے کہ روس اور جرمنی میں ان کے ہم خیالوں کے ساتھ ہو چکا ہے۔

اگر مجھ پر یہ اعتراض کیا جائے کہ یہ طریقہء کار بہت زیادہ ''چالاکی'' کا یا پیچیدہ ہے' اس کو عوام نہ سمجھیں گے' وہ ہماری طاقتوں کو منقسم اور منتشر کرے گا اور ان کو سوویت انقلاب پر مرکوز کرنے سے روکے گا وغیرہ' تو میں ''بائیں بازو'' کے معترضین کو یہ جواب دوں گا کہ اپنی نظریہ پرستی عوام پر مت تھونپو! غالباً روس کے عوام برطانیہ کے لوگوں سے زیادہ نہیں بلکہ کم ہی مہذب ہیں اور پھر بھی عوام نے بالشویکوں کی بات سمجھی' بالشویکوں کو اس صورتحال نے روکا نہیں بلکہ ان کی مدد کی' کہ انہوں نے ستمبر 1917ء میں سوویت انقلاب سے قبل بورژوا پارلیمنٹ (آئین ساز اسمبلی) کیلئے اپنے امیدوار کھڑے کئے اور سوویت انقلاب کے ایک دن بعد نومبر 1917ء میں اسی آئین ساز اسمبلی کا انتخاب کیا جس کو انہوں نے [بعد میں] 5 جنوری 1918ء کو منتشر کر دیا تھا۔

میں یہاں برطانوی کمیونسٹوں کے درمیان دوسرے اختلاف کو نہیں لے سکتا جو یہ ہے کہ آیا لیبر پارٹی کے ساتھ متحد ہونا چاہئے یا نہیں۔ اس سوال سے متعلق میرے پاس بہت کم مواد ہے جو برطانوی ''لیبر پارٹی'' کے غیر معمولی طور پر انوکھے ہونے کی وجہ سے خاص طور سے پیچیدہ ہے' یہ پارٹی اپنی ساخت کے لحاظ سے براعظم یورپ کی عام سیاسی پارٹیوں سے ذرا بھی مشابہ نہیں ہے۔ بہرحال اس میں کوئی شک نہیں کہ اول' اس سوال میں بھی وہ لوگ غلطی کرینگے جو انقلابی پرولتاریہ کے طریقہء کار کو ایسے اصولوں سے اخذ کرنا چاہتے ہیں جیسے کہ ''کمیونسٹ پارٹی کو اپنا نظریہ خالص اور اپنی آزادی کو اصلاح پرستی سے بے داغ رکھنا چاہیے' اس کا مشن آگے بڑھنا ہے' ٹھہرنا اور راستے سے ہٹنا نہیں ہے' کمیونسٹ انقلاب کے راستے پر سیدھے جانا ہے''۔ کیونکہ ایسے اصول محض فرانسیسی بلانکسٹ کمیوناروں کی غلطی کا اعادہ ہیں جنھوں نے 1874ء میں ہر طرح کے سمجھوتوں اور ہر طرح کی درمیانی منزلوں کی ''تردید'' کی تھی۔ دوسرے اس میں کوئی شک نہیں کہ ہمیشہ کی طرح یہاں بھی فریضہ یہ ہے کہ کمیونزم کے عام اور بنیادی اصولوں کو طبقات اور پارٹیوں کے درمیان تعلقات کے اس انوکھے پن کا جائزہ لینے کے لیے استعمال کیا جائے' کمیونزم کی طرف معروضی

ترقی کے اس انوکھے پن کے لیے جو ہر ایک ملک میں مختلف ہے اور جس کو معلوم کرنے‘ تلاش کرنے اور بھانپنے کی ضرورت ہے۔

لیکن اس کے بارے میں محض برطانوی کمیونزم کے تعلق سے بحث نہ ہونی چاہیے بلکہ ان عام نتائج سے جن کا تعلق تمام سرمایہ دار ملکوں میں کمیونزم کی ترقی سے ہے۔ اب ہم اس موضوع کی طرف آ رہے ہیں۔

(10)

بعض نتائج

1905ء کے روسی بورژوا انقلاب نے تاریخ عالم میں ایک بہت ہی انوکھے موڑ کا انکشاف کیا۔ ایک انتہائی پسماندہ سرمایہ دار ملک میں دنیا میں پہلی بار ہڑتالی تحریک نے بے نظیر وسعت اور طاقت اختیار کر لی۔ 1905ء کے صرف پہلے مہینے میں ہڑتالیوں کی تعداد پہلے پچھلے دس سال (1904ء-1895ء) کی سالانہ اوسط کے مقابلے میں دس گنی تھی۔ جنوری سے اکتوبر 1905ء تک ہڑتالیں متواتر بڑھتی اور وسعت اختیار کرتی گئیں۔ پسماندہ روس نے' کچھ مخصوص تاریخی حالات کے زیر اثر' پہلی بار دنیا کو محکوم عوام کی تیزی سے بڑھتی ہوئی اور آزادانہ [سیاسی] حرکت دکھائی (یہ تمام عظیم انقلابوں میں ہوا ہے)' اور یہ بھی دکھایا کہ پرولتاریہ کی اہمیت [اور طاقت] آبادی میں اس کے حصے [یا شرح] سے کہیں زیادہ ہوتی ہے [یعنی پرولتاریہ کم تعداد میں بھی ہو تو فیصلہ کن کردار رکھتا ہے]؛ انقلاب روس میں معاشی اور سیاسی ہڑتالوں کا ادغام ہوا، سیاسی ہڑتالیں مسلح بغاوت میں بدل گئیں اور سوویتوں کا جنم ہوا' یہ سرمایہ داری کے جبر کے شکار طبقات کی عوامی جدوجہد اور عوامی تنظیم کی نئی شکل تھی۔

فروری اور اکتوبر 1917ء کے انقلابوں نے سوویتوں کو قومی پیمانے پر ہمہ رخی ترقی دی اور پرولتاری سوشلسٹ انقلاب میں ان کو فتح تک پہنچایا۔ اور دو سال سے بھی کم میں سوویتوں کے بین الاقوامی کردار' عالمی مزدور تحریک میں جدوجہد اور تنظیم کی اس صورت کے رواج اور سوویتوں کے بورژوا پارلیمانیت اور عام طور پر بورژوا جمہوریت کے گورکن' وارث اور جانشین ہونے کے تاریخی مشن کا اظہار ہو گیا۔

بس اتنا ہی نہیں۔ اس وقت مزدور تحریک کی تاریخ دکھاتی ہے کہ تمام ملکوں میں اس کو ابھرتے' مضبوط ہوتے اور فتح کی طرف جاتے ہوئے کمیونزم کی اس جدوجہد سے گزرنا ہے (اور اس نے گزرنا شروع کر دیا ہے) جو سب سے پہلے اور خاص طور سے اپنے (ہر ملک کیلئے) ''منشویکوں''، یعنی موقع پرستوں اور سوشل شاؤنسٹوں کے خلاف ہو گی' دوسرے' یوں کہنا چاہیے ضمنی

طور پر ''بائیں بازو'' کے کمیونزم کے خلاف ہوگی۔ اولذکر جدوجہد [یعنی منشویزم کے خلاف] نے بغیر کسی استثنا کے تمام ملکوں میں دوسری انٹرنیشنل (جو تقریباً مر چکی ہے) اور تیسری انٹرنیشنل کے درمیان ٹکراؤ کی اختیار کی ہے۔ موخرلذکر جدوجہد جرمنی' برطانیہ' اٹلی اور امریکہ میں (بہر نوع ''عالمی صنعتی مزدوروں'' (IWW) اور انارکو سینڈیکیٹ والوں کا ایک خاص حصہ تقریباً عام طور پر' تقریباً بلا تفریق سوویت نظام کو تسلیم کرنے کے ساتھ ساتھ بائیں بازو کے کمیونزم کی غلطیوں کو بجا قرار دیتا ہے) اور فرانس میں (سابق سینڈیکیٹ والوں کے ایک حصے کا رویہ سیاسی پارٹی اور پارلیمانیت کی طرف [''بائیں بازو'' والا ہی ہے] اور یہاں بھی سوویت نظام کو تسلیم کرنے کے ساتھ ساتھ) دیکھی جا سکتی ہے یعنی بلا شبہ نہ صرف بین الاقوامی پیمانے پر بلکہ عالمی پیمانے پر۔

لیکن درحقیقت ہر جگہ' بورژوازی پر فتح پانے کیلئے تیاری کے ایک ہی قسم کے اسکول سے گزرتے ہوئے' ہر ملک کی مزدور تحریک اس ترقی کے کام کو اپنے طریقے سے کر رہی ہے۔ بڑے اور ترقی یافتہ سرمایہ دار ملک اس راستے کو کہیں زیادہ تیزی سے طے کر رہے ہیں بمقابلہ [روس میں] بالشویزم کے جس نے تاریخ سے منظّم سیاسی رجحان کی حیثیت سے فتح کی تیاری کیلئے پندرہ سال پائے۔ تیسری انٹرنیشنل نے ایک سال جیسی مختصر مدت میں فیصلہ کن فتح حاصل کر لی' دوسری زرد' سوشل شاؤنسٹ انٹرنیشنل کو توڑ دیا جو چند مہینے پہلے تک تیسری انٹرنیشنل کے مقابلے میں کہیں زیادہ طاقتور تھی' مضبوط اور زبردست معلوم ہوتی تھی اور اس کو عالمی بورژوازی کی ہمہ گیر --- براہ راست اور بالواسطہ' مادی (وزارتی عہدے' پاسپورٹ اور پریس) اور نظریاتی امداد حاصل تھی۔

اس وقت لازم ہے کہ ہر ملک کے کمیونسٹ پورے شعور کے ساتھ موقع پرستی اور ''بائیں بازو'' کی اصول پرستی کے خلاف جدوجہد کے بنیادی اور بااصول فریضوں کو پیش نظر رکھیں اور ان ٹھوس خصوصیات کو بھی جو ہر ملک میں یہ جدوجہد اختیار کرتی ہے اور اس کو لازمی طور پر اختیار کرنا چاہئے' اپنی معیشت' سیاست' تہذیب' اپنی قومی ساخت (آئرلینڈ وغیرہ)' اپنی نوآبادیوں' اپنی مذہبی تقسیم وغیرہ وغیرہ کے انوکھے کردار کے مطابق۔ دوسری انٹرنیشنل کے خلاف بے اطمینانی ہر جگہ محسوس کی جا رہی ہے اور پھیل کر بڑھ رہی ہے جس کی وجہ اس کی موقع پرستی' ایک واقعی مرکوز اور واقعی رہنمائی کرنے والا ایسا مرکز قائم کرنے میں اسکی نااہلی یا عدم صلاحیت ہے جو عالمی سوویت ریپبلک کیلئے انقلابی پرولتاریہ کی جدوجہد میں بین الاقوامی طریقۂ کار کی رہنمائی کی اہلیت رکھتا ہو۔

اس بات کو صاف طور سے سمجھنے کی ضرورت ہے کہ اس طرح کے رہنما مرکز کو جدوجہد کے ڈھلے ڈھلائے' بے سمجھے بوجھے' ہموار اور یکساں طریقہء کار کے قواعد کی بنا پر نہیں بنایا جا سکتا۔ جب تک قوموں اور ملکوں کے درمیان قومی اور ریاستی فرق ہیں--- اور یہ فرق بہت مدت تک رہیں گے حتیٰ کہ عالمی پیمانے پر پرولتاریہ کی ڈکٹیٹرشپ کے قیام کے بعد بھی--- تمام ملکوں کی کمیونسٹ مزدور تحریک کے بین الاقوامی طریقہء کار کے اتحاد کا تقاضہ تنوع کو ختم کرنا یا قومی فرق کا صفایا کرنا نہیں ہے (یہ اس وقت خوابِ گراں ہے) بلکہ کمیونزم کے بنیادی اصولوں کا ایسا استعمال ہے (سوویت اقتدار اور پرولتاریہ کی ڈکٹیٹرشپ) جو ٹھیک طور سے ان اصولوں کو مخصوص تقاضوں کے مطابق ڈھالے گا' ان کو صحیح طور سے اپناتے ہوئے کو قومی اور قومی ریاستی فرق کے مطابق نافذ کرے گا۔ اس قومی خصوصیت اور قومی انوکھے پن کے بارے میں تحقیقات کرنا' مطالعہ کرنا' تلاش کرنا' پیش گوئی کرنا اور سمجھنا' جو ہر ملک مشترکہ بین الاقوامی فریضے کو حل کرنے کے ٹھوس طریقوں (مزدور تحریک کے اندر موقع پرستوں اور بائیں بازو کی اصول پرستی پر فتح حاصل کرنے' بورژوازی کا تختہ الٹنے' سوویت ریپلک اور پرولتاریہ کی ڈکٹیٹرشپ قائم کرنے) میں رکھتا ہے' یہی وہ خاص فریضہ ہے جو تمام ترقی یافتہ (اور صرف ترقی یافتہ ہی نہیں) ملکوں کے سامنے اس تاریخی لمحے میں ہے۔ سب کچھ واقعی ابھی تکمیل سے بہت دور ہے لیکن خاص فریضہ یعنی مزدور طبقے کے ہراول حصے کو اپنا طرفدار بنانے' پارلیمانیت کے خلاف سوویت اقتدار کی طرف اس کے آنے' بورژوا ڈیموکریسی کے خلاف پرولتاریہ کی ڈکٹیٹرشپ کی طرف اس کے آنے کا فریضہ پورا کیا گیا ہے۔ اب ضرورت ہے کہ ساری طاقت' ساری توجہ دوسرے قدم پر مرکوز کر دی جائے' جو معروف نقطہ نظر سے واقعی کم بنیادی معلوم ہوتا ہے لیکن جو اس کے باوجود حقیقت میں فریضے کے عملی حل کے لحاظ سے زیادہ قریب ہے' یعنی پرولتاری انقلاب تک عبور یا پہنچنے کی صورتوں کی تلاش پر۔

پرولتاری ہراول حصے کو نظریاتی طور پر جیت لیا گیا ہے۔ یہ بڑی بات ہے۔ اس کے بغیر فتح کی طرف پہلا قدم بھی اٹھانا ناممکن ہے۔ لیکن ابھی اس سے فتح کافی دور ہے۔ صرف ہراول سے ہی فتح حاصل کرنا ممکن نہیں۔ محض ہراول کو تن تنہا فیصلہ کن لڑائی میں جھونک دینا جبکہ پورے طبقے نے' جبکہ وسیع پیمانے پر عوام نے ابھی ہراول حصے کی براہ راست حمایت کی یا کم از کم اس کی طرف ہمدردانہ غیر جانبداری کی اور اس کے دشمن کی پوری عدم حمایت کی پوزیشن نہ لی ہو' نہ صرف حماقت

ہو گی اور بلکہ جرم بھی ہو گا۔اور اس کیلئے کہ واقعی سارا طبقہ' کہ واقعی محنت کشوں اور سرمایہ کے کچلے ہوئے لوگوں کی کثیر تعداد اس پوزیشن تک آئے' محض پروپیگنڈا' محض ایجی ٹیشن کافی نہیں ہے۔اس کیلئے ان عوام کو خود اپنے سیاسی تجربے کی ضرورت ہے۔تمام عظیم انقلابوں کا یہی بنیادی قانون ہے جس کی تصدیق نہ صرف روس میں زبردست طاقت اور وضاحت کے ساتھ ہوئی ہے بلکہ جرمنی میں بھی ہوئی ہے۔نہ صرف روس کے غیر مہذب اور اکثر ناخواندہ عوام کو بلکہ جرمنی کے اعلیٰ مہذب اور عام طور پر پڑھے لکھے عوام کو بھی بورژوازی کے سامنے انتہائی کمزوری' انتہائی بے آبروئی' انتہائی لاچاری اور انتہائی کاسہ لیسی اور دوسری انٹرنیشنل کے بانکے سرداروں کی حکومت کی انتہائی کمینگی' حد سے زیادہ رجعت پرستوں (روس میں کورنیلوف اور جرمنی میں کاپ اینڈ کمپنی) کی ڈکٹیٹر شپ کی ناگزیریت کی آزمائش سے گزرنا پڑا تاکہ وہ اٹل طور پر کمیونزم اور پرولتاریہ کی ڈکٹیٹر شپ کی طرف آئیں۔

بین الاقوامی مزدور تحریک میں باشعور ہراول دستے یعنی کمیونسٹ پارٹیوں' گروہوں اور رجحانوں کا فوری فریضہ ان کی یہ صلاحیت ہے کہ وہ وسیع پیمانے پر عوام کو (جو ابھی تک زیادہ تر لاتعلق' ساکن' بے حرکت اور روایات کے تابع ہیں) ان کی اس نئی پوزیشن تک لے آئیں یا یہ کہنا زیادہ ٹھیک ہو گا کہ نہ صرف اپنی پارٹی کی رہنمائی کی صلاحیت رکھتے ہوں بلکہ ان عوام کی رہنمائی کی بھی جبکہ وہ اس نئی پوزیشن تک جائیں یا عبور کریں۔اگر پہلا تاریخی فریضہ (پرولتاریہ کے باشعور ہراول حصے کو سوویت اقتدار اور مزدور طبقے کی ڈکٹیٹر شپ کی طرف لانا) موقع پرستی اور سوشل شاؤنزم پر مکمل نظریاتی اور سیاسی فتح پائے بغیر پورا کرنا ممکن نہیں تھا تو دوسرا فریضہ جواب فوری بن گیا ہے اور عوام کو اس نئی پوزیشن تک لانے کی صلاحیت پر مشتمل ہے' جو انقلاب میں ہراول حصے کی فتح کی ضامن ہو گی'--- اس فوری فریضے کو بائیں بازو کی اصول پرستی ختم کئے بغیر' اس کی غلطیوں کو بالکل دور کئے بغیر اور ان سے نجات حاصل کئے بغیر پورا کرنا ممکن نہیں ہے۔

جہاں تک یہ بات تھی (اور جس حد تک ابھی یہ بات ہے) کہ پرولتاریہ کے ہراول حصے کو کمیونزم کی طرف کھینچا جائے تو ابھی تک پروپیگنڈے کو اولیں جگہ حاصل تھی اور اب بھی ہے؛ حتیٰ کہ پروپیگنڈا کے حلقے (Circles) بھی اپنے محدود ہونے کی تمام کمزوریوں کے باوجود مفید اور کارآمد نتائج کے حامل ہیں۔جب عوام کی عملی سرگرمیوں کی بات ہوتی ہے' لاکھوں کی فوج کی

تقسیم وترتیب کی' اگر اس کو اس طرح کہا جا سکے' آخری اور فیصلہ کن لڑائی کیلئے کسی سماج میں تمام طبقاتی طاقتوں کی صف آرائی کی بات ہوتی ہے' اس وقت محض پروپیگنڈے کے ہنر سے محض "خالص" کمیونزم کی حقیقتوں کو دہرانے سے کام نہیں چلتا۔ یہاں ہزاروں تک کی گنتی کی ضرورت نہیں ہے جیسا کہ کوئی پروپیگنڈا کے ایسے چھوٹے گروہ کا ممبر گنتی کرتا ہے جو ابھی تک عوام کا رہنما نہیں تھا بلکہ یہاں لاکھوں اور کروڑوں کا شمار کرنے کی ضرورت ہے۔ یہاں اپنے آپ سے نہ صرف یہ سوال کرنے ضرورت ہے کہ آیا ہم نے انقلابی طبقے کے ہراول حصے کو قائل کر لیا ہے' بلکہ اس کے بارے میں بھی کہ آیا تمام طبقوں کی تاریخی طور پر سرگرم طاقتوں کی صف آرائی ہو گئی ہے' قطعی طور پر استثنا کے بغیر کسی سماج کے تمام طبقوں کی اس طرح کی صف آرائی جیسے فیصلہ کن لڑائی بالکل پختہ ہو چکی ہو' اسی طرح کہ: 1) تمام طبقاتی طاقتیں جو ہماری دشمن ہیں کافی الجھی ہوئی ہوں' ایک دوسرے سے کافی لڑ جھگڑ رہی ہوں اور انہوں نے اس لڑائی میں اپنے آپ کو کافی کمزور کر لیا ہو' 2) تمام متذبذب' ڈگمگانے والے اور درمیانی عناصر یعنی پیٹی بورژوازی اور بورژوازی سے الگ پیٹی بورژوا ڈیموکریسی نے عوام کے سامنے اپنے آپ کو کافی بے نقاب کر لیا ہو اور علمی دیوالیہ پن سے اپنے آپ کو کافی بدنام کر لیا ہو 3) پرولتاریہ میں بورژوازی کے خلاف انتہائی باعزم' بے نظیر جرات والے انقلابی عمل کیلئے بڑے پیمانے پر جذبہ پیدا ہو گیا ہو اور مضبوطی سے ابھرنے لگا ہو۔ ہاں' تبھی انقلاب پختہ ہو گا' تبھی ہماری فتح ہو گی' اگر ہم نے مختصر طور پر اوپر دیئے ہوئے حالات کو اچھی طرح سوچ سمجھ لیا ہو اور صحیح لمحے کا انتخاب کیا ہو تو ہماری فتح کی ضمانت ہے۔

چرچل اور لائڈ جارج --- اس قسم کے سیاست دان ہر ملک میں تھوڑے قومی فرق کے ساتھ پائے جاتے ہیں --- کے درمیان اختلافات اور دوسری طرف ہنڈرسن اور لائڈ جارج کے درمیان اختلاف' خالص (یعنی مجرد) کمیونزم یعنی ایسی کمیونزم کے نقطہ نظر سے قطعی غیر اہم ہیں جو عملی' عوامی' سیاسی اقدام کیلئے پختہ نہیں ہوئی ہے۔ لیکن عوام کے عملی اقدام کے نقطہ نظر سے یہ اختلافات بہت اہم ہیں۔ ان اختلافات کا اچھی طرح لحاظ کرنا اور اس لمحے کا تعین کرنا جب ان "دوستوں" کے درمیان ناگزیر تصادم' جو مجموعی طور پر تمام "دوستوں" کو کمزور اور بے طاقت بناتا ہے' پوری طرح پختہ ہو جاتا ہے --- یہ ہے ان کمیونسٹوں کا سارا مقصد' سارا فریضہ جو محض باشعور' بایقین نظریاتی پروپیگنڈا کرنے والے ہی نہیں بلکہ انقلاب میں عوام کے عملی رہنما بھی ہونا چاہتے ہیں۔ ضرورت

ہے کہ کمیونزم کے خیالات سے انتہائی وفاداری کو تمام ضروری عملی سمجھوتوں' چالوں' صلح جوئی' خم و پیچ اور پسپائی وغیرہ سے مربوط کرنے کی صلاحیت ہو تا کہ ہنڈرسن والوں (دوسری انٹرنیشنل کے ہیروز' اگر ہم پیٹی بورژوا ڈیموکریسی کے ان نمائندوں کا الگ الگ نام نہ گنائیں جو اپنے کو سوشلسٹ کہتے ہیں) کے سیاسی اقتدار کو جلد وجود میں لا کر اس کو ختم کیا جا سکے' عملی طور پر ان کے ناگزیر دیوالیہ پن کو تیز کیا جا سکے جو عوام کو ہمارے جذبے سے' کمیونزم کے حق میں منور کر دیگا۔ ضرورت ہے کہ ہنڈرسنوں' لائڈ جارجوں اور چرچلوں (منشویکوں اور سوشلسٹ انقلابیوں' آئینی ڈیموکریٹوں' شاہ پرستوں' شیڈ مانوں' بورژوازی اور کاپوں وغیرہ) کے درمیان ناگزیر اختلافات' جھگڑوں' تصادم اور مکمل نفاق کو تیز تر کیا جا سکے اور ''مقدس ذاتی ملکیت کے'' ان تمام ''ستونوں'' کے درمیان انتہائی نفاق کے ایسے لمحے کو ٹھیک سے چنا جا سکے تا کہ پرولتاریہ کا اٹل دھاوا ان سب کو توڑ پھوڑ دے اور سیاسی اقتدار جیت لے۔

تاریخ عام طور پر اور انقلابوں کی تاریخ خاص طور پر' ہمیشہ اپنے مواد کے لحاظ سے زیادہ دولت مند' زیادہ نوع بنوع' زیادہ رخوں والی' زیادہ جاندار' زیادہ ''پرفطرت'' ہوتی ہے' اس سے کہیں زیادہ جس کا تصور بہترین پارٹیاں اور ہراول طبقوں کے سب سے باشعور حصے کرتے ہیں۔ یہ بات سمجھ میں آتی ہے کیونکہ [طبقات کے] بہترین ہراول حصے لاکھوں لوگوں کے شعور' قوت ارادی' جذبات اور تصورات کا اظہار کرتے ہیں اور انسانیت کی تمام صلاحیتوں کے مخصوص ابھار اور تناؤ کے لمحات میں انقلابوں کی تکمیل ان کروڑوں انسانوں کے شعور' قوت ارادی' جذبات اور تصورات سے ہوتی ہے جن کے لئے طبقات کی شدید ترین جدوجہد تازیانے کا کام کرتی ہے۔ یہاں سے دو بہت ہی اہم عملی نتائج برآمد ہوتے ہیں: اول یہ کہ انقلابی طبقے کو اپنے فریضے کی تکمیل کیلئے سماجی سرگرمی کی تمام صورتوں یا پہلوؤں پر بلا استثنا قابو ہونا چاہئے (سیاسی اقتدار کو جیتنے کے بعد اس کی تکمیل کرنا' اکثر بڑی جوکھم یا بڑے خطرے کے ساتھ' جو اس نے اس فتح تک نہیں کیا تھا)۔ دوسرے' انقلابی طبقے کو اس کیلئے تیار رہنا چاہئے کہ ان صورتوں کی ایک دوسرے میں تبدیلی بہت ہی تیز اور غیر متوقع ہو گی۔

ہر ایک اس بات سے اتفاق کریگا کہ اس فوج کو میدان جنگ میں اتارنا حماقت بلکہ جرم ہے جو ان تمام قسم کے اسلحہ جات اور جنگ کے ان تمام ذرائع اور طریقوں میں مہارت نہیں رکھتی جو

دشمن رکھتا ہے یا اسکے پاس ہو سکتے ہیں۔لیکن یہ بات جنگی کاروائی سے کہیں زیادہ سیاست سے تعلق رکھتی ہے۔سیاست میں پہلے سے یہ بات اور بھی کم جانی جاسکتی ہے کہ جدوجہد کے کون سے ذرائع آئندہ آنے والے حالات میں ہمارے لئے قابل استعمال اور کارآمد ہوں گے۔جدوجہد کے تمام ذرائع نہ رکھتے ہوئے ہمیں زبردست اور کبھی کبھی فیصلہ کن شکست بھی ہو سکتی ہے اگر دوسرے طبقوں کی پوزیشن میں ہماری مرضی پر انحصار نہ رکھنے والی تبدیلیاں سرگرمیوں کی ایسی صورت سے ہمیں دوچار کردیں جن میں ہم خاص طور سے کمزور ہوں۔جدوجہد کے تمام ذرائع سے لیس ہوتے ہوئے ہم یقیناً فتح حاصل کرینگے کیونکہ ہم واقعی ہراول' واقعی انقلابی طبقے کے مفادات کی نمائندگی کرتے ہیں' چاہے حالات ہمیں ان اسلحہ کے استعمال کی اجازت نہ دیں جو دشمن کیلئے زیادہ خطرناک ہیں' اسلحہ جو انتہائی تیزی سے مہلک ضرب لگا سکتے ہیں۔ناتجربہ کار انقلابی اکثر سوچتے ہیں کہ جدوجہد کے قانونی ذرائع موقع پرستانہ ہیں کیونکہ بورژوازی نے اس میدان میں خاص طور سے اکثر (زیادہ تر ’’پرامن‘‘ زمانے میں نہ کہ انقلاب کے زمانے میں) محنت کشوں کو دھوکہ دیا اور بیوقوف بنایا ہے' لیکن جدوجہد کے غیر قانونی ذرائع انقلابی ہیں ۔یہ بات غلط ہے۔صحیح یہ ہے کہ وہ پارٹیاں اور لیڈر موقع پرست اور مزدور طبقے سے غداری کرنے والے ہیں جو یہ صلاحیت یا خواہش نہیں رکھتے کہ ایسے حالات میں جدوجہد کے غیر قانونی ذرائع استعمال کریں' مثلاً 18-1914ء کی سامراجی جنگ کے زمانے میں' جب انتہائی آزاد جمہوری ملکوں کی بورژوازی نے جنگ کی قزاقانہ نوعیت کے بارے میں منہ کھولنے کی ممانعت کرکے بینظیر بے شرمی اور خونخواری سے محنت کشوں کو دھوکہ دیا۔لیکن وہ انقلابی جو جدوجہد کی غیر قانونی صورتوں کو تمام قانونی صورتوں سے متحد نہیں کرسکتے بہت ہی برے انقلابی ہوتے ہیں۔اس وقت انقلابی ہونا مشکل نہیں ہے جب کہ انقلاب پھٹ کر شعلہ ور ہو چکا ہو' جب ہر ایک انقلاب کی طرف کھنچتا ہے محض دلکشی' فیشن یا اکثر ذاتی کیریئر کے مفادات کے خیال سے۔فتح کے بعد ایسے نقلی انقلابیوں سے ’’نجات‘‘ پانے کے لئے پرولتاریہ کو بہت ہی مشکل اور بہت ہی تکلیف دہ کوشش کرنا ہوگی۔ایسے وقت میں انقلابی ہونا کہیں زیادہ مشکل اور کہیں زیادہ بیش بہا ہے جب کہ براہ راست' علانیہ' حقیقی طور پر عوامی اور واقعی انقلابی جدوجہد کیلئے ابھی حالات نہ ہوں' جبکہ غیر انقلابی اداروں میں انقلاب کے مفادات کی وکالت کرنا ہے (پروپیگنڈے' ایجی ٹیشن اور تنظیم کے کام

کے ذریعہ) غیر قانونی اور اکثر براہ راست رجعتی اداروں میں' غیر انقلابی ماحول میں' ایسے عوام میں جو اقدام کے انقلابی طریقوں کی ضرورت کو فوراً نہ سمجھ سکتے ہوں۔ واقعات کے اس ٹھوس راستے یا خاص موڑ کو تلاش کرنے' ٹٹولنے اور اس کا ٹھیک سے تعین کرنے کی صلاحیت رکھنا جو عوام کو حقیقی' فیصلہ کن' مختتم' عظیم انقلابی جدوجہد تک لے جائے گا--- یہ ہے مغربی یورپ اور امریکہ کے موجودہ کمیونزم کا خاص فریضہ۔

برطانیہ ایک مثال ہے۔ ہم نہیں جانتے اور کوئی بھی پہلے سے اس کا تعین نہیں کر سکتا کہ وہاں کتنی جلد حقیقی پرولتاری انقلاب کا شعلہ بھڑک اٹھے گا اور کون سا سبب سب سے زیادہ ان وسیع عوام کو جو ابھی سو رہے ہیں بیدار و مشتعل کرنے اور جدوجہد میں آگے بڑھانے کا باعث ہوگا۔ اس لئے ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنی تیاری کا سارا کام اس طرح کریں کہ چاروں پیروں کی نعل بندی رہے (جیسا کہ متوفی پلیخانوف کہا کرتے تھے جب وہ مارکسسٹ اور انقلابی تھے)۔ یہ ممکن ہے کہ کسی پارلیمانی بحران سے ''شگاف پڑ جائے'' ''برف ٹوٹ جائے''' ممکن ہے کسی ایسے بحران سے جو بری طرح الجھے ہوئے نوآبادیاتی اور سامراجی تضادات سے پیدا ہوا ہے اور جو بہت ہی تکلیف دہ اور شدید ہوتے جا رہے ہیں' یا ممکن ہے کسی تیسری وجہ سے وغیرہ وغیرہ۔ ہم اس سبب کے بارے میں نہیں کہہ رہے ہیں کہ کیسی جدوجہد برطانیہ میں پرولتاری انقلاب کی قسمت کا فیصلہ کریگی (اس سوال کے بارے میں کسی کمیونسٹ کو کوئی شبہ نہیں ہے' یہ سوال ہم سب کیلئے طے شدہ ہے اور مضبوطی کے ساتھ طے شدہ ہے)۔ ہم اس سبب کے بارے میں کہہ رہے ہیں جو فی الحال سوتے ہوئے پرولتاریہ کو بیدار کردیگا اور ان کو حرکت میں لا کر انقلاب سے دوچار کریگا۔ ہم یہ نہ بھولیں گے کہ مثال کیلئے فرانسیسی بورژوا رپبلک میں' ایسے حالات میں جو قومی اور بین الاقوامی دونوں نقطہ نظر سے سو گنا کم انقلابی تھے بمقابلہ اس کے جتنے آج ہیں' ایسا ''غیر متوقع'' اور ''معمولی'' سبب جو رجعت پرست جنگ بازوں کے ہزاروں بے ایمانی کے کاموں میں سے ایک تھا (درائی فوس کا مقدمہ) لوگوں کو خانہ جنگی کی حد تک لانے کیلئے کافی ثابت ہوا۔

[1898ء میں فرانس میں فوج کے ایک یہودی افسر درائی فوس پر غداری کا جھوٹا مقدمہ چلا کر نسل پرستی اور یہود دشمنی (Anti Semitism) کو ہوا دینے کی کوشش کی گئی۔ اس موقع پر ترقی پسند بورژوا عناصر، سوشلسٹ، جمہوریت پسند ایک طرف جبکہ شاہ پرست، قوم پرست اور

رجعتی عناصر دوسری طرف ہو گئے اور پورا ملک دو کیمپوں میں تقسیم ہو گیا۔ درائی فوس آخر کار 1906ء میں تمام الزامات سے بری ہو گیا۔]

برطانیہ میں کمیونسٹوں کو چاہیے کہ وہ متواتر، مستحکم اور اٹل طور پر پارلیمانی انتخابات کو اور برطانوی حکومت کی آئرلینڈ کی طرف اور نوآبادیاتی اور عالمی سامراجی پالیسی کے نشیب وفراز کو اور سماجی زندگی کی تمام دوسری منطقوں، شعبوں اور پہلوؤں کو بھی استعمال کریں اور ان سب میں نئے طریقے سے کام کریں، کمیونسٹ طریقے سے، دوسری انٹرنیشنل کے نہیں بلکہ تیسری انٹرنیشنل کے جذبے سے کام کریں۔ میرے پاس نہ تو یہاں وقت ہے اور نہ جگہ ہے کہ میں پارلیمانی انتخابات اور پارلیمانی جدوجہد کے ’’روسی‘‘ اور ’’بالشویک‘‘ طریقوں کے بارے میں لکھوں، لیکن غیر ملکی کمیونسٹوں کو یہ یقین دلا سکتا ہوں کہ وہ مغربی یورپ کی عام پارلیمانی مہموں سے مختلف تھے۔ اس سے اکثر یہ نتیجہ اخذ کیا جاتا ہے: ’’ارے، یہ تو روس میں ہوا اور ہمارے ملک میں پارلیمانیت مختلف ہے‘‘۔ یہ نتیجہ اخذ کرنا غلط ہے۔ دنیا میں کمیونسٹوں کا، تمام ملکوں میں تیسری انٹرنیشنل کے حامیوں کا وجود ہی اس لئے ہے کہ وہ زندگی کے تمام شعبوں اور ساری لائن میں پرانے سوشلسٹ، ٹریڈ یونین، سینڈیکیٹ اور پارلیمانیت کے کام کو نئے کمیونسٹ کام میں تبدیل کر دیں۔ ہمارے یہاں بھی انتخابات میں موقع پرستانہ، خالص بورژوا، کاروباری، فریب کارانہ اور سرمایہ دارانہ حرکتیں ہمیشہ اور بہت کافی ہوتی رہی ہیں۔ مغربی یورپ اور امریکہ کے کمیونسٹوں کو نئی، غیر معمولی، غیر موقع پرست اور منصب وجاہ کی ہوس سے پاک پارلیمانیت قائم کرنا سیکھنا چاہئے۔ کمیونسٹ پارٹی کو اپنے نعرے دینا چاہئے، حقیقی پرولتاریہ کو غیر منظم اور انتہائی کچلے ہوئے غریبوں کی مدد سے اشتہار تقسیم کرنا اور پھیلانا چاہئے، مزدوروں کے فلیٹوں اور دیہی پرولتاریہ کی جھونپڑیوں اور دور افتادہ دیہاتوں (خوش قسمتی سے یورپ میں ہمارے یہاں کے مقابلے میں دور افتادہ گاؤں بہت ہی کم ہیں اور برطانیہ میں تو بالکل کم ہیں) کو جانا چاہئے، ان کو انتہائی معمولی لوگوں کے طعام خانوں کو جانا چاہئے، انتہائی معمولی لوگوں کی یونینز، انجمنوں، اتفاقی جلسوں میں گھسنا چاہئے اور عوام سے بات چیت کرنا چاہئے لیکن عالمانہ انداز میں نہیں (اور نہ بہت پارلیمانہ طریقے سے)، ان کو پارلیمنٹ میں ’’نشستیں‘‘ حاصل کرنے کے لیے دوڑ دھوپ نہ کرنا چاہیے بلکہ ہر جگہ خیالات کو اکسانا، عوام کو اپنی طرف مائل کرنا، بورژوازی کے الفاظ کی گرفت کرنا، اس کی قائم کی ہوئی مشینری اور منعقد کیے

انتخابات' سارے عوام سے کی ہوئی اس کی اپیلوں سے فائدہ اٹھانا چاہیے' عوام کو بالشویزم سے اس طرح متعارف کرانا چاہیے جیسا کہ انتخابات سے علیحدہ صورت حال میں (بڑی بڑی ہڑتالوں کو یہاں شمار نہ کیجئے' جب کہ روس میں کل قومی ایجی ٹیشن کی اسی طرح کی مشینری نے کہیں زیادہ زوروں پر کام کیا تھا) کبھی ممکن نہیں ہوتا (بورژوازی کی حکومت میں)۔ مغربی یورپ اور امریکہ میں اس کو کرنا بہت مشکل ہے' بہت ہی مشکل ہے لیکن اس کو کیا جا سکتا ہے اور کرنا چاہیے کیونکہ بغیر کاوش کے کمیونزم کے فریضے پورے کرنا ممکن نہیں ہے۔ عملی فریضوں کو پورا کرنے کے لیے محنت کرنی چاہیے جو زیادہ سے زیادہ نوع بنوع' زیادہ سے زیادہ سماجی زندگی کی تمام شاخوں سے مربوط ہوتے جاتے ہیں اور بورژوازی سے یکے بعد دیگرے زیادہ سے زیادہ شاخیں جیت رہے ہیں۔

اسی برطانیہ میں ضرورت ہے کہ فوج میں ان قومیتوں کے درمیان جو''اپنی'' ریاست کے ہاتھوں (آئرلینڈ اور نوآبادیات) کچلی ہوئی ہیں اور پورے حقوق نہیں رکھتیں' پروپیگنڈا' ایجی ٹیشن اور تنظیم کا کام نئے ڈھنگ سے (سوشلسٹ نہیں بلکہ کمیونسٹ طریقے سے' اصلاح پرست نہیں بلکہ انقلابی طریقے سے) کیا جائے۔ کیونکہ سماجی زندگی کے یہ تمام شعبے سامراج کے دور میں عام طور پر اور اب اس جنگ کے بعد جس نے لوگوں پر اتنے ستم ڈھائے ہیں اور لوگوں کی آنکھیں سچ کو دیکھنے کیلئے تیزی سے کھول دی ہیں (یعنی یہ کہ کروڑوں آدمی مارے گئے اور اپاہج ہو گئے محض یہ مسئلہ طے کرنے کیلئے کہ آیا برطانوی یا جرمن درندے زیادہ ملکوں کو لوٹیں گے)--- سماجی زندگی کے یہ تمام شعبے تصادموں' بحرانوں اور طبقاتی جدوجہد کو تیز کرنے کیلئے بہت آتش گیر مادہ اور بہت سے اسباب فراہم کرتے ہیں۔ ہم نہیں جانتے اور نہیں جان سکتے ہیں کہ کونسی چنگاری' ان بے شمار چنگاریوں میں سے جو عالمی معاشی اور سیاسی بحران کے زیر اثر سارے ملکوں میں اڑ رہی ہیں عوام کو خاص طور سے بیدار کرنے کے معنی میں بھڑک کر شعلہ بن جائے گی۔ اور اسی لئے یہ ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنے نئے کمیونسٹ اصولوں کے ساتھ سب کو اور ہر ایک کو' حتیٰ کہ زیادہ سے زیادہ پرانے' فرسودہ اور بظاہر مایوس کن شعبوں کی ''تشکیل نو'' کریں کیونکہ اس کے بغیر ہم اپنے فریضے نہیں پورے کر سکیں گے' ہمہ گیر نہ ہوں گے' ہمارے پاس ہر طرح کے اسلحہ نہ ہوں گے' نہ تو بورژوازی پر فتح حاصل کرنے کیلئے تیار ہوں گے (جس نے بورژوا ڈھنگ سے سماجی زندگی کے تمام پہلوؤں کی تعمیر کی تھی اور اب ان کو منتشر کر دیا ہے) اور نہ ساری زندگی کی اس کمیونسٹ تنظیم نو

کیلئے جواس فتح کے بعد ہوگی۔

روس میں پرولتاری انقلاب اور بین الاقوامی پیمانے پر اس کی فتوحات کے بعد' جو بورژوازی اور کوتاہ بینوں کیلئے غیر متوقع تھیں' ساری دنیا مختلف ہوگئی ہے۔اور بورژوازی بھی ہر جگہ مختلف ہوگئی ہے' وہ بالشویزم'' سے ڈرگئی ہے' اس پر غصے کی وجہ سے تقریباً پاگل ہوگئی ہے اور اسی لئے وہ ایک طرف تو واقعات کے ارتقا کو تیز کر رہی ہے اور دوسری طرف بالشویزم کو تشدد سے دبانے پر اپنی توجہ مرکوز کر رہی ہے اور اس طرح متعدد دوسرے شعبوں میں اپنی پوزیشن کو کمزور بنا رہی ہے۔تمام ترقی یافتہ ملکوں کے کمیونسٹوں کو ان دونوں حالات کا اپنے طریقہ کار میں لحاظ رکھنا چاہئے۔

جب روسی کیڈیٹوں اور کیرنسکی نے بالشویکوں کے خلاف جنون آمیز ظلم وستم شروع کیا' خصوصاً اپریل 1917ء سے اور اس سے زیادہ جون اور جولائی 1917ء میں' وہ حد سے باہر ہوگئے۔بورژوا اخباروں کی لاکھوں کاپیوں نے بالشویکوں کے خلاف چیخ چیخ کر عوام کی اس طرف توجہ دلائی کہ وہ بالشویزم کو پرکھیں' اور اخباروں کے علاوہ ساری سماجی زندگی' بورژوازی کے ''جوش'' کی وجہ سے' بالشویزم کے بارے میں بحث سے بھرگئی۔آجکل بین الاقوامی پیمانے پر تمام ملکوں کے کروڑ پتی ایسا رویہ اختیار کر رہے ہیں کہ ہمیں ان کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرنا چاہئے۔وہ بالشویزم کا اسی طرح پیچھا پکڑے ہوئے ہیں جس طرح اس کا پیچھا کیرنسکی اینڈ کمپنی نے کیا تھا۔وہ اس کو ''حد سے باہر'' کر رہے ہیں اور اسی طرح ہماری مدد کر رہے ہیں جیسے کیرنسکی نے کی تھی۔جب فرانسیسی بورژوازی اپنی انتخابی ایجی ٹیشن کا مرکزی نقطہ بالشویزم کو بناتی ہے اور نسبتاً معتدل یا متذبذب سوشلسٹوں پر بالشویزم کا پیرو ہونے کیلئے ناراض ہوتی ہے' جب امریکی بورژوازی' بالکل حواس کھو کر ہزار ہا لوگوں کو بالشویزم کا حامی ہونے کے شبہ میں پکڑ لیتی ہے' بدحواسی کی فضا پیدا کر دیتی ہے اور ہر طرف بالشویک سازشوں کے قصے پھیلاتی ہے' جب دنیا کی ''سنجیدہ ترین'' برطانوی بورژوازی' اپنی ساری عقل و تجربے کے باوجود'' بالشویزم سے جدوجہد کیلئے'' دولت مند ''انجمنیں'' قائم کرنے کی ناقابل یقین حماقت کرتی ہے' بالشویزم کے بارے میں مخصوص ادب کا اجرا کرتی ہے اور بالشویزم سے جدوجہد کیلئے مزید سائنس دانوں' پراپیگنڈا کرنے والوں اور پادریوں کو بھرتی کرتی ہے--- ہم کو سرمایہ دار حضرات کے سامنے جھک کر انکا شکریہ ادا کرنا چاہئے۔وہ ہمارے لئے کام کر رہے ہیں۔وہ بالشویزم کی نوعیت اور اہمیت کے سوالوں میں عوام

کی دلچسپی پیدا کر کے ہماری مدد کر رہے ہیں۔ اور وہ اسکے علاوہ کچھ اور کر بھی نہیں سکتے کیونکہ وہ بالشویزم کے بارے میں ''خاموش رہ کر'' اسکا گلا گھونٹنے میں ناکام رہے ہیں۔

لیکن ساتھ ہی بورژوازی بالشویزم کا تقریباً صرف ایک رخ دیکھ رہی ہے: بغاوت' تشدد اور دہشت --- اسی لئے بورژوازی اس شعبے میں خاص طور سے ضرب لگانے اور مزاحمت کرنے کی تیاری کرتی ہے۔ ممکن ہے کہ علیحدہ علیحدہ واقعات میں' علیحدہ علیحدہ ملکوں میں' کسی مختصر مدت کیلئے وہ کامیاب ہو جائے: ایسے امکان کو پیش نظر رکھنے کی ضرورت ہے اور ہمارے لئے اس میں کوئی خوفناک بات نہیں ہے اگر اس میں اس کو کامیابی ہو۔ کمیونزم سماجی زندگی کے ہر پہلو سے قطعی طور پر ''نمودار'' ہو رہا ہے' اسکی کونپلیں قطعی طور پر ہر طرف ہیں۔ یہ ''وبا'' (اگر بورژوازی اور بورژوا پولیس کی مرغوب اور انتہائی پسندیدہ تشبیہہ میں کہا جائے) جسم میں اچھی طرح سرایت کر گئی ہے اور سارے جسم میں پھیل گئی ہے۔ اگر خاص کوششوں سے اسکا ایک راستہ ''روکا'' جاتا ہے تو ''وبا'' اپنے لئے دوسرا راستہ ڈھونڈ نکالتی ہے جو کبھی کبھی انتہائی غیر متوقع ہوتا ہے۔ زندگی اپنا راستہ بنا لیتی ہے۔ بورژوازی کو ہذیان میں مبتلا رہنے دو' پاگل پن کی حد تک غصہ کرنے دو' حد سے باہر جانے دو' حماقتیں کرنے دو' قبل سے ہی بالشویکوں سے بدلہ لینے دو اور ماضی و مستقبل کے مزید سینکڑوں' ہزاروں اور لاکھوں بالشویکوں کو قتل کرنے کی کوششیں (ہندوستان' ہنگری اور جرمنی وغیرہ میں) کرنے دو: اس طرح کا رویہ اختیار کر کے بورژوازی وہی کر رہی ہے جو تاریخ کے مذمت کئے ہوئے تمام مردہ طبقوں نے کیا ہے۔ کمیونسٹوں کو جاننا چاہئے کہ مستقبل بہر صورت انکا ہے اور اسی لئے ہم عظیم انقلابی جدوجہد کے زبردست جوش کو بورژوازی کی پاگل پن پر مبنی بے چینی کے زیادہ سے زیادہ ٹھنڈے دل سے لئے گئے گہرے جائزے کے ساتھ مربوط کر سکتے ہیں (اور ہمیں یہ کرنا چاہئے)۔ روسی انقلاب کو 1905ء میں بری طرح کچل دیا گیا' روسی بالشویک جولائی 1917ء میں کچل دئے گئے' 10 ہزار جرمن کمیونسٹ شیڈمان اور نوسکے کی مکارانہ اشتعال انگیزیوں اور عیارانہ چالوں کا شکار ہوئے جنہوں نے بورژوازی اور شاہ پرست جرنیلوں کے ساتھ مل کر یہ کام کیا' فن لینڈ اور ہنگری میں سفید دہشت پھیلی ہوئی ہے۔ لیکن تمام حالات میں اور تمام ملکوں میں کمیونزم مضبوط ہو رہا ہے اور بڑھتا چلا جا رہا ہے اور اس کی جڑیں ایسی گہری ہیں کہ اس کے خلاف جبر و تشدد اس کو کمزور نہیں بلکہ زیادہ مضبوط بناتا ہے۔ فتح تک اعتماد اور عزم کے ساتھ ہمارے آگے

بڑھنے میں صرف ایک بات کی کمی رہ گئی ہے یعنی تمام ملکوں میں سارے کمیونسٹوں کا اس ضرورت کے بارے میں عام اور قطعی طور سے سوچا سمجھا شعور کہ وہ اپنے طریقہء کار میں زیادہ سے زیادہ لچکدار ہوں۔ کمیونسٹ تحریک جو شاندار طور پر پروان چڑھ رہی ہے' اس میں کمی ہے' بالخصوص ترقی یافتہ ممالک میں' اس [لچکدار طریقہ کار کے] شعور کی اور اس کو عمل میں استعمال کرنے کی۔

جو کچھ ایسے اعلیٰ صاحبانِ علم مارکسسٹوں اور سوشلزم کیلئے وقف دوسری انٹرنیشنل کے لیڈروں جیسے کاؤتسکی اور اوٹو باؤیر وغیرہ کے ساتھ ہوا وہ کارآمد سبق ہوسکتا تھا (اور ہونا چاہئے تھا)۔ وہ پوری طرح لچکدار طریقہ کار کو جانتے تھے' انہوں نے مارکسی جدلیات خود سیکھیں اور دوسروں کو سکھائیں (اور اس میں سے بہت کچھ جو انہوں نے کیا ہے ہمیشہ سوشلسٹ ادب کیلئے بیش بہا رہے گا)۔ لیکن انہوں نے ان جدلیات کے استعمال میں ایسی غلطی کی یا عملی کاموں میں ایسے غیر جدلیاتی لوگ ثابت ہوئے جو صورتوں میں تیز تبدیلی کو پیش نظر رکھنے اور پرانی صورتوں کو نئے مواد سے بھرنے میں نااہل رہے اور ان کی قسمت بھی ہائنڈمان' گید اور پلیخانوف کی قسمت سے کچھ زیادہ قابل رشک نہیں ہے۔ ان کے دیوالیہ پن کا بنیادی سبب یہ تھا کہ انہوں نے مزدور تحریک اور سوشلزم کے ارتقا کے ایک رخ کی طرف "ٹکٹکی" باندھ لی' اس کے یک رخی ہونے کے بارے میں بھول گئے' اس زبردست تبدیلی کو دیکھنے سے ڈرے جس کو معروضی حالات نے ناگزیر بنا دیا تھا اور ان معمولی حقائق کو از بر رٹتے رہے جو پہلی نظر میں مسلمہ معلوم ہوتے ہیں مثلاً تین دو سے زیادہ ہوتے ہیں۔ لیکن سیاست ریاضی سے زیادہ الجبرا سے مشابہہ ہے' اور ابتدائی ریاضی کے مقابلے میں اعلیٰ ریاضی سے زیادہ ملتی جلتی ہے۔ حقیقت میں سوشلسٹ تحریک کی تمام پرانی صورتیں نئے مواد سے بھر گئی ہیں' اسی لئے اعداد کے سامنے "نفی" کی نئی علامت آ گئی لیکن ہمارے داناؤں نے ضد کے ساتھ خود اپنے کو اور دوسروں کو یہ یقین دلانا جاری رکھا (اور جاری رکھتے ہیں) کہ "نفی تین" "نفی دو" سے بڑا ہے۔

ہمیں یہ کوشش کرنی چاہئے کہ کمیونسٹ اس طرح کی غلطی نہ کریں' مگر مخالف معنی میں' یا یہ کہنا بہتر ہوگا کہ اسی طرح کی غلطی مگر مخالف معنی میں [یعنی دوسری انتہا پر] جو "بائیں بازو" کے کمیونسٹ کر رہے ہیں' جلد از جلد ٹھیک کی جائے اور جسم کو اس بیماری سے پاک کیا جائے۔ صرف دائیں بازو کی اصول پرستی ہی نہیں بلکہ بائیں بازو کی اصول پرستی بھی غلط ہے۔ یہ سچ ہے کہ اس وقت بائیں

بازو کی اصول پرستی کی غلطی ہزار گنی کم خطرناک اور کم اہمیت رکھتی ہے بمقابلہ دائیں بازو کی اصول پرستی کی غلطی کے (یعنی شاؤنزم اور کاؤتسکی ازم)۔ لیکن اس کا سبب محض یہ ہے کہ بائیں بازو کے کمیونزم کا رجحان بہت کمسن ہے' صرف ابھی پیدا ہوا ہے۔ صرف اسی لئے اس بیماری کو' مخصوص حالات کے تحت' آسانی سے دور کیا جا سکتا ہے اور اس کو دور کرنے کیلئے زیادہ سے زیادہ سرگرمی کی ضرورت ہے۔

پرانی صورتیں پھول کر پھٹ گئیں کیونکہ ہوا یہ کہ ان میں نیا مواد--- پرولتاری دشمن اور رجعت پرست--- بے حد ہو گیا تھا۔ بین الاقوامی کمیونزم کے ارتقا کے نقطہ نظر سے اب ہمارے پاس کام کیلئے ایسا مستحکم' زوردار اور طاقتور مواد ہے (سوویت اقتدار کیلئے' پرولتاریہ کی ڈکٹیٹر شپ کیلئے) کہ وہ اپنے کو کسی بھی صورت میں' نئی یا پرانی' ظاہر کر سکتا ہے اور کرنا چاہئے' اسکو تمام صورتوں کو نیا جنم دینا چاہئے' ان پر قابو پانا اور اپنے تحت میں لانا چاہئے' نہ صرف نئی بلکہ پرانی صورتوں کو بھی--- اس لئے نہیں کہ پرانی سے صلح کر لی جائے بلکہ اس لئے کہ سب اور ہر نئی اور پرانی صورت کو کمیونزم کی مکمل اور حتمی' فیصلہ کن اور ناقابل تنسیخ فتح کا ہتھیار بنایا جائے۔

کمیونسٹوں کو اپنی ساری کوششیں لگا دینا چاہئے کہ مزدور تحریک اور عام طور پر سماجی ارتقا کو ایسے راستے پر چلائیں جو سوویت اقتدار اور پرولتاریہ کی ڈکٹیٹر شپ کی عالمی فتح کیلئے سب سے سیدھا اور سب سے جلد پہنچانے والا ہو۔ یہ مسلمہ حقیقت ہے۔ اگر ہم یہ کہیں جس طرح جرمن اور برطانوی بائیں بازو کے کمیونسٹ کہتے ہیں کہ ہم صرف ایک بات مانتے ہیں' صرف سیدھے راستے کو' کہ ہم چالبازی' صلح جوئی اور سمجھوتوں کی اجازت نہیں دینگے تو بس یہ غلطی ہوگی جو کمیونزم کو سنگین نقصان پہنچا سکتی ہے' کچھ پہنچا چکی ہے اور پہنچا رہی ہے۔ دائیں بازو کی اصول پرستی صرف پرانی صورتوں کو ماننے پر اڑی رہی ہے اور نئے مواد کو نظر انداز کر کے انتہائی دیوالیہ ہو چکی ہے۔ بائیں بازو کی اصول پرستی بعض پرانی صورتوں کو غیر مشروط طور پر مسترد کرنے پر اڑی ہوئی ہے اور یہ نہیں دیکھتی کہ نیا مواد سب اور ہر صورت میں اپنے لئے راستہ بنا رہا ہے' کہ کمیونسٹوں کی حیثیت سے ہمارا فرض تمام صورتوں پر قابو پانا' یہ سیکھنا ہے کہ کس طرح انتہائی تیزی کے ساتھ ایک صورت کو دوسری کے ساتھ جوڑا جائے' ایک کو دوسری سے بدلا جائے' اور اس طرح کی ہر تبدیلی کیلئے اپنے طریقہ کار کو موزوں بنایا جائے جو ہمارے طبقے یا ہماری کوششوں سے نہیں پیدا ہوئی ہے۔

عالمی سامراجی جنگ کی دہشتوں، نفرت انگیز حرکتوں، خباثت سے اور اس کی پیدا کی ہوئی مایوس کن صورتحال سے عالمی انقلاب کو بہت زوردار اور تیز کرنے والا دھکا لگا ہے، یہ انقلاب اپنی وسعت اور گہرائی میں ایسی شاندار تیزی سے، صورتوں میں تبدیلی کی ایسی لاجواب دولت کے ساتھ، ساری اصول پرستی کی ایسی سبق آموز عملی تردید کے ساتھ بڑھ رہا ہے جس سے یہ توقع کرنے کی پوری بنیاد پیدا ہوتی ہے کہ بین الاقوامی کمیونسٹ تحریک "بائیں بازو" کے کمیونزم کی طفلانہ بیماری سے جلد اور مکمل طور پر شفا پائے گی۔

27 اپریل 1920ء

ضمیمہ

ابھی ہمارے ملک میں، جس کو ساری دنیا کے سامراجیوں نے پرولتاری انقلاب کے انتقام میں لوٹا ہے اور جس کو وہ اب بھی لوٹ رہے اور اس کی ناکہ بندی کر رہے ہیں ان وعدوں کے باوجود جو انہوں نے اپنے مزدوروں سے کئے تھے، ابھی ہمارے اشاعت گھر میرے پمفلٹ کو چھاپ نہ سکے تھے کہ اتنے میں بیرون ملک سے مزید مواد آ گیا۔ میں اپنے پمفلٹ کیلئے کسی صحافی کے سرسری نوٹ سے زیادہ کوئی دعویٰ نہیں کرتا اور میں مختصر طور سے کچھ نکات کے بارے میں کہوں گا۔

(1)

جرمن کمیونسٹوں میں پھوٹ

جرمنی میں کمیونسٹوں میں پھوٹ حقیقت بن گئی ہے۔ ’’بائیں بازو والوں‘‘ یا ’’اصولی حزب مخالف‘‘ نے ’’کمیونسٹ پارٹی‘‘ سے الگ خاص ’’کمیونسٹ مزدور پارٹی‘‘ بنالی ہے۔ اٹلی میں بھی بظاہر حالات پھوٹ کی طرف جارہے ہیں۔ میں ’’بظاہر‘‘ کہتا ہوں کیونکہ میرے پاس بائیں بازو کے اخبار ’’سوویت‘‘ (Il Soviet) کے صرف دو ضمنی شمارے ہیں جن میں پھوٹ کے امکان اور ضرورت پر اعلانیہ بحث کی گئی ہے اور ’’اجتناب کرنے والوں‘‘ (یا بائیکاٹ کرنے والوں یعنی پارلیمنٹ میں شرکت کے مخالفین) کے گروپ کی کانگریس منعقد کرنے کی بھی بات ہورہی ہے۔ یہ گروپ ابھی تک اطالوی سوشلسٹ پارٹی میں ہے۔

اس بات کا خطرہ ہے کہ ’’بائیں بازو والوں‘‘ سے جو پارلیمنٹ کے مخالف ہیں (انکا کچھ حصہ سیاست کا مخالف بھی ہے سیاسی پارٹی اور ٹریڈ یونین میں کام کا مخالف) پھوٹ بین الاقوامی مظہر بن جائے گی جیسا کہ ’’مرکز پرستوں‘‘ (یا کاؤتسکی والوں لونگے والوں اور انڈپنڈنٹ والوں وغیرہ) سے پھوٹ میں ہوا تھا۔ ایسا ہونے دو۔ بہرحال پھوٹ بہتر ہے انتشار سے جو پارٹی کی فکری نظریاتی اور انقلابی نشوونما اور اس کی پختگی کو اس کے ہم آہنگ اور درحقیقت اس منظم عملی کام کو روکتا ہے جو واقعی پرولتاریہ کی ڈکٹیٹر شپ کیلئے راستہ ہموار کرتا ہے۔

’’بائیں بازو والوں‘‘ کو قومی اور بین الاقوامی پیمانے پر اپنی عملی آزمائش کرنے دو اور پرولتاریہ کی ڈکٹیٹر شپ کی تیاری (اور بعد میں اس کو عملی جامہ پہنانے) کی کوشش خوب مرکوز آہنی ڈسپلن رکھنے والی پارٹی کے بغیر ہر شعبے شاخ اور طرح طرح سیاسی اور تہذیبی کام میں مہارت حاصل کیے بغیر کرنے دو۔ عملی تجربہ جلد ہی ان کو سبق دیگا۔

صرف اس بات کیلئے ساری کوششیں کرنے کی ضرورت ہے کہ ’’بائیں بازو والوں‘‘ سے پھوٹ سوویت اقتدار اور پرولتاریہ کی ڈکٹیٹر شپ سے خلوص اور خیر سگالی کے جذبات رکھنے والے

مزدور تحریک کے سارے شرکا کے اس اتحاد میں رکاوٹ نہ پیدا کرے یا امکانی طور پر کم سے کم رکاوٹ پیدا کرے جو مستقبل قریب میں ناگزیر اور ضروری ہے۔ روس میں بالشویکوں کی یہ خاص خوش قسمتی تھی کہ ان کو منشویکوں (یعنی موقع پرستوں اور ''مرکز پرستوں'') اور ''بائیں بازو والوں'' کے خلاف منظم اور مختتم جدوجہد کیلئے قبل اس کے پندرہ سال تھے جب پرولتاریہ کی ڈکٹیٹر شپ کیلئے براہ راست عوامی جدوجہد شروع ہوئی۔ یورپ اور امریکہ میں اب اس کام کو ''تیز رفتار پیش قدمیوں'' کے ذریعہ کرنا ہے۔ بعض افراد خصوصاً قیادت کی ناکام تمنا رکھنے والے بہت دنوں تک اپنی غلطیوں پر اڑے رہ سکتے ہیں (اگر وہ پرولتاری ڈسپلن سے عاری ہیں اور خود اپنے سے ایمانداری نہیں برتتے) لیکن مزدور لوگ وقت آنے پر آسانی اور تیزی سے ایک پارٹی میں اپنے کو اور تمام پرخلوص کمیونسٹوں کو متحد کرلیں گے جو سوویت نظام اور پرولتاریہ کی ڈکٹیٹر شپ کے قیام کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ *

---

* مستقبل میں پارلیمنٹ کے مخالف ''بائیں بازو'' کے کمیونسٹوں کے عام طور پر کمیونسٹوں سے اتحاد کے بارے میں میں یہ مزید اضافہ کرونگا۔ جہاں تک مجھے جرمنی کے ''بائیں بازو'' کے کمیونسٹوں اور عام طور پر کمیونسٹوں کے اخباروں سے واقفیت حاصل کرنے کا موقع ملا ہے میں نے یہ پایا ہے کہ عوام میں ایجی ٹیشن کیلئے آخرالذکر کے مقابلے میں اول الذکر زیادہ صلاحیت رکھتے ہیں۔ میں نے کچھ اسی طرح کی بات بالشویک پارٹی کی تاریخ میں بھی دیکھی ہے، اگرچہ چھوٹے پیمانے پر، انفرادی اور مقامی تنظیموں میں لیکن قومی پیمانے پر نہیں۔ مثلاً 8-1907ء میں ''بائیں بازو'' کے بالشویکوں نے کچھ موقعوں پر اور کچھ جگہوں پر عوام میں بمقابلہ ہمارے زیادہ ایجی ٹیشن کیا۔ ممکن ہے اسکی کچھ وجہ یہ رہی ہو کہ کسی انقلابی لمحے میں یا جب انقلاب کی یادیں تازہ ہوں عوام کے پاس صرف [مروجہ چیزوں کی] نفی کے طریقہ کار سے جانا زیادہ آسان ہے۔ پھر بھی یہ اس طریقہ کار کے صحیح ہونے کی دلیل نہیں ہے۔ بہرحال، اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ وہ کمیونسٹ پارٹی جو انقلابی طبقے، پرولتاریہ کا واقعی ہراول دستہ بننا چاہتی ہے اور جو مزید برآں وسیع پیمانے پر عوام کی، نہ صرف پرولتاری بلکہ غیر پرولتاری بھی محنت کش اور استحصال کے شکار عوام کی رہنمائی کرنا سیکھنا چاہتی ہے، اس کا فرض یہ ہے کہ وہ یکساں شہروالوں، فیکٹری والوں اور دیہاتوں کیلئے زیادہ سے زیادہ آسان، زیادہ سے زیادہ قابل فہم، زیادہ سے زیادہ صاف اور جاندار پروپیگنڈا، تنظیم اور ایجی ٹیشن کرنے کی صلاحیت رکھے۔

(2)

جرمنی میں کمیونسٹ اور انڈپنڈنٹ

میں نے اس پمفلٹ میں یہ رائے پیش کی ہے کہ کمیونسٹوں اور انڈپنڈنٹ پارٹی کے بائیں بازو کے لوگوں کے درمیان سمجھوتہ کمیونزم کیلئے ضروری اور کارآمد ہے لیکن اس کی تکمیل آسان نہ ہوگی۔اس کے بعد جو اخبارات مجھ کو ملے ہیں ان سے ان دونوں باتوں کی تصدیق ہوئی ہے۔ جرمن کمیونسٹ پارٹی کی مرکزی کمیٹی کے ترجمان اخبار ’’لال جھنڈا‘‘ کے شمارہ 32 میں اس مرکزی کمیٹی کا ایک ’’اعلان‘‘ کاپ لیوتویتس کے فوجی Putsch (سازش،مہم) اور ’’سوشلسٹ حکومت‘‘ کے سوال کے بارے میں ہے۔ یہ اعلان اپنی بنیادی منطق اور عملی نتائج دونوں نقطہ ہائے نظر سے بالکل صحیح ہے۔ بنیادی منطق یہ ہے کہ فی الحال پرولتاریہ کی ڈکٹیٹر شپ کیلئے ’’معروضی بنیاد‘‘ نہیں ہے کیونکہ ’’شہری مزدوروں کی اکثریت‘‘ انڈپنڈنٹ لوگوں کی حامی ہے۔اس سے نتیجہ یہ اخذ کیا جاتا ہے: اگر ’’بورژوا سرمایہ دار پارٹیوں کو نکال دیا جائے تو سوشلسٹ‘‘ حکومت کی ’’وفادار حزب مخالف‘‘ ہونے کا وعدہ ہے (یعنی ’’تشدد سے تختہ الٹنے‘‘ کی تیاری سے انکار)۔

بنیادی طور پر یہ طریقہ کار بلاشبہ صحیح ہے۔ پھر بھی، اگر تصریح کی چھوٹی موٹی غلطیوں کو نظر انداز کر دیا جائے تب بھی خاموشی سے اسکو درگزر نہیں کیا جاسکتا کہ سوشل غداروں کی حکومت کو ’’سوشلسٹ‘‘ (کمیونسٹ پارٹی کے ایک سرکاری اعلان میں) نہیں کہا جا سکتا، کہ جب شیئڈ مانوں، کاؤتسکیوں اور کریسپینوں کی پارٹیاں پیٹی بورژوا ڈیموکریٹک ہیں اس وقت ’’بورژوا سرمایہ دار پارٹیوں‘‘ کو الگ کرنے کی بات نہیں کی جاسکتی، ایسی باتیں نہیں لکھی جاسکتیں جیسی کہ اس اعلان کے پیراگراف 4 میں لکھی گئی ہیں۔اس میں کہا گیا ہے:

’’... کمیونزم کی طرف پرولتاری عوام کو مزید لانے کیلئے، پرولتاریہ کی ڈکٹیٹر شپ کے نقطہ نظر سے، یہ حالت بہت ہی اہم ہے جب کہ سیاسی آزادی کو بلا کسی پابندی کے استعمال کیا جاسکے اور جب بورژوا ڈیموکریسی سرمائے کی ڈکٹیٹر شپ کی حیثیت سے کارفرما نہ ہوسکے ...‘‘

ایسی حالت میں ممکن نہیں ہے۔ پیٹی بورژوا لیڈر، جرمن ہنڈرسن (شیئڈ مان) والے اور

اسنوڈین (کریسپین) والے بورژوا ڈیموکریسی کے ڈھانچے سے باہر نہیں جاتے اور نہیں جاسکتے جو سرمائے کی ڈکٹیٹرشپ کے سوا اور کچھ نہیں ہوسکتی۔ان عملی نتائج کو حاصل کرنے کے لحاظ سے جن کے واسطے کمیونسٹ پارٹی کی مرکزی کمیٹی بجا طور پر کام کرتی رہی ہے ایسی باتیں لکھنے کی کوئی ضرورت نہ تھی جو اصولی طور پر غلط اور سیاسی طور پر مضر ہیں۔اس کیلئے صرف یہ کہنا کافی ہوتا (اگر کسی کو پارلیمانی آداب برتنا ہیں): جب تک شہری مزدور کی اکثریت انڈپنڈنٹ لوگوں کی حمایت کرتی ہے ہم کمیونسٹوں کو اس کے لئے کچھ نہ کرنا چاہئے کہ یہ مزدور اپنے آخری تنگ نظر جمہوری (یعنی ''بورژوا سرمایہ دارانہ'' بھی) فریب خیال کو خود ''اپنی'' حکومت کے تجربے سے ختم کردیں۔یہ سمجھوتے کیلئے کافی بنیاد ہے جو واقعی ضروری ہے اور جس کا مطلب یہ ہے کہ کچھ مدت کیلئے اس حکومت کا تشدد سے تختہ الٹنے کی تمام کوششیں ترک کردینی چاہئیں جو شہری مزدوروں کی اکثریت کا اعتماد رکھتی ہے۔لیکن عوام کے درمیان روزمرہ کے ایجی ٹیشن میں، جو سرکاری پارلیمانی آداب کے حدود کا پابند نہیں ہے، یہ بھی کہا جاسکتا ہے: شیڈمان جیسے بدمعاشوں اور کاؤتسکی اور کریسپین جیسے تنگ نظروں کو اپنے اعمال سے ہی اس کو بے نقاب کرنے دو کہ انہوں نے خود اپنے کو اور ،مزدوروں کو کتنی حماقت میں مبتلا کیا ہے، ان کی ''پاک صاف'' حکومت سوشلزم، سوشل ڈیموکریسی اور سماجی غداری کی دوسری شکلوں کے اوجیائی اصطبل کو ''صاف'' کرنے کا کام ''انتہائی صفائی'' سے کریگی۔

''جرمن انڈپنڈنٹ سوشل ڈیموکریٹک پارٹی'' کے موجودہ لیڈروں (وہ لیڈر جن کے بارے میں یہ جھوٹ کہا جاتا ہے کہ گویا وہ سارا اثر کھو چکے ہیں جبکہ درحقیقت وہ پرولتاریہ کے لئے ہنگری کے ان سوشل ڈیموکریٹوں سے بھی زیادہ خطرناک ہیں جو اپنے کو کمیونسٹ کہتے ہیں اور پرولتاریہ کی ڈکٹیٹرشپ کی حمایت کا وعدہ کرتے ہیں) کی اصلی فطرت کا اظہار اس بغاوت میں ہوا جو جرمنی میں کورنیلوف بغاوت کے برابر تھی یعنی کاپ لیوتوتیس بغاوت میں۔دو مختصر مضامین سے اس کی مختصر لیکن جامع تصویر ملتی ہے: ایک کارل کاؤتسکی کا مضمون ''فیصلہ کن منٹ'' (Entscheidende StunDen) جو انڈپنڈنٹ لوگوں کے ترجمان اخبار Freiheit (آزادی) میں 30 مارچ 1920ء کو شائع ہوا اور دوسرا آرتھر کریسپین کا مضمون ''سیاسی صورت حال پر'' اپریل 1920ء کو روری اخبار میں شائع ہوا۔یہ حضرات کسی طرح

بھی انقلابی کی حیثیت سے نہ تو سوچ سکتے ہیں اور نہ بحث کر سکتے ہیں۔ یہ ٹسوے بہانے والے تنگ نظر ڈیموکریٹ ہیں جو پرولتاریہ کیلئے ہزار گنا خطرناک ہیں اگر وہ سوویت اقتدار اور پرولتاریہ کی ڈکٹیٹر شپ کے حامی ہونے کا اعلان کرتے ہیں کیونکہ عملی طور پر وہ ہر دشوار اور خطرناک وقت میں لازمی طور پر غداری کریں گے... ''خلوص'' کے ساتھ یہ یقین کرتے ہوئے کہ پرولتاریہ کی مدد کر رہے ہیں! ہنگری کے سوشل ڈیموکریٹوں کو لیجئے' اپنے کو کمیونسٹوں کا نام دیکر پرولتاریہ کی ''مدد'' کرنا چاہتے تھے جبکہ اپنی بزدلی اور تذبذب کی وجہ سے انہوں نے ہنگری میں سوویت اقتدار کی پوزیشن کو مایوس کن سمجھا اور اتحاد ثلاثہ کے سرمایہ داروں اور اتحاد ثلاثہ کے جلادوں کے ایجنٹوں کے سامنے ریں ریں کرنے لگے۔

(3)

اٹلی میں توراتی اینڈ کمپنی

اطالوی اخبار ''ال سوویت'' کے متذکرہ بالا شماروں سے اس کی پوری تصدیق ہوتی جس کا میں نے اپنے پمفلٹ میں اطالوی سوشلسٹ پارٹی کی غلطی کے بارے میں اظہار کیا ہے جو اپنی صفوں میں ایسے ممبروں اور حتیٰ کہ پارلیمنٹ والوں کے ایسے گروپ کو برداشت کرتی ہے۔ اس کی مزید تصدیق برطانوی بورژوا اعتدال پرست اخبار The Manchester Guardian کے روم کے نامہ نگار جیسے باہر کے مشاہد کی طرف سے ہوتی ہے جس نے 12 مارچ 1920ء کے شمارے میں توراتی سے اپنا انٹرویو شائع کیا ہے۔ اس نامہ نگار نے لکھا ہے:

''سینور توراتی کی رائے ہے [توراتی اٹلی کی لیبر پارٹی کا رہنما تھا] کہ انقلاب کا خطرہ ایسا نہیں ہے کہ اٹلی میں بے بنیاد خوف پیدا ہو۔ انتہا پسند لوگ سوویت نظریات کی آگ سے محض اس لئے کھیل رہے ہیں تاکہ عوام کو بیدار کرسکیں اور اکسا سکیں۔ بہرحال، یہ نظریات بالکل داستانی خیالات، ناپختہ پروگرام ہیں جن کو عملی طور پر استعمال میں نہیں لایا جا سکتا۔ وہ صرف اس کیلئے موزوں ہیں کہ محنت کش طبقوں کو امید کی حالت میں رکھیں۔ وہی لوگ جو اس کو لبھاوے کے طور پر استعمال کرتے ہیں تاکہ پرولتاریہ کی آنکھیں چندھیا دیں اپنے آپ کو روزمرہ کی جدوجہد کیلئے مجبور پاتے ہیں تاکہ کوئی ایسی معاشی سہولت حاصل کرلیں، جو اکثر معمولی ہوتی ہے، اور اس طرح اس لمحے میں تاخیر کرا سکیں جب محنت کش طبقہ اپنے واہموں اور مرغوب افسانوں کے یقین کو کھو بیٹھے گا۔ اسی لئے ہر پیمانے کی اور ہر سبب کی بنا پر ہڑتالوں کا ایک طویل سلسلہ ان تازہ ترین ہڑتالوں تک ہے جو ابھی ڈاک اور ریلوے کی سروسز میں ہوئیں، ایسی ہڑتالیں جو ملک کی بدحالت کو بدتر بناتی ہیں۔ ملک ان مشکلات کی وجہ سے پریشان ہے جو ایڈریاٹک کے مسئلے کی وجہ سے پیدا ہوئی ہیں، اپنے غیر ملکی قرضوں اور کاغذی زر کے بے حد اجرا سے دبا ہوا ہے اور پھر بھی ملک کام کے اس ڈسپلن کو اپنانے سے ابھی کہیں دور ہے جو واحد طور پر ملک میں نظم اور خوش حالی کو بحال کرسکتا ہے...''

یہ بات روز روشن کی طرح صاف ہے کہ برطانوی نامہ نگار نے وہ سچی بات اگل دی جس کی خود توراتی اور اٹلی میں اس کے بورژوا وکیل، مددگار اور ولولہ بخشنے والے پردہ پوشی اور رنگ آمیزی کرتے ہیں۔ سچی بات یہ ہے کہ توراتی ’تریویس‘ مودیلیانی‘ دوگونی اینڈ کمپنی کے خیالات اور سیاسی سرگرمیاں ٹھیک ایسی ہیں جیسی برطانوی نامہ نگار نے بیان کی ہیں۔ یہ بالکل سوشل غداری ہے۔ ذرا ان مزدوروں کے درمیان نظم اور ڈسپلن کی وکالت کو تو دیکھئے جو اجرتی غلامی میں مبتلا ہیں اور سرمایہ داروں کو دولت مند بنانے کیلئے محنت کرتے ہیں! اور ہم روسیوں کے لئے یہ سب منشویکوں والی تقریریں کتنی جانی پہچانی ہیں! اور کیسا بیش بہا اعتراف اس کا ہے کہ عوام سوویت اقتدار کے حق میں ہیں! ہڑتالوں کے انقلابی رول کے بارے میں جو خود بخود پھیل رہی ہیں کیسی کند ذہنی اور کمینی بورژوا نا سمجھی ہے! ہاں‘ ہاں‘ بورژوا اعتدال پرست اخبار کے برطانوی نامہ نگار نے توراتی اینڈ کمپنی کے ساتھ بدسلوکی کی ہے اور کامریڈ بوردیگا اور ان کے ’’ال سوویت‘‘ کے دوستوں کے مطالبے کی لاجواب تصدیق کی ہے جس میں یہ مانگ کی گئی ہے کہ اگر اطالوی سوشلسٹ پارٹی واقعی تیسری انٹرنیشنل کے حق میں ہونا چاہتی ہے تو اس کو توراتی اینڈ کمپنی کو اپنی صفوں سے ذلیل کر کے نکال دینا چاہئے اور اپنے نام اور عمل دونوں لحاظ سے کمیونسٹ پارٹی بن جانا چاہئے۔

(4)

صحیح مقدمات سے غلط نتائج

لیکن کامریڈ بوردیگا اور ان کے ''بائیں بازو'' کے دوست تو راتی اینڈ کمپنی پر اپنی صحیح تنقید سے یہ غلط نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ پارلیمنٹ میں ہر طرح کی شرکت مضر ہے۔ اطالوی ''بائیں بازو والے'' اس نظریئے کی حمایت میں ذرہ برابر بھی سنجیدہ دلیل نہیں پیش کر سکتے۔ وہ بورژوا پارلیمنٹ کے واقعی انقلابی اور کمیونسٹ استعمال کی بین الاقوامی مثالوں کو محض جانتے ہی نہیں (یا بھلا دینے کی کوشش کرتے ہیں) جو پرولتاری انقلاب کی تیاری میں مسلمہ طور پر بیش قیمت ہیں۔ وہ پارلیمانیت کے استعمال کے بارے میں کوئی ''نئی'' بات نہیں سوچ پاتے اور ''پرانے'' غیر بالشویک طریقے کے بارے میں چلا چلا کر اپنی بات دہرا رہے ہیں۔

یہی ان کی بنیادی غلطی ہے۔ صرف پارلیمانی ہی نہیں بلکہ سرگرمیوں کے تمام شعبوں میں کمیونزم کو پھیلانا چاہیئے (اور بغیر طویل، مستحکم اور مستقل محنت کے وہ نہیں پھیل سکتا) جو اصولی طور پر نیا اور بنیادی طور پر دوسری انٹرنیشنل کی روایات سے رشتہ توڑنے والا ہو (ساتھ ہی اس کو برقرار رکھے اور پروان چڑھائے جو اس میں اچھا ہو)۔

مثلاً صحافت کے کام کو لے لیجئے۔ اخبار، پمفلٹ اور اشتہار پروپیگنڈا، ایجی ٹیشن اور تنظیم کا ضروری کام کرتے ہیں۔ کسی بھی ملک میں، چاہے جتنا وہ تہذیب یافتہ کیوں نہ ہو بغیر صحافتی مشینری کے کوئی بھی عوامی تحریک نہیں چل سکتی۔ ''لیڈروں'' کے خلاف کوئی بھی چیخ و پکار یا کوئی بھی حلفی وعدہ کہ عوام کی پاکیزگی کو لیڈروں کے اثر سے محفوظ رکھا جائے گا ہمیں اس ضرورت سے چھٹکارہ نہیں دلاتا کہ ہم اس کام کیلئے بورژوا دانش ور ماحول کے لوگوں کو استعمال کریں، یا پھر بورژوا ڈیمو کریٹک ''نجی ملکیت'' کے ماحول اور معاملات سے چھٹکارہ حاصل کریں جن میں یہ کام سرمایہ دار نظام میں کیا جاتا ہے۔ بورژوازی کا تختہ الٹنے، پرولتاریہ کے سیاسی اقتدار حاصل کرنے کے ڈھائی سال بعد بھی ہم اپنے چاروں طرف بڑے پیمانے پر (کسانوں اور دستکاروں کا) بورژوا جمہوری، نجی ملکیت کے تعلقات کا یہ ماحول اور حالات دیکھتے ہیں۔

پارلیمانیت ایک قسم کا کام ہے اور صحافت دوسری طرح کا۔ اگر ان دونوں شعبوں کے کارکن واقعی کمیونسٹ اور پرولتاری، عوامی پارٹی کے واقعی ممبر ہیں تو دونوں کا مواد کمیونسٹ ہو سکتا ہے اور کمیونسٹ ہونا چاہئے۔ لیکن ان دونوں میں اور سرمایہ دار نظام میں اور سرمایہ دار نظام سے سوشلزم تک عبوری دور میں بھی کام کے ہر شعبے میں ان مشکلات سے، ان انوکھے فریضوں سے بھاگنا ممکن نہیں جن کا تعین اور حل پرولتاریہ کو کرنا ہے تاکہ وہ بورژوازی کی صفوں سے آئے ہوئے لوگوں کی خدمات کو اپنے مقاصد کیلئے استعمال کر سکے، بورژوا دانش ورانہ تعصّبات اور اثرات پر فتح حاصل کر سکے اور پیٹی بورژوا حالات کی مزاحمت کو کمزور (اور بالآخر پوری طرح تبدیل) کر سکے۔

کیا 1914-18ء کی جنگ سے پہلے ہم نے اس بات کی بے حد مثالیں نہیں دیکھیں کہ تمام ملکوں میں شدید ’’بائیں بازو‘‘ کے انارکسسٹ، سینڈیکیٹ والے اور دوسرے لوگ پارلیمانیت کے خلاف گرجتے تھے، بورژوازی کے خراب کئے ہوئے پارلیمانی سوشلسٹوں کا مذاق اڑاتے تھے، ان کے کیریئرازم پر چوٹ کرتے تھے وغیرہ وغیرہ اور خود صحافت کے ذریعہ، سینڈیکیٹوں (ٹریڈ یونینوں) میں کام کے ذریعہ اسی طرح کا بورژوا کیریئر اپناتے تھے؟ کیا ژوو اور میرہیم صاحبان کی مثال، اگر فرانس تک محدود رہا جائے، عام نمونے کی نہیں ہے؟

پارلیمانیت میں شرکت سے ’’انکار کرنے والوں‘‘ کا بچگانہ پن یہ ہے کہ وہ ایسے ’’سادہ‘‘، ’’آسان‘‘ اور نام نہاد انقلابی طریقے سے مزدور تحریک کے اندر بورژوا جمہوری اثر کے خلاف جدوجہد کے مشکل فریضے کو ’’حل‘‘ کا خیال رکھتے ہیں اور عملی طور پر خود اپنے سائے سے بھڑکتے ہیں بس مشکلات کی طرف سے آنکھیں بند کر لیتے ہیں اور صرف زبانی، ان کو دور کرتے رہتے ہیں۔ انتہائی شرمناک کیریئرازم، پارلیمانی نشستوں کا بورژوا استعمال، پارلیمانی سرگرمیوں کی کھلی ہوئی اصلاح پرستانہ توڑ مروڑ، ذلیل پیٹی بورژوا فرسودہ قدامت پرستی--- یہ سب بلاشبہ سرمایہ دار نظام کے ہر جگہ پیدا کئے ہوئے مشترکہ اور رائج خدوخال ہیں، نہ صرف مزدور تحریک کے باہر بلکہ اس کے اندر بھی۔ لیکن یہ سرمایہ دار نظام اور اس کے پیدا کئے ہوئے بورژوا حالات (جو بورژوازی کا تختہ الٹنے کے بعد بھی بڑی سست رفتاری سے غائب ہوتے ہیں کیونکہ کسان لوگ برابر بورژوازی کو جنم دیتے رہتے ہیں) قطعی طور پر کام اور زندگی کے تمام شعبوں میں بورژوا کیریئرازم، قومی شاؤنزم اور پیٹی بورژوا کمینہ پن وغیرہ کو جنم دیتے رہتے ہیں جو صورت میں ذرا

مختلف ہیں لیکن مواد میں ایسے ہی ہیں۔

پیارے بائیکاٹ کے حامیو اور پارلیمانیت کے مخالفو آپ اپنے کو ''زبردست انقلابی'' خیال کرتے ہیں لیکن درحقیقت آپ مزدور تحریک کے اندر بورژوا اثرات کے خلاف جدوجہد کی نسبتاً چھوٹی مشکلات سے ڈر گئے ہیں جبکہ آپ کی فتح یعنی بورژوازی کا تختہ الٹنا اور پرولتاریہ کا سیاسی اقتدار حاصل کرنا' انہیں مشکلات کو اور زیادہ بڑی' بہت بڑے پیمانے پر بڑی بنا دے گی۔ بچوں کی طرح آپ چھوٹی سی مشکل سے ڈر گئے ہیں' آج آپ یہ نہیں سمجھتے کہ کل اور پرسوں آپ کو ایسی مشکلات کو پار کرنا سیکھنا اور بہت اچھی طرح سیکھنا پڑیگا جو آج سے کہیں زیادہ بڑی ہوں گی۔

سوویت اقتدار میں آپ کی اور ہماری پرولتاری پارٹی میں اور زیادہ بورژوا دانشور گھسنے لگیں گے۔ وہ سوویتوں' عدالتوں اور نظامت میں گھسیں گے کیونکہ سرمایہ دار نظام کے تخلیق کیئے ہوئے انسانی مواد کے بغیر کمیونزم کی تعمیر ممکن نہیں ہے' کیونکہ بورژوا دانش وری کو نکال باہر کرنا اور برباد کرنا ممکن نہیں ہے' اس کو جیتنے' پھر سے ڈھالنے' جذب کرنے اور پھر سے تربیت دینے کی ضرورت ہے جیسا کہ پرولتاریہ کی ڈکٹیٹرشپ کی بنیاد پر طویل جدوجہد میں خود پرولتایہ کی تربیت نو کی ضرورت ہے جو اپنے پیٹی بورژوا تعصّبات کسی معجرے یا مقدس مریم کے زیر اثر' نعرے تجویز یا فرمان کے زیر اثر یکدم نہیں ترک کر دیتے بلکہ صرف طویل اور سخت عوامی جدوجہد میں انہیں ترک کرتے ہیں جو عام پیٹی بورژوا اثرات کے خلاف ہوتی ہے۔ سوویت اقتدار میں یہی فریضے جن کو پارلیمانیت کے مخالف اتنے فخر' اتنے غرور' اتنی آسانی اور اتنے بچپن کیساتھ ہاتھ جھٹک کر برخاست کر دیتے ہیں--- یہی فریضے سوویتوں کے اندر پھر پیدا ہوتے ہیں' سوویت نظامت کے اندر' سوویت ''محافظاں حقوق'' کے درمیان (ہم نے روس میں بورژوا قانونی وکالت کو توڑ دیا اور ٹھیک کیا کہ توڑ دیا لیکن اس نے ہمارے یہاں ''سوویت محافظاں حقوق'' کے پردے میں پھر جنم لیا ہے)۔ سوویت انجینئروں' سوویت استادوں' مراعات رکھنے والے مزدوروں میں یعنی سوویت فیکٹریوں میں سب سے زیادہ مہارت اور سب سے اچھی پوزیشن رکھنے والے مزدوروں میں ہم متواتر ان تمام منفی خدوخال کی تجدید دیکھ رہے ہیں جو بورژوا پارلیمانیت کی خصوصیت ہیں اور صرف مستقل' انتھک' طویل جدوجہد کے ذریعہ جس کی بنیادی پرولتاری تنظیم اور ڈسپلن پر ہے ہم رفتہ رفتہ اس برائی پر فتح حاصل کر رہے ہیں۔

واقعی بورژوازی کے اقتدار میں بورژوا عادتوں پر اپنی یعنی مزدور پارٹی میں فتح حاصل کرنا بہت ''مشکل'' ہے: پارٹی سے ان پارلیمانی لیڈروں کو نکال باہر کرنا مشکل ہے جن کو بورژوا تعصّبات نے بہت ہی خراب کر دیا ہے' ان لوگوں کی قطعی ضروری تعداد کو (چاہے وہ بہت محدود ہو) پرولتاری ڈسپلن کے تحت لانا ''مشکل'' ہے جو بورژوازی سے نکل کر آئے ہیں' بورژوا پارلیمنٹ میں ایسے کمیونسٹ گروہ کا قیام ''مشکل'' ہے جو مزدور طبقے کی نمائندگی کے لئے پوری طرح قابل ہو' اس بات کی ضمانت ''مشکل'' ہے کہ کمیونسٹ ممبرانِ پارلیمنٹ بورژوا پارلیمانی کھیل نہ کھیلیں بلکہ اپنے کو عوام میں پروپیگنڈا' ایجی ٹیشن اور تنظیم کے بہت ہی اہم کام میں لگائیں۔ اس میں کوئی کلام نہیں کہ یہ سب ''مشکل'' ہے۔ یہ روس میں مشکل تھا اور مغربی یورپ اور امریکہ میں کہیں زیادہ مشکل ہے جہاں بورژوازی کہیں زیادہ طاقتور ہے اور بورژوا جمہوری روایات کہیں زیادہ طاقتور ہیں وغیرہ وغیرہ۔

لیکن یہ سب ''مشکلات'' بچوں کا کھیل ہیں جب ان کا مقابلہ بالکل اسی قسم کے مسائل سے کیا جاتا ہے جن کو بہرحال پرولتاریہ کو ناگزیر طور پر حل کرنا ہے' اپنی فتح کیلئے پرولتاری انقلاب کے دوران اور پرولتاریہ کے اقتدار حاصل کرنے کے بعد بھی۔ ان واقعی زبردست مسائل کے مقابلے میں جب کہ پرولتاریہ کی ڈکٹیٹر شپ میں دسیوں لاکھ کسانوں' چھوٹے صاحبانِ ملکیت' لاکھوں دفتری ملازمین' افسروں اور بورژوا دانش وروں کو ازسرنو تربیت دینی ہوگی' ان سب کو پرولتاری ریاست اور پرولتاری رہنمائی کے تحت لانا ہوگا' ان کے اندر بورژوا عادتوں اور روایات پر فتح حاصل کرنا ہوگا--- ان تمام زبردست مسائل کے مقابلے میں بورژوازی کی حکمرانی میں' بورژوا پارلیمنٹ میں حقیقی پرولتاری پارٹی کا واقعی کمیونسٹ گروہ قائم کرنا بچوں کے کھیل کی طرح آسان ہوگا۔

اگر ''بائیں بازو والے'' اور پارلیمنٹ کے مخالف کامریڈ اس وقت ایسی چھوٹی سی مشکل پار کرنا بھی نہیں سیکھتے تو یہ یقیناً کہا جا سکتا ہے کہ یا تو وہ پرولتاریہ کی ڈکٹیٹر شپ کو وجود میں لانے کے لائق نہ ہوں گے اور بورژوا دانشوروں اور بورژوا اداروں کو اپنے قابو میں لانے اور پھر سے ڈھالنے کے قابل نہ ہونگے یا بہت عجلت میں تعلیم حاصل کرنے پر مجبور ہوں گے اور اس طرح کی عجلت پرولتاریہ کی کاز کیلئے بہت مضر ہوگی' معمولی سے زیادہ غلطیوں کا باعث ہوگی' اوسط سے زیادہ

کمزوری اور نا سمجھی وغیرہ وغیرہ کا اظہار ہوگی۔

جب تک بورژوازی کا تختہ نہیں الٹتا اور اس کے بعد جب تک چھوٹے پیمانے کی معیشت اور اشیائے تجارت کی چھوٹی پیداوار بالکل نہیں غائب ہوتی اس وقت تک بورژوا حالات، نجی ملکیت کی عادتیں اور پیٹی بورژوا روایات پرولتاری کام کو مزدور تحریک کے باہر اور اندر بھی خراب کرتی رہیں گی اور نہ صرف ایک پارلیمانی سرگرمی کے شعبے میں بلکہ سماجی سرگرمی کے تمام اور ہر شعبے میں، بلا استثنا تمام تہذیبی اور سیاسی میدانوں میں۔ اور سب سے بڑی غلطی جس کے لئے بعد کو قیمت ادا کرنی پڑیگی وہ کام کے ایک شعبے میں کسی ایک ’’ناپسندیدہ‘‘ مسئلے یا مشکل سے کترانا اور اس سے اپنے آپ کو الگ رکھنا ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم بلا استثنا کام اور سرگرمی کے ہر شعبے میں مہارت حاصل کریں، تمام مشکلات پر قابو پائیں اور تمام بورژوا عادتوں، رسوم و روایات پر سب جگہ اور ہر طرف فتح حاصل کریں۔ دوسری طرح سے مسئلے کو پیش کرنا محض غیر سنجیدگی، محض بچپن ہوگا۔

12 مئی 1920ء

(5)

میں نے اس کتاب کے روسی ایڈیشن میں مجموعی طور پر بین الاقوامی انقلابی سیاست کے میدان میں ہالینڈ کی کمیونسٹ پارٹی کی روش پر کچھ غلط روشنی ڈالی ہے۔اس لئے میں موجودہ موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس مسئلے سے متعلق اپنے ہالینڈ کے کامریڈوں کا مندرجہ ذیل خط شائع کرنا اور پھر ''ہالینڈ کے ٹریبون والوں'' کے بیان کے تصحیح کرنا چاہتا ہوں جس کو میں نے روسی مسودے میں استعمال کیا ہے اور جس کی جگہ پر میں ''ہالینڈ کی کمیونسٹ پارٹی کے بعض ممبر'' کے الفاظ لا رہا ہوں۔(لینن)

(6)

وائن کوپ کا خط

ماسکو، 30 جون 1920ء

ڈئیر کامریڈ لینن،

آپ کی مہربانی کا شکریہ کہ ہم، کمیونسٹ انٹرنیشنل کی دوسری کانگریس میں ہالینڈ کے وفد کے ممبر، آپ کی کتاب ’’کمیونزم میں ’بائیں بازو‘ کی طفلانہ بیماری‘‘ مغربی یورپ کی زبانوں میں اس کے ترجمے کی اشاعت سے قبل پڑھ سکے۔ آپ نے اپنی کتاب میں کئی جگہ اس رول پر ناپسندیدگی کا اظہار کیا ہے جو بین الاقوامی سیاست میں ہالینڈ کی کمیونسٹ پارٹی کے بعض ممبروں نے ادا کیا ہے۔

بہرنوع ہم یہ محسوس کرتے ہیں کہ ہمیں اس بات کے خلاف احتجاج کرنا چاہئے کہ آپ ان کے اقدامات کی ذمہ داری کمیونسٹ پارٹی پر عائد کرتے ہیں۔ یہ بہت ہی غلط بات ہے۔ مزید برآں یہ نامنصفانہ بھی ہے کیونکہ ہالینڈ کی کمیونسٹ پارٹی کے یہ ممبر پارٹی کی موجودہ سرگرمیوں میں بہت ہی کم یا کچھ بھی حصہ نہیں لیتے۔ وہ براہ، راست یا بالواسطہ اس کیلئے بھی کوشاں ہیں کہ کمیونسٹ پارٹی میں مخالفین کے وہ نعرے رائج کریں جن کے خلاف ہالینڈ کی کمیونسٹ پارٹی اور اس کے تمام ادارے انتہائی سرگرمی کے ساتھ جدوجہد کرتے آئے ہیں اور آج بھی کر رہے ہیں۔

برادرانہ سلام کے ساتھ

(ہالینڈ کے وفد کی طرف سے)

وائن کوپ